آغاز سفر

میں اپنے تحریری سفر کا آغاز اس شخصیت کے تذکرے سے کر رہا ہوں جس کے علم وفضل اور اخلاص وللّٰہیت کی وجہ سے تشنگان علم کے قافلے ان کے قائم کردہ علمی وروحانی مرکز جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کی طرف کشاں کشاں روانہ ہوئے اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق اس چشمہ فیض سے علم وعمل پی کر اطراف عالم میں امت کو سیراب کرنے نکل پڑے اور انشاءاللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

بانی جامعہ حضرت مولانا سید محمد یوسف الحسینی البنوریؒ

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ حضرت سید احمد شہیدؒ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا سید آدم بنوریؒ کی اولاد میں سے ہیں بنور ہندوستان میں ایک جگہ کا نام ہے جس کی وجہ سے بنوری کی نسبت ہے پہلے حضرت آدم بنوریؒ وہاں فروکش تھے بعد میں افغانستان منتقل ہو گئے اور آخر میں یہ خاندان مردان (پشاور) کے قریب محابت آباد میں آباد ہو گیا اور یہیں حضرت بنوریؒ کی ولادت ہوئی آپؒ کے والد گرامی جناب سید محمد زکریا تھے جو حکمت بھی کرتے تھے اور جامعہ میں قیام کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے طلباء کے ساتھ بڑی شفقت فرماتے تھے۔

حضرت بنوریؒ نے ابتدائی تعلیم کابل اور پشاور میں حاصل کی پھر تکمیل کے لیے ازہرالہند دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے اور خصوصی فیض محدث عظیم حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ سے حاصل کیا استاد کے علوم کے ایسے وارث بنے کہ ان کے جانشین کہلائے جب حضرت کشمیریؒ جامعہ اسلامیہ ڈھابیل (گجرات ہند) منتقل ہو گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ چلے گئے حضرت کشمیریؒ کی وفات کے بعد وہاں شیخ الحدیث کے منصب پر فائض ہوئے۔

والد گرامی حضرت مولانا نیاز محمد ترکستانیؒ کی ملاقات حضرت بنوریؒ سے ڈھابیل میں ہوئی تھی اس وقت حضرت معارف السنن شرح جامع ترمذی تصنیف فرما رہے تھے

اس ملاقات کے بعد ان دونوں بزرگوں میں غائیت محبت پیدا ہوگئی تھی۔

۱۹۵۱ء میں آپ حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی دعوت پر دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سندھ پاکستان تشریف لے آئے اور شیخ التفسیر متعین ہوئے ٹنڈو الہ یار میں ان اکابر کا اجتماع زیادہ دیر تک نہ رہ سکا اور یہ حضرات سارے پاکستان میں پھیل گئے اور جگہ جگہ بڑے بڑے ادارے قائم ہوگئے۔

حضرت بنوریؒ حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں اپنے مستقبل کے بارے میں استخارہ فرمایا جس میں آپ ﷺ نے مستقل ادارہ قائم کرنے کا حکم فرمایا تو واپس آکر نیوٹاؤن مسجد کے متصل ۱۹۵۶ء میں جامعہ کی بنیاد رکھی جو آج عالم اسلام کا ایک عظیم دینی ادارہ شمار ہوتا ہے حضرت بنوریؒ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت کے سربراہ مقرر ہوئے اور قادیانیت کے خلاف تحریک کے قائد مقرر ہوئے اور پاکستان نیشنل اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوایا۔

۱۹۷۷ء میں آپ کا انتقال ہوا آپ نے اپنے مأثر اور صدقات جاریہ میں ہزاروں تلامذہ کے علاوہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی اور مشہور تصنیف معارف السنن شرح جامع ترمذی اور دیگر کتب چھوڑیں ہیں۔

بندہ نے حضرت بنوریؒ سے شرف تلامذ تو حاصل نہیں کیا لیکن ان کی زیارت اور برکات سے مستفید ہوا ہوں۔

سکول میں

والد گرامی حضرت مولانا مفتی نیاز محمد صاحب ختنی ترکستانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سب بچوں کو قرآن مجید حفظ کرنے کیلئے درجہ حفظ میں داخل کیا تھا جہاں قاری صاحبان کی ضرورت سے زیادہ سختی کی وجہ سے سوائے بڑے بھائی حافظ سراج احمد اخون صاحب کے کوئی حفظ مکمل نہ کرسکا اور دوسرے بڑے بھائی ڈاکٹر جمیل صاحب نے علم بغاوت بلند کردیا اور قرآن حفظ کرنے سے انکار کردیا جس پر حضرت والد گرامیؒ نے اپنے ہم

زلف مولانا غلام احمد خان مظاہریؒ کے مشورے سے بندہ کو اور بڑے بھائی ڈاکٹر جمیل صاحب کو گورنمنٹ کمپری ہینسو ہائی سکول بہاول نگر میں داخل کرادیا چونکہ ہم نے پہلے بھی مدرسہ کے متصل چلنے والے سکول ملیہ اسلامیہ مڈل سکول میں کچھ تعلیم حاصل کی ہوئی تھی اس لئے بندہ کو چھٹی جماعت میں اور ڈاکٹر جمیل صاحب کو آٹھویں جماعت میں داخلہ مل گیا چنانچہ بندہ نے میٹرک مارچ ۱۹۷۸ء میں سائنس کے ساتھ ہائی فرسٹ ڈویژن کے ساتھ پاس کیا اور ملتان بورڈ سے ۸۰۰ میں سے ۶۲۰ نمبر حاصل کیے۔

جذب الٰہی

حضرت والد صاحبؒ کسی معاملے میں اولاد پر جبر و اکراہ کے قائل نہیں تھے فرمایا کرتے تھے کہ بخاری شریف میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے (**کل مُیَسّـرٌ لما خلق لـه**) کہ ہر آدمی کے لیے وہ راستہ آسان ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے لہذا فرماتے تھے کہ تعلیم حاصل کرو خواہ دنیاوی ہو لیکن دیندار رہو۔ چنانچہ جب میں میٹرک کے امتحان سے فارغ ہوا تو گورنمنٹ ڈگری کالج بہاول نگر میں ایف۔ایس۔سی میں داخلہ لے لیا یہ داخلہ رمضان المبارک سے قبل ہوا اور عید کے بعد پڑھائی شروع ہونی تھی حضرت والد صاحبؒ نے عالم بننے کے لیے ترغیب تو نہیں دی لیکن رمضان المبارک میں بڑے اہتمام سے دعائیں فرماتے رہے ان دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جذب الٰہی کا ظہور عین عید الفطر کی نماز کے وقت ہوا حضرت والد صاحبؒ نے عید الفطر کی نماز پڑھائی دعا کے بعد آپؒ سے مصافحہ کرنے والوں کی لمبی قطار بن گئی جس میں ہر طبقہ حیات کے چھوٹے بڑے لوگ تھے جو آپؒ سے مصافحہ کے مشتاق تھے میں نے جب یہ منظر دیکھا تو میرے دل پر بہت اثر ہوا اور دل کے نہاں خانے سے یہ آواز آئی کہ حقیقی شان تو عالم کی ہے جس کے دیدار اور مصافحہ کے لیے تاجر، زمیندار، ڈاکٹر، انجینئر، سرکاری افسران، معززین شہر اور عوام الناس قطار میں کھڑے ہونے کو سعادت سمجھ رہے ہیں تو شدت سے دل میں یہ بات ابھری کہ میں عالم بن جاؤں اور

وہیں کھڑے کھڑے عزم مصمم کرلیا کہ میں دینی تعلیم حاصل کرونگا حضرت والد صاحبؒ کی طرح عالم بنوں گا۔

شام کو اس ارادے کی خبر بڑے بھائی ڈاکٹر جمیل صاحب کو ہوئی جو اس وقت قائد اعظم میڈیکل کالج بھاولپور میں زیر تعلیم تھے انہوں نے یہ بات مغرب کے بعد حضرت والد صاحبؒ کو بتلائی یہ سن کر والد صاحبؒ پر گریہ طاری ہوگیا اور آدھا پونا گھنٹہ روتے رہے طبیعت سنبھلی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کی مراد پوری فرمادی اسی کو مولانا جلالدین رومیؒ نے فرمایا ہے کہ ۔

تو چناں خواہد خدا خواہد چنیں
می دھد یزداں مراد متقیں

ترجمہ: تو جو چاہے گا وہی خدا چاہے گا اللہ تعالیٰ متقی بندوں کی مرادوں کو پورا فرماتے ہیں۔

کراچی روانگی

بندہ نے بارہا گھر میں حضرت والد صاحبؒ سے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کا تذکرہ سنا تھا اوران کے قائم کردہ ادارہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیوٹاؤن (بنوری ٹاؤن) کراچی کی تعلیم وتربیت اور خوبیوں کا ذکر بھی سنا تو جب دینی تعلیم حاصل کرنے کا داعیہ پیدا ہوا تو اسی ادارے میں داخلے کا خیال دامن گیر ہوگیا اور اس خواہش کا اظہار حضرت والد صاحبؒ سے کیا تو آپؒ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ اپنے سکول وغیرہ کے دوستوں سے ملاقات نہ کرنا کہیں وہ تمہارا ذہن خراب نہ کردیں اور جلد از جلد کراچی روانہ ہوجاؤ۔

چنانچہ قاری عبدالغفور صاحب مرحوم اور بڑے بھائی ڈاکٹر جمیل صاحب مدظلہ کی معیت میں ۳ شوال ۱۳۹۸ھ بمطابق ۶ ستمبر ۱۹۷۸ء بروز جمعرات کو بذریعہ ٹرین بہاول نگر سے کراچی روانہ ہوگئے رش کی وجہ سے سیٹ بھی نہ ملی لوہے کا ٹرنک جو ساتھ

لے کر گیا تھا اس پر بیٹھ کر لیٹرین کے سامنے سفر کیا اور تقریباً ۲۴ گھنٹے کے بعد کینٹ اسٹیشن کراچی پر اترے۔

حضرت والد صاحبؒ کی نصیحت

حضرت والد صاحبؒ نے اس تعلیمی سفر کے آغاز پر چند نصیحتیں فرمائیں

نمبر ا۔ صحت کا خیال رکھنا صحت مند دماغ جو بات سمجھتا ہے وہ بیمار دماغ نہیں سمجھتا اگر صحت اچھی ہو اور پھٹا ہوا لباس پہنا ہو تو ایسے لگتا ہے جیسے بادلوں میں سے چاند جھانک رہا ہو۔

نمبر ۲۔ عربی اور فارسی کی کتب اور شروحات کا مطالعہ کرنا اردو تراجم اور شروحات سے سخت احتراز برتنا اصل عربی کی استعداد ہے پھر ہر کتاب سے استفادہ کر سکو گے۔

نمبر ۳۔ ہماری زبان ترکی میں ایک کہاوت ہے کہ برتن میں کچھ ہو تو بغیر چمچہ کے بھی نکلتا ہے اگر برتن میں کچھ نہ ہو تو چمچہ چلانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا تو تم بھی برتن بھرنے کی کوشش کرنا یعنی اپنے سینے میں علم بھرنا چمچے کی فکر نہ کرنا یعنی زبان دانی کی فکر نہ کرنا علم ہوگا تو ہر صورت میں زبان سے نکلے گا (حضرت والد صاحبؒ کی اپنی زندگی بھی اسی کی عکاس تھی)۔

نمبر ۴۔ جو انگریزی علم پڑھا ہے اسے نہ بھلانا خاص طور پر انگریزی زبان اور علم ریاضی یہ عملی زندگی میں تمہارے بہت کام آئیں گے (الحمدللہ ان کی یہ بات عملی زندگی میں حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی)۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں حاضری

احقر کو آج تک یاد ہے کہ جب پہلی مرتبہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیو ٹاون کراچی کے صدر دروازے سے داخل ہوا تو جامعہ کا احاطہ بقعہ نور معلوم ہوتا تھا جیسے نور کی چادر تنی ہوئی ہو اور سفید لباس میں ملبوس چمکتے اور پرنور چہروں والے طلباء فرشتے معلوم ہوتے تھے اس ماحول نے میرے قلب و جاں کو پکڑ لیا ہو۔

پھر دفتر سے ضروری معلومات لینے کے بعد میں اور بڑے بھائی لالوکھیت نمبر ۲ میں اپنی خالہ کے ہاں چلے گئے اور قاری صاحب جامعہ میں ہی رہ گئے۔

بیماری کا حملہ

خالہ جان کے ہاں مجھے سخت بخار ہوگیا جس سے طبیعت بہت خراب ہوگئی اور بہت نقاہت ہوگئی اور علاج سے بیماری کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا دس دن تک جب طبیعت نہ سنبھلی تو بڑے بھائی نے واپسی کا مشورہ دیا لیکن میرے دل کی یہ کیفیت تھی کہ واپسی مجھے موت معلوم ہوتی تھی چنانچہ میں نے کہا کہ مرنا گوارا ہے لیکن واپس نہ جاؤں گا اس کے بعد بیماری میں تخفیف ہوتی گئی تقریباً پندرہ دن بیمار رہا اور ادھر جامعہ میں داخلے کا آخری دور چل رہا تھا بڑے بھائی جامعہ گئے تو داخلے میں صرف ایک دو دن باقی تھے چنانچہ انہوں نے درجہ اولیٰ میں داخلے کے لیے میری درخواست جمع کروائی۔ آخری مرحلے کی درخواستیں جمع ہونے کے بعد نوٹس بورڈ پر درجہ اولیٰ میں خواہش مند طلباء کا اردو کا تحریری اور تقریری امتحان کا اعلان لگ گیا۔ بندہ چونکہ الحمدللہ میٹرک کر کے گیا تھا اس لیے آسانی سے یہ امتحان پاس کرلیا اس لیے جامعہ میں درجہ اولیٰ سیکشن (ب) میں داخلہ ہوگیا اور چند دن بعد درس شروع ہونے کا اعلان لگ گیا۔

بندہ اور والد صاحبؒ میں مماثلت

بندہ کے والد صاحبؒ ختن (چین) سے دارالعلوم دیوبند (انڈیا) حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ سے استفادہ کے لیے تشریف لائے تھے لیکن حضرتؒ کا انتقال ہو چکا تھا اور بندہ بھی حضرت شاہ صاحبؒ کے شاگرد خاص اور جانشین مولانا سید یوسف بنوریؒ کا نام سن کر کراچی حاضر ہوا تھا لیکن حضرت بنوریؒ کا بھی چند ماہ قبل انتقال ہو چکا تھا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

درجہ اولیٰ ۹۹۔۱۳۹۸ھ بمطابق ۷۹۔۱۹۷۸ء

جامعہ میں نگران اور مربی

حضرت والد صاحبؒ نے جامعہ میں قیام کے دوران اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا عبدالقیوم چترالیؒ کو بندہ کا نگران اور مربی مقرر فرمایا تھا اور بندہ کا خرچہ پانی انہی کے پاس بطور امانت رہتا تھا اور ضرورت کے وقت لے لیا کرتا تھا انہوں نے بھی بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ اس ذمہ داری کو نبھایا ایک سال کے اندر الحمدللہ ان کو اتنا اعتماد ہو گیا تھا گھر سے جو خرچہ آتا وہ میرے حوالے کر دیتے۔

تعلیمی سال کا افتتاحی اجلاس

جامعہ میں ہر تعلیمی سال کے شروع میں دارالحدیث یا مسجد میں طلباء کا اجتماع بلایا جاتا تھا جس میں کوئی بزرگ استاد نئے اور پرانے طلباء کو اہم نصائح سے مستفید فرماتے تھے۔

شوال ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۹۷۸ء کو جو اجتماع ہوا جبکہ بندہ کا یہ پہلا سال تھا اس میں حضرت مولانا بدیع الزمانؒ (جن کا آگے تفصیلی تذکرہ آئے گا) نے طلباء کو خطاب فرمایا اس میں خاص طور پر دو باتیں بندہ کو یاد ہیں ایک تو تصحیح نیت پر بہت زور دیا کہ صرف رضاء الٰہی کے لیے علم حاصل کیا جائے دوسرا اپنی وضع قطع مکمل طور پر شریعت کے مطابق بنائی جائے لہذا کالر والے کپڑے نہ پہنے جائیں اور سر پر ٹوپی پہنی جائے پھر فرمایا کہ جو طلباء کالر والے کپڑے پہنتے ہیں اور باہر جا کر ٹوپی جیب میں ڈال لیتے ہیں تو انہیں دنیا والے بھی اپنا نہیں سمجھتے چونکہ ان کی دوہری ہیئت ہوتی ہے کہ یہ مدرسے کے طالب علم ہیں اور ہم بھی اپنا نہیں سمجھتے کہ پوری طرح شرعی وضع میں نہیں ڈھلے ہوتے نہ ہم ان کو اپنا سمجھتے ہیں اور نہ دنیا والے ان کو اپنا سمجھتے ہیں لہذا مکمل ایک کا ہو جانا چاہیے۔

بندہ چونکہ میٹرک کر کے کالج میں داخلہ لے چکا تھا اس لیے عیدالفطر پر جو کپڑے

سلوائے تھے وہ کالروالے تھے پھر اللہ تعالیٰ جامعہ لے گیا تو سارے لباس کالروالے تھے حضرت کے اس بیان کا طبیعت پر بہت اثر ہوا فوری طور پر بازار سے معمولی سے دو جوڑے خریدے اور درزی کی منت کر کے اسی رات سنت کے مطابق سلوائے اور جو پانچ چھ جوڑے نئے لے گیا تھا وہ واپس گھر بھجوا دیے اور پورا سال ان دو جوڑوں میں گزارا ایک دھولیتا تھا ایک پہن لیتا تھا اس کے بعد کبھی کالروالے کپڑے استعمال نہیں کیے۔ **الحمدللہ**

پہلا سبق

جس دن مدرسہ شروع ہوا اسی دن صَرف کا سبق ملا اور اس میں تین لفظ دیے گئے **فَعَلَ فَعِلَ فَعُلَ** بندہ نے چونکہ میٹرک سائنس کے ساتھ کی تھی اس لیے انگریزی اور سائنس کے فارمولے اسقدر ازبر تھے کہ یہ الفاظ زبان پر نہیں چڑھتے تھے رات ایک بجے تک بڑی مشکل سے یہ یاد ہوئے اور تہجد پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی پھر الحمدللہ چند دنوں میں عربیت سے مناسبت تامہ ہوگئی۔

چونکہ بندہ نے اعدادیہ دوئم نہیں پڑھی تھی اس لیے فارسی سے شُد بُد نہیں تھی پہلے اور دوسرے سال کی اکثر کتابیں فارسی میں تھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے فارسی سے ایسی مناسبت پیدا کی کہ اکثر کتابوں کی عبارت میں ہی پڑھتا تھا اور کسی کو یقین نہیں آتا تھا کہ میں فارسی پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

جامعہ میں پہلا سال

جامعہ میں پہلا سال بڑا بھاری اور گراں معلوم ہوتا تھا گھر سے باہر رہنے کی بالکل عادت نہیں تھی اس لیے اتنی دور دراز مسافرت بڑی مشکل لگتی تھی اور انگلیوں پر گن گن کر دن کٹتے تھے ابتداء میں تو عربی علوم میں دقت معلوم ہوئی کیونکہ چھ سال انگریزی تعلیم کے ماحول میں گزارے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ایسی آسانی فرمائی کہ جماعت میں ممتاز حیثیت کر لی اور جماعت کے اکثر طلباء خاص طور پر غیر ملکی طلباء سبق کی دہرائی اور تکرار

کے لیے بندہ کی طرف رجوع کرنے لگے۔

شیطان کا حملہ

جامعہ میں قیام کے آٹھ سالہ دور میں صرف پہلے سال کے پہلے مہینے میں شیطان نے ایسا حملہ کیا کہ تعلیم چھوڑنے پر تیار ہوگیا واقعہ یہ ہوا کہ مولانا عبدالقیوم صاحبؒ جو بندہ کے مربی اور نگران تھے وہ ہمیں صَرف پڑھایا کرتے تھے اور الحمدللہ ہمیشہ سارے اسباق اساتذہ کو صحیح سنا کر شاباش لیتا تھا لیکن ایک مرتبہ انہوں نے صَرف کا سبق پڑھایا اور پھر فوراً ہی بندہ سے پوچھ لیا کہ میں نے کیا پڑھایا ہے بندہ کا اس وقت ذہن حاضر نہیں تھا اس لیے بات سنی نہیں تھی اور سبق نہ سنا سکا تو انہوں نے سزا کے طور پر تین ڈنڈے مارے بندہ کو بہت صدمہ ہوا ایک تو وہ مربی تھے ان سے توقع نہ تھی دوسرا میں کالج کا سٹوڈنٹ تھا اس لیے دماغ میں یہ خمار بھی تھا تو شیطان نے ایسا بہکایا کہ چھٹی کے بعد کمرے میں آکر واپسی کا بستر باندھ لیا اور شام کی ٹرین سے گھر آنے کا ارادہ کرلیا عصر کی نماز کے بعد جب کھانا کھانے کے لیے میں جامعہ کے مطبخ کی طرف جارہا تھا تو ایک طالب علم مجھے تلاش کررہا تھا وہ مجھے ملا اور اس نے کہا کہ آپ کو مولانا عبدالقیوم صاحب یاد فرمارہے ہیں میں نے دل میں سوچا پتہ نہیں اب کیا کہیں گے خیر میں مولانا کے کمرے میں حاضر ہوا تو فرمایا آؤ ترکی چچا (مولانا محبت سے مجھے اس لفظ سے پکارتے تھے) چائے پیو اور میرے لیے جامعہ کی کینٹین سے چائے اور بسکٹ منگوائے اور بڑی محبت بھرے لہجے میں بہاول نگر اور والد صاحبؒ کی باتیں بتانے لگے اس سے میرا دل کھل گیا اور شیطان کے تسلط سے اللہ تعالیٰ نے باہر نکال دیا میں چائے پی کر باہر آیا اور سیدھا کمرے میں جاکر بستر بچھایا اس کے بعد الحمدللہ آٹھ سال میں کبھی تعلیم چھوڑنے کا وسوسہ نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ استاد صاحبؒ کی قبر مبارک پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائیں۔ (آمین)

استادِ گرامی حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحبؒ

بانی جامعہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے جامعہ میں اسباق کی تقسیم کے

سلسلے میں یہ اصول وضع کیا تھا کہ جو اساتذہ دورہ حدیث یا موقوف علیہ پڑھاتے ہیں وہ ابتدائی درجات میں بھی پڑھائیں اس طرح شروع ہی سے طالب علم کو اکابر اساتذہ سے علم اور فیض صحبت کا موقعہ میسر آجاتا تھا۔

چنانچہ اس اصول کے تحت ہماری نحو میر اور شرح ماۃ عامل استاذ الحدیث حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحبؒ کے پاس تھی جو دورہ حدیث میں طحاوی شریف اور موقوف علیہ میں ہدایہ ثالث پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کا تعلق ہری پور ہزارہ سے تھا بڑے محقق عالم اور اللہ والے شخص تھے جامعہ سے ڈیڑھ دو کلو میٹر دور ایک مسجد میں امامت وخطابت بھی کراتے تھے اور روزانہ صبح سائیکل پر تشریف لاتے تھے

حضرت شاہ صاحبؒ سے قلبی تعلق

حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحبؒ جامعہ کے بڑے اساتذہ میں سے تھے اور بڑے اللہ والے انسان تھے بندہ کو سب سے پہلے انہیں سے قلبی تعلق ہوا اور اس قدر محبت ہوگئی کہ صبح کو حضرت استاد مشرقی گیٹ سے تشریف لاتے تھے تعلیم شروع ہونے سے بہت پہلے میں وہاں جا کر حضرت کے انتظار میں کھڑا ہو جاتا جونہی حضرت تشریف لاتے تو سائیکل سنبھالتا اور مقررہ جگہ پر کھڑی کرتا اس طرح جامعہ کے پہلے سال میرے دل نے اللہ والوں کی محبت کی چاشنی چکھ لی۔

انداز درس

حضرت فن تدریس میں بڑے ماہر تھے ان کی یہ خصوصیت تھی کہ جتنا سبق پڑھانا ہوتا تھا اسے موتیوں کو لڑی میں پرونے کی طرح بڑے مرتب اور منظّم انداز میں ذہن نشین کرادیتے تھے اور پھر عبارت پر اس کو منطبق فرمادیتے تھے ایسے معاملے میں حضرت کا حافظہ بڑا بے مثال تھا آدھی سطر کی بات بھی نہیں چھوٹتی تھی اور اس بات کی کوشش فرماتے کہ نفس کتاب کے ساتھ طلباء کا تعلق پیدا ہو سبق میں لمبی چوڑی تقریر کے قائل نہیں تھے بندہ نے ان سے نحو میر شرح ماۃ عامل کے علاوہ سلم العلوم، ھدایہ ثالث اور

طحاوی شریف پڑھی۔

بڑی سادہ اور متواضع طبیعت کے مالک تھے اور علماء کرام کے صاحبزادوں کا بڑا احترام فرماتے تھے اگر وہ سبق میں کوتاہی کرتے تو ہلکی پھلکی تنبیہہ کر کے چھوڑ دیتے۔

بندہ کے ساتھ یہ قصہ ہوا کہ جب بندہ جامعہ میں داخل ہوا تو وہاں اس حیثیت سے تعارف نہیں ہوا کہ میں ایک عالم کا لڑکا ہوں چنانچہ اساتذہ کرام پنجاب کے کسان کا بیٹا سمجھ کر ہر قسم کی خدمت لیتے رہتے تھے یعنی کپڑے دھلوانا، برتن منجوانا، مالش کروانا وغیرہ لیکن جب درجہ رابعہ میں حضرت والد صاحبؒ کراچی تشریف لے گئے اور ان کی علمی اور روحانی باوقار شخصیت سے جامعہ کے اساتذہ کا تعارف ہوا تو خاص طور پر حضرت شاہ صاحب نے مجھے ڈانٹا کہ تم نے کیوں نہیں بتایا کہ تم اتنے بڑے عالم کے بیٹے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت میں یہاں صاحبزادگی کے لیے نہیں آیا بلکہ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں اس پر حضرت شاہ صاحب نے بڑی دعائیں دی اور میں نے بھی اساتذہ کے منع کرنے کے باوجود ان کی خدمات کو جاری رکھا۔

عجیب واقعہ

حضرت شاہ صاحب چونکہ تدریس میں نفس کتاب سمجھنے پر زور دیا کرتے تھے اس لیے خارجی تقاریر کو پسند نہیں فرماتے تھے درجہ خامسہ کے سال حضرت شاہ صاحب کے پاس سلم العلوم تھی حضرت شاہ صاحب نے دو صفحے پڑھائے تھے کہ حج کا سفر درپیش ہوا اور وہ کتاب ایک نئے استاد کو دے دی گئی انہوں نے سلم العلوم میں بہت زیادہ خارجی تقاریر کیں بلکہ یوں کہیں کہ سلم کی بجائے ملاحسن، ملاجلال وغیرہ پڑھائیں سہ ماہی امتحان سے پہلے حضرت شاہ صاحب حج سے واپس آئے اور سلم دوبارہ انہیں دے دی گئی پہلے دن جب حضرت سبق کے لیے تشریف لائے تو پوچھا کہ میرے بعد جو کتاب پڑھائی گئی وہ سمجھ میں آئی؟ تو برما کا ایک طالب علم کھڑا ہو گیا اور اس نے زور سے کہا خدا کی قسم ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آیا حضرت شاہ صاحب فوراً اٹھ گئے اور دفتر میں جا کر

مہتمم صاحب سے ناراضگی سے فرمایا کہ آپ نے نئے استاد کو یہ کتاب کیوں دی اور یہ مطالبہ رکھا کہ سہ ماہی امتحان میں وہ حصہ خارج قرار دیا جائے چنانچہ اس سال سلم کا صرف دو صفحوں کا امتحان ہوا۔

شیخ الحدیث مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسنؒ پر فالج کے حملے کے بعد شیخ الحدیث کا منصب آپ کو سونپ دیا گیا اور اسی منصب کی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحبؒ کا ایک دلچسپ واقعہ

حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک بار حج سے واپسی پر ایک دلچسپ واقعہ سنایا حرم مکہ شریف میں چونکہ مرد وخواتین کا اختلاط ہوتا ہے طواف کی مجبوری کی وجہ سے تو جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو بہت سی خواتین مردوں کے ساتھ نماز پڑھ لیتی ہیں اگر چہ خواتین کے لیے الگ جگہ مخصوص ہے لیکن بہت سی خواتین اس میں احتیاط نہیں کرتیں اور مردوں کی نماز فاسد کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب نے بتلایا کہ حج سے پہلے کا جمعہ تھا تو بہت زیادہ رش تھا اور مرد وخواتین کا اختلاط بھی تھا میں اس فکر میں تھا کہ کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں نہ دائیں بائیں خواتین ہوں نہ آگے خواتین ہوں تو ایک جگہ نظر پڑی تو دو آدمی سفید پگڑی باندھے ہوئے بیٹھے تھے ان کے درمیان جگہ تھی میں ان میں جا کر بیٹھ گیا حضرت شاہ صاحب ایک آنکھ سے معذور تھے اور دوسری پر بھی نظر کا چشمہ لگا ہوا تھا خطبہ ہوا اور نماز کھڑی ہوگئی جب سلام پھرا تو دائیں بائیں دونوں خواتین تھیں بہت صدمہ ہوا نماز دوبارہ پڑھی دراصل سوڈانی خواتین مردوں کی طرح پگڑی باندھتی ہیں۔

نااہل وارث

ایک مرتبہ حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحبؒ نے ایک واقعہ سنایا جو خود ان کا چشم دید ہوا فرمایا کہ کسی جگہ ایک بڑے عالم فوت ہوگئے ہماری بھی ان سے جان

پہچان تھی وفات کے کچھ عرصہ بعد اس علاقے میں تعزیت کی غرض سے جانا ہوا ہم ان کے گھر پہنچے ان کے بیٹے سے ملاقات ہوئی وہ ان پڑھ تھا جبکہ والد اس علاقے کے بہت بڑے عالم گزرے تھے غرض ہم اس سے ملے اس نے ہمیں بیٹھک میں بٹھایا تعزیت کے بعد وہ چائے پانی کا انتظام کرنے گھر کے اندر چلا گیا اور ہم مہمان خانے میں بیٹھے رہے ہمیں جن نشستوں پر بٹھایا گیا تھا وہ لکڑی کے سٹول کی طرح معلوم ہوتی تھی جن پر گدہ اور چادر ڈالی ہوئی تھی ہمیں اس پر بیٹھ کر عجیب سی بے چینی اور گھبراہٹ سی ہو رہی تھی اور وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اچانک میرے دل میں آیا کہ نشست کو دیکھوں کہ کیا ہے تو میں نے نیچے سے چادر اٹھائی تو میرا کلیجہ منہ کو آ گیا کہ تمام دینی کتابوں کو جوڑ کر نشست بنائی گئی تھی جس میں صحاح ستہ، تفاسیر، فقہ وغیرہ غرض کہ وہ عالم جتنا کتب خانہ چھوڑ کر گئے تھے اس نااہل نے بیٹھنے کی نشست بنا دی بہت شدید صدمہ ہوا جب وہ اندر سے آیا تو ہم نے اس سے استفسار کیا تو اس نے کہا مجھے تو اس کی اہمیت کا پتہ نہیں ساری الماریاں ان سے بھری ہوئی تھیں ہمیں الماریوں کی ضرورت تھی تو مجھے اس کا یہی مصرف نظر آیا ہم نے اس کو سمجھایا بہت نادم ہوا پھر ہم نے ساری کتابوں کو لے کر قریب ایک مدرسہ میں وقف کر دیں تقریباً دو ریڑھا گاڑی پر کتابیں لادی گئی تھیں۔ اعاذ نااللّٰہ منہ

اساتذہ کی نظر عنایت

درجہ اولیٰ کے حصہ (ب) میں تقریباً ۴۵ طالب علم تھے اوران میں اکثر وہ تھے جو جامعہ میں اعدادیہ پڑھ چکے تھے اس لیے اساتذہ اور طلباء آپس میں تعارف رکھتے تھے میں بالکل نوارد تھا اور مجھے کوئی جانتا نہیں تھا جب ایک دو دن کے بعد باقاعدہ اسباق شروع ہوئے اور سبق سنانے کا مرحلہ آیا اور خاص طور پر صرف ونحو کے سبق میں استادوں نے خصوصاً ان لڑکوں سے پوچھا جو پہلے سے جامعہ میں ذہین اور قابل سمجھے جاتے تھے تو کسی نے سبق نہیں سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی ہے جس کو سبق یاد ہو تو میں نے ہاتھ کھڑا کر دیا استاد نے مجھے کھڑا کر دیا اور میں نے الحمدللہ فرفر سبق سنا دیا بس اس کے بعد

استادوں کی نظر عنایت بڑھتی گئی اور پچھلی صفوں سے ہٹا کر پہلی صف میں اپنے سامنے جگہ دی اور تکرار کے لیے طلباء نے بھی رجوع شروع کر دیا خاص طور پر افریقہ اور برطانیہ کے طالب علم بہت اصرار کر کے تکرار کا وقت لیتے تھے۔

مجلس تکرار

دینی مدارس میں اسباق کے تکرار کو بڑی اہمیت حاصل ہے تکرار کہا جاتا ہے کہ جو سبق استاد سے پڑھا ہوا ہو اسے چند ساتھی بیٹھ کر دہرائیں اور سبق سمجھنے میں جو کمی ہو وہ ایک دوسرے سے پوچھ کر پوری کریں۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ طالب علم تین کام کر لے تو ذی استعداد جید عالم بن سکتا ہے پہلا یہ کہ سبق میں پابندی سے حاضری دے دوسرا جو پڑھا ہے اس کی تکرار کرے اور یاد کرے تیسرا یہ کہ اگلے دن جو سبق پڑھنا ہے اس کا مطالعہ کرے۔

الحمدللہ درجہ اولیٰ سے احقر نے اس کا اہتمام رکھا اور رات گئے تک ساتھیوں کو تکرار کراتا تھا جہاں خود سبق یاد کرنے کی نیت ہوتی تھی اس کے ساتھ یہ جذبہ بھی ہوتا تھا کہ کمزور سے کمزور طالب علم سبق سمجھ کر یاد کر لے اور جب سے یہ روایت سنی تھی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کسی کو وہ علم سکھائے جو اسے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم عطا فرماتے ہیں جو اس کو نہیں آتا یعنی علم لدّنی عطا فرماتے ہیں اس کے بعد نفع رسانی کے اس جذبہ میں بہت اضافہ ہو گیا اور کئی کئی بار بھی اگر کسی سبق کی تکرار کی ضرورت پیش آتی تو بلا تکلف کرا دیتا۔ احقر کے اندازہ کے مطابق درس نظامی کی ساری کتابیں تقریباً تین تین بار بالاستیعاب تکرار کرائی ہوئی ہیں۔

امتحانات سے ایک ماہ قبل جمعرات اور جمعہ کو بھی تکرار ہوتی اور کئی بار تہجد کے وقت بھی تکرار کروائی۔

مدیر جامعہ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کو احقر کے تکرار پر اسقدر اعتماد تھا کہ

اگر ہمارے درجہ کے کسی طالب علم کی تعلیم میں سستی یا کمزوری کی شکایت آتی تو اسے حکماً میرے تکرار میں بیٹھنے کا فرماتے اور احقر سے بھی پوچھتے کہ وہ آپ کے تکرار میں پابندی کرتا ہے یا نہیں۔

ہر سال احقر کے درجہ کے طلباء کی اکثریت میرے ساتھ تکرار کرتی تھی جامع مسجد بنوری ٹاؤن کے بائیں حصہ میں تکرار کا حلقہ لگتا تھا اور اتنی بڑی جماعت ہوتی تھی کہ جامعہ کے طلباء دیکھنے آیا کرتے تھے اور مسجد میں آنے والا نو وارد یہ سمجھتا تھا کہ کوئی استاد طلباء کو پڑھا رہے ہیں دورہ حدیث میں احقر کے حلقہ تکرار میں ۸۰ سے زائد طلباء ہوتے تھے۔

جامعہ کے بہت سے دوستوں نے بتایا کہ آپ کے بعد کسی کے تکرار کا ایسا حلقہ نہیں جما یہ احقر پر اللہ تعالیٰ کا فضل خاص تھا۔

حفظ القرآن

بندہ چونکہ میٹرک کر کے گیا تھا اس لیے قرآن مجید حفظ کرنے کا موقعہ نہ ملا اگرچہ ناظرہ قرآن مجید اپنے خالو مولانا غلام محمد صاحب مظاہری ؒ سابقہ ناظم کتب خانہ مظاہر العلوم (انڈیا) سے پڑھا تھا جو کہ جامع العلوم بہاول نگر میں ظہر سے عصر تک ناظرہ قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے اور صبح کو کالونی ہائی سکول بہاول نگر میں عربی پڑھاتے تھے انہوں نے بڑی محنت اور توجہ سے تجوید وقرأت کے ساتھ پڑھایا تھا لیکن قرآن مجید حفظ کرنے کا موقعہ نہ ملا۔

جامعہ میں ایک دن استاد محترم مولانا مفتاح اللہ صاحب مدظلہ جو کہ ہمیں صَرف پڑھاتے تھے قرآن مجید کے بارے میں سب طلباء کا جائزہ لیا مجھ سے بھی قرآن مجید سنا اور پوچھا کہ کیا تم حافظ ہو بندہ نے عرض کیا کہ نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ روزانہ ایک آیت یاد کر لیا کرو تو دورہ حدیث تک قرآن مجید حفظ ہو جائے گا بندہ نے اس مشورہ پر عمل شروع کیا اور اڑھائی سپارے تک حفظ کر لیے لیکن پھر اپنی غفلت اور تعلیمی مصروفیات کی

وجہ سے اس معمول کو جاری نہ رکھ سکا جس کا آج تک قلق ہے کہ اب بھی ارادہ اور دعا یہی ہے کہ قرآن پاک مکمل حفظ ہو جائے۔

مطالعہ کی عادت

درس نظامی میں مطالعہ کو بہت اہمیت حاصل ہے مطالعہ کہا جاتا ہے کہ طالب علم سبق پڑھنے سے پہلے اس سبق پر غور وفکر کرے اور اسے از خود سمجھنے کی کوشش کرے اور اس بات کا فرق کرے کہ سبق میں کتنی باتیں سمجھ میں آئیں ہیں اور کتنی باتیں نہیں آئیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ عربی یا فارسی کتاب کی عبارت کو حل کرے اور جو قوانین وفوائد صرف ونحو میں پڑھے ہیں ان کا اس میں اجراء کرے پھر اس عبارت کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے اس سے تین بڑے فائدے ظاہر ہوتے ہیں پہلا تو یہ کہ عبارت پڑھنی آجاتی ہے دوسرا عربی زبان سمجھنے کی استعداد پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے تیسرا استاد سے سبق پڑھنے کا اشتیاق پیدا ہو جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے تھے کہ درس نظامی کا نصاب استعداد پیدا کرنے کے لیے ہے یہ کل علم نہیں ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے دھکا دے کر گاڑی کو سٹارٹ کر دیا جاتا ہے پھر وہ از خود منزل پر پہنچ جاتی ہے۔

میرے والد گرامی حضرت مولانا نیاز محمد صاحب ترکستانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ عربیت کی استعداد پیدا کرو یہ اصل علم ہے ساری کتابیں پڑھنا علم نہیں ہے جب آدمی میں یہ استعداد ہوتی ہے تو ہر کتاب سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے اس لیے اردو تراجم اور شروحات کو علمی استعداد کے لیے زہر قاتل سمجھتے تھے اور بندہ پر ان سے استفادہ پر پابندی لگائی ہوئی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ اردو تراجم نے علم کو تباہ کیا ہے۔

مطالعہ کرنے کی مثال ایسے ہے جیسے کنواں کھودنا کہ پہلے خشک مٹی نکلتی ہے پھر گیلی مٹی آتی ہے پھر گارہ آتا ہے پھر پانی آتا ہے مطالعہ میں بھی ابتداء میں طالب علم کو مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے بندہ نے درسی کتب کا مطالعہ درجہ ثانیہ قدوری شریف

سے شروع کیا تھا اور درجہ ثالثہ میں اصول الشاشی اور کنز الدقائق کے مطالعہ کا اہتمام کیا تھا ابتداء میں بہت دقت ہوئی گھنٹوں کی محنت کے بعد عبارت درست ہوتی اور چند الفاظ سمجھ میں آتے جب بندہ کے شرکائے درس اردو شروحات کا مطالعہ کرکے بحث ومباحثہ کرتے تو اور بھی طبیعت پریشان ہوجاتی لیکن والد صاحبؒ کی نصیحت کی وجہ سے اردو شروحات کا مطالعہ نہ کرتا تھا بلکہ نفس کتاب یا اسکا حاشیہ سمجھنے کی کوشش کرتا تھا پھر الحمد للہ دھیرے دھیرے یہ آسان ہوتا گیا اور درجہ رابعہ میں نور الانوار مع حاشیہ کئی صفحات استاد سے پڑھنے سے پہلے یاد ہوجاتے تھے اور شرح جامی کے لیے تحریر سنبٹ اور سوال کابلی کا بلا تکلف مطالعہ کرلیتا تھا اور اگلے درجات میں بڑی کتب کے ایک دو صفحوں کا مطالعہ دس سے پندرہ منٹ تک کرلیتا تھا۔

ماہانہ خرچ اور کتابیں جمع کرنے کا شوق

حضرت والد صاحبؒ ماہانہ دوسو روپے بطور خرچ منی آرڈر کے ذریعے بھیجا کرتے تھے جو کہ ناشتہ، چائے، تیل، صابن، کاپی، قلم وغیرہ کے لیے بمشکل پورے ہوتے تھے لیکن اس کے ساتھ شروع ہی سے کتابیں خریدنے کا شوق اس قدر دامن گیر ہوا کہ منی آرڈر پہنچتے ہی نصف اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن پر جمع کرادیتا اور مختلف کتابیں لیتا رہتا مالک کتب خانہ محمد سعد صاحب اس سلسلہ میں طلباء کے ساتھ بہت تعاون کرتے تھے اور آسانی کے ساتھ کتابیں ادھار دے دیتے تھے اس طرح طالب علمی میں کتب کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہوگیا اگرچہ اس سے دیگر اخراجات میں بہت تنگی ہوجاتی لیکن اس روش کو نہیں چھوڑا تنگی اس حد تک چلی جاتی کہ پندرہ پندرہ دن تک چائے پینے کے پیسے بھی نہ ہوتے تھے۔ وللہ الحمد والشکر

ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم

ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم ہمارے دور میں جامعہ کے ناظم تعلیمات تھے اور آجکل جامعہ کے شیخ الحدیث اور مہتمم ہیں ڈاکٹر صاحب حضرت بنوریؒ

کے خاص تلامذہ اور خدام میں سے ہیں جامعہ سے فراغت کے بعد مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی پھر ازہر یونیورسٹی مصر سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

بہت نفیس اور خوبصورت شخصیت کے مالک ہیں اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی حسن سے نوازا ہے طبیعت میں انتہائی نفاست اور ظرافت پائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے عربی زبان پر ایسا ملکہ دیا ہے کہ ان کی مادری زبان معلوم ہوتی ہے بڑے بڑے عرب وفود کی آمد پر ان کی برجستہ اور فصیح و بلیغ عربی سننے کو ملی۔ بہت بروقت اور برمحل بات کی تعبیر فرمایا کرتے تھے خود اہل عرب ان کی روانی پر حیران رہ جاتے تھے طلباء کے ساتھ نہایت شفیق اور رحم دل تھے جوش و جذبہ اور دنگا فساد پسند نہیں فرماتے تھے۔

ہم تینوں بھائیوں پر ڈاکٹر صاحب کی بڑی شفقت تھی بلکہ وہ ایک عرصہ تک مجھے لندن کا طالب علم سمجھتے رہے اور ہر جمعرات کو چھوٹا بھائی خلیق احمد اخون ان کے سر کی مالش کرنے پر مامور تھا کبھی کبھی بندہ بھی یہ فریضہ انجام دیتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے ہمیں درجہ اولیٰ میں الطریقۃ العصریہ پڑھائی جو ان کی اپنی تصنیف کردہ کتاب ہے اور درجہ سابعہ میں مشکوٰۃ جلد ثانی پڑھائی۔

الطریقۃ العصریہ کی وجہ سے درجہ اولیٰ ہی سے عربی کے ساتھ غائیت درجہ تعلق پیدا ہو گیا تھا ڈاکٹر صاحب سبق بہت عام فہم انداز میں پڑھاتے تھے اور مشکوٰۃ شریف میں احادیث کو موجودہ معاشرے اور حالات پر منطبق کرتے تھے جس سے ان کی افادیت بہت بڑھ جاتی تھی مسائل میں تشدد اور سختی پسند نہیں فرماتے تھے ان کی شخصیت عوام و خواص میں بہت مقبول ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے بہت سی تصانیف کی ہیں جس میں الطریقۃ العصریہ وفاق المدارس کے نصاب میں داخل ہے جامعہ میں اب پرانے اکابر میں صرف ڈاکٹر صاحب کی شخصیت ہے جن کی سرپرستی میں جامعہ کام کر کر رہا ہے اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو صحت و عافیت کے ساتھ درازی عمر عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر صاحب کو ہر سال عرب ممالک سے مختلف موضوعات پر منعقد کانفرنسز میں دعوت دی جاتی ہے جن میں خاص طور پر سعودی عرب، لیبیاء، مصر اور شام قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ یورپ اور افریقہ کے ممالک کا بھی دورہ فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم

بندہ نے مولانا سے درجہ اولیٰ میں اردو سیرت کی کتاب رحمت دوعالم ﷺ پڑھی تھی مولانا بہت منکسر المزاج، چست، بااخلاق شخص تھے صبح کو پہلا گھنٹہ انہی کی پاس ہوتا تھا جامعہ کا خادم درس گاہ کی جھاڑو دیکر چلا جاتا تھا ڈیسک اور تپائیاں درسگاہ میں بکھری ہوتی تھیں مدرسہ شروع ہوتا تو ہم طلباء دس منٹ کی تاخیر سے پہنچتے تو دیکھتے کہ مولانا خود تپائیاں سیدھی کررہے ہیں بڑی شرمندگی محسوس ہوتی اور عرض کرتے کہ حضرت آپ ایسا نہ کیا کریں تو فرماتے کہ کوئی بات نہیں اس میں کیا ہوتا ہے۔

اردو پر بحث

سیرت رحمت دوعالم ﷺ میں کبھی ایسے الفاظ آجاتے جو خالص اردو محاوراتی ہوتے تو استاد صاحب اس کا معنی کراچی کے رہنے والے طلباء سے دریافت کرتے میں بھی بسا اوقات رائے دیتا تو ڈانٹ کر فرماتے تم پنجاب کے رہنے والوں کو اردو کا کیا پتہ کراچی والے اہل زبان ہیں لیکن اکثر میرا بتایا ہوا مفہوم ہی درست ہوتا تو پھر میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ میری والدہ کی زبان بھی اردو ہے اور سکول میں میں نے اردو پڑھی ہے اس لیے اردو محاورے کو اچھی طرح سمجھتا ہوں پھر مطمئن ہوگئے۔

مولانا عبدالقیوم صاحبؒ چترالی

مولانا والد صاحبؒ کے خاص شاگرد تھے اور بہاول نگر میں کئی سال گزارے تھے حضرت بنوریؒ کے بھی خاص خدام میں سے تھے اور علم الصرف پڑھانے میں بہت مشہور تھے۔ واقعی جس نے ان کے پاس دوسال صرف پڑھ لی تو ان کو مزید دورہ صرف کی

ضرورت نہیں رہتی تھی۔

حضرت کے پاس انتظامی امور میں مختلف نظامتیں بھی رہتی تھیں بندہ کے دوران تعلیم آپ ناظم مطبخ اور ناظم دارالاقامہ تھے بہت صاحب دل اور متقی انسان تھے اور صحت کے اعتبار سے بہت پھرتیلے تھے صبح کو نماز کے لیے طلباء کو جگاتے تھے ان کا ربڑ کا چھانٹا بڑا مشہور تھا ایک دفعہ طلباء کو بیدار کر جاتے پھر پندرہ منٹ کے بعد دوبارہ تشریف لاتے اب اگر کوئی سویا مل جاتا تو دوعدد چھانٹے رسید فرماتے تھے عام طور پر سردی کے موسم میں چھانٹوں کا خوب دور چلتا تھا۔

حضرت کی صحت قابل رشک تھی لیکن جب سے ہسپتال سے آپ کا نوزائیدہ بچہ اغوا ہوا اس غم اور صدمے سے آپ کی صحت خراب ہوگئی۔

زندگی کے آخری دور میں جامعہ کے ناظم تعلیمات رہے پھر فالج کی بیماری میں چند سال مبتلا رہ کر رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

بندہ کے ساتھ شفقت

حضرت مجھے ترکی چچا کہہ کر پکارا کرتے تھے حضرت سے بندہ نے علم الصیغہ پڑھی صیغوں کی مشق قرآن مجید سے کرایا کرتے تھے بہت شفقت اور محبت فرماتے تھے

غیر ملکی شرکائے درس

پاکستان میں جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی وہ واحد ادارہ تھا جہاں سب سے زیادہ غیر ملکی طلباء زیر تعلیم تھے کم از کم ۲۰ ملکوں کے سینکڑوں طلباء مختلف درجات میں تعلیم حاصل کر رہے تھے جن میں زیادہ تعداد جنوبی افریقہ کے طلباء کی تھی بندہ کے ساتھ بھی درجہ اولیٰ میں درجن بھر غیر ملکی طلباء تھے اور والد صاحب کی نصیحت کے مطابق میں ان سے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں مشق کیا کرتا تھا اگرچہ ہمارے بعض پاکستانی طلباء اس کو معیوب سمجھتے تھے لیکن میرا موقف یہ تھا کہ جب یہ لوگ اردو غلط بولتے ہیں تو ہم یہ کہہ کر درگزر کر دیتے ہیں کہ یہ اہل زبان نہیں اگر میری انگریزی میں کمی ہوگی تو یہ بھی درگزر

کریں گے الحمدللہ اس کا بہت نفع ہوا اور انگریزی بولنے کی جھجک دور ہوگئی اور اسی وجہ سے ہمارے درجے کے غیر ملکی طلباء تکرار وغیرہ اور درس کی مشکلات کے سلسلے میں بندہ سے رجوع کرنے لگے پھر یہ تعلق کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ بعض اساتذہ مجھے غیر ملکی طالب علم سمجھنے لگے اور جب میں بڑے درجات میں گیا تو چھوٹے درجات کے بہت سے غیر ملکی طلباء نے مختلف کتابیں خاص طور پر اصول فقہ اور منطق کی کتب خارجی وقت میں بندہ سے پڑھیں ان طلباء میں مولوی سعید احمد لوکھانی جنوبی افریقہ ،مولوی محمد ابراہیم کڑوا جنوبی افریقہ، مولوی موسیٰ پانڈور جنوبی افریقہ قابل ذکر ہیں۔

مولانا ایوب ولی پٹیل صاحب انگلستانی سے دوستی

ہمارے درجہ اولیٰ میں برطانیہ کے ایک طالب علم مولانا ایوب ولی پٹیل صاحب بھی تھے جنہوں نے اعدادیہ بھی جامعہ میں ہی پڑھی تھی اور اب بندہ کے ساتھ درجہ اولیٰ میں تھے کبھی کبھی میرے ساتھ تکرار کیا کرتے تھے انہیں سر درد کی بیماری تھی اور کبھی کبھی اس کا سخت حملہ ہوتا تھا چار پانچ ماہ بعد درس سے کئی دن غیر حاضر رہے تو بندہ کو تشویش ہوئی چونکہ ان کا دارالاقامہ الگ تھا اور اس میں کم ہی پاکستانی طلباء جایا کرتے تھے تو میں نے ایک غیر ملکی طالب علم سے ان کے بارے میں پوچھا اس نے بتایا کہ وہ سخت بیمار ہے تو بندہ عصر کے بعد ان کے کمرے میں گیا تو وہ سر باندھ کے لیٹے ہوئے تھے میں نے عیادت کی خیریت پوچھی اور انہیں مشورہ دیا کہ سر کی مالش اور بادام اور دودھ استعمال کریں ان کے لیے یہ چیزیں نئی تھیں ان کے ملکوں میں ان چیزوں کا استعمال اس انداز میں نہیں ہوتا تھا بندہ نے کہا کہ میں آپ کو دودھ بنا کر دونگا چنانچہ دو تین دن تک دودھ تیار کر کے لاتا رہا اور مالش کے لیے خالص سرسوں کا تیل بھی مہیا کیا اس سے الحمدللہ ان کو بہت فائدہ ہوا اور اس کے مسلسل استعمال سے بیماری کافی حد تک کم ہوگئی لیکن یہ چیز خصوصی تعلق اور دوستی کا ذریعہ بن گئی طالب علمی میں یہ تعلق قائم رہا اور ابھی تک الحمدللہ قائم ہے اور ان کی دعوت پر متعدد بار برطانیہ جا چکا ہوں۔مولانا نے جامعہ

سے تخصص بھی کیا آج کل الحمدللہ فلاح مسجد پریسٹن میں امامت وخطابت اور تدریس کر رہے ہیں۔

تبلیغی مرکز مکی مسجد میں پہلی حاضری

بندہ کے ایک ساتھی مولوی سید محمد امتیاز صاحب تھے جن کا تبلیغی جماعت سے گہرا تعلق تھا ان کی ترغیب پر کراچی کے مشہور تبلیغی مرکز مکی مسجد میں شب جمعہ گزارنے کا پروگرام بنایا جمعرات کو مغرب تک ہم مرکز پہنچ گئے مغرب سے عشاء تک بیان سنا اور عشاء کے بعد کھانا کھا کر سونے کی جگہ بنائی سوتے سوتے ویسے بھی خاصی دیر ہوگئی تھی ابھی گہری نیند کی وادیوں میں پہنچا ہی تھا کہ زور سے کوئی آواز آئی میں ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا دیکھا تو قریب ہی ایک خان صاحب حالت نیند میں اپنا جسم کھجا رہے ہیں اور عجیب عجیب آوازیں نکال رہے ہیں آنکھیں ان کی بند تھیں کبھی ہاتھ قمیص کے اندر ڈالتے تھے کبھی شلوار کے اندر مجھے بہت وحشت ہوئی مسجد میں رش کی وجہ سے کسی دوسری جگہ پر جانے کی بھی گنجائش نہیں تھی اور وہ خان صاحب صبح تک حالت نیند میں یہی عمل کرتے رہے ساری رات لیٹ کر اور بیٹھ کر گزاری صبح ہوئی تو سارا واقعہ دوست کو بتایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ کھٹمل ہیں جو خان صاحب کو کاٹ رہے تھے اس سے پہلے میں کھٹملوں سے متعارف نہیں تھا کیونکہ پنجاب میں کھٹمل نہیں ہوتے اگرچہ بعد میں جامعہ میں بہت واسطہ پڑتا رہا۔

اس واقعہ کے بعد پھر کبھی مکی مسجد میں رات نہیں گزاری مغرب وہاں پڑھتے اور پھر واپس آ کر عشاء جامعہ میں پڑھا کرتے تھے البتہ ایک دن کی تشکیل میں جانا ہوتا تو اس کے لیے جامعہ سے براہ راست تشکیل کرا لیتے تھے مدنی مسجد کا مرکز ان دنوں میں تعمیر نہیں ہوا تھا۔

مولوی سید محمد امتیاز صاحب سلمہ

آپ ہمارے درجہ اولیٰ کے ساتھی تھے ان کے والد بنگلہ دیش میں بڑے سرمایہ دار

تھے لیکن بنگلہ دیش کے الگ ہونے پر لٹ پٹ کر پاکستان منتقل ہوگئے اور جلد ان کا انتقال ہوگیا امتیاز صاحب جامعہ میں داخل ہوگئے انگریزی بہت اچھی جانتے تھے ان کا بھی غیرملکی طلباء سے خاصا تعلق تھا تبلیغی جماعت اور اہل اللہ سے خوب متعارف تھے اور حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحبؒ کے حلقہ سے وابستہ تھے کچھ سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے اس لیے ہمارے ان سے نوک جھونک بھی چلتی رہتی تھی لیکن ان سے قلبی محبت تھی درجہ سادسہ تک تو تعلیم جاری رکھی بعد میں گھریلو حالات کی وجہ سے کہیں نوکری کرلی اور کافی عرصہ منظر سے غائب رہے لیکن بندہ نے اور مولانا ایوب ولی پٹیل نے بالآخر ڈھونڈ نکالا پھر جب تک جامعہ میں رہے گاہے بگاہے ملاقات ہوتی رہی جامعہ سے فراغت کے بعد پھر کافی عرصہ ان کا پتہ نہ چلا پھر معلوم ہوا کہ وہ کسی غیر ملک میں گئے ہوئے ہیں پھر الحمدللہ ان سے ملاقات ہوگئی اور اب الحمدللہ وہ بھی بہاول نگر کئی بار تشریف لا چکے ہیں اور بندہ بھی ان کی دعوت پر غیرملکی دورہ کر چکا ہے اور اب بھی ان کا جذبہ یہی ہے کہ کار دنیا ترک کے کار آخرت میں لگ جائیں اور علمی خدمت انجام دیں اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔آمین

احساس تنہائی اور گھر کی یاد

پہلے سال بڑی شدت سے تنہائی کا احساس ہوتا تھا جامعہ میں کسی سے کوئی خاص دوستی اور تعلق نہیں تھا اور بہاول نگر کے علاقہ کا کوئی طالب علم اور ساتھی بھی نہیں تھا خاص طور پر جمعرات کو جب طلباء کی اکثریت اپنے دوست واحباب یا عزیز واقارب کے ساتھ ادھر ادھر چلے جاتے اور جامعہ کا دارالاقامہ (ہوسٹل) میں ہوٗ کا عالم ہوتا اور میرے جیسے چند طالب علم رہ جاتے تو بڑی شدت سے گھر کی یاد آتی اور اکثر آنسو رواں ہو جاتے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ جب تک نہ رو لیتا دل کو تسلی نہ ہوتی یہ سال تقریباً ایسے ہی گزرا عیدالاضحیٰ کی تعطیلات میں تقریباً ایک ہفتہ کے لیے گھر آنا ہوا بقرعید کے بعد سے لے کر سالانہ امتحان جو کہ دس شعبان کے بعد ہوا کرتے تھے یہ زمانہ بڑا طویل اور گراں گزرا ایسا معلوم

ہوتا تھا کہ سال ختم ہی نہیں ہوگا اس کیفیت کی شدت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب سالانہ امتحان کے بعد سالانہ چھٹیاں ہوئیں تو یقین نہیں آتا تھا کہ چھٹی ہوگئی ہے بلکہ میں نے ہاتھ کئی بار کاٹ کے دیکھا کہ میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔

گھر واپسی

اس وقت ٹرین کا سفر بہت طویل ہوتا تھا اور ٹرین کے علاوہ سفر کی کوئی سبیل نہیں تھی کراچی سے بہاول نگر پہنچتے پہنچتے ۲۴ گھنٹے لگ جاتے تھے بہرحال گھر پہنچا والدین مرحومین اور بہن بھائی بہت خوش تھے اور والد صاحبؒ نے صرف ونحو کا امتحان بھی لیا اور جوابات پا کر بہت خوش ہوئے اور تعلیمی معیار پر بہت زیادہ اطمینان کا اظہار فرمایا۔

تعطیلات کا مشغلہ

جامعہ میں دینی تعلیم شروع کرنے کے بعد یہ پہلی سالانہ تعطیلات گھر گزارنے کا موقعہ تھا حضرت والد صاحبؒ تعطیلات میں طالب علموں کے لیے مختلف دورے کرنا جیسے دورہ صرف ونحو، دورہ تفسیر وغیرہ کے قائل نہیں تھے طالب علموں کے لیے چھٹیاں گھر میں گزارنے کو بہتر سمجھتے تھے تاکہ والدین کی خدمت اور محبت کا موقعہ ملے اور جسمانی صحت اچھی ہو البتہ گھر میں کوئی عالم میسر ہوجائے تو آئندہ سال جو فنون پڑھنے ہوں ان میں جو مشکل ہوں ان کی معرفت حاصل کرلی جائے۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ میرا بھی یہی ذوق ہے حدیث کے ایک بہت بڑے امام امام ابوطاہر الجزائری جن کی اصول حدیث پر سب سے جامع کتاب ہے جس کا نام ''توجیہ النظر الی اصول الاثر'' ہے وہ فرماتے ہیں ''**مَنْ حَصَّلَ اَیَّامَ التَّعْطِیلِ فَقَدْ عَطَّلَ اَیَّامِ التَّحْصِیْل**'' کہ جس نے چھٹیاں بھی تحصیل علم میں لگائیں اس نے گویا تحصیل علم کے دنوں کو ضائع کردیا۔

کیونکہ انسانی ذہن مسلسل کام سے تھک جاتا ہے اور اس میں بیزاری کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام

ہمیں وقفہ دے کر وعظ و نصیحت فرماتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں (بخاری شریف)
اس لیے تعطیلات آرام کرنے اور صحت بنانے میں لگانی چاہیے کیونکہ گھر میں جو کھانا پینا میسر ہوتا ہے وہ مدارس میں نہیں ہوتا۔

چونکہ آئندہ سال درجہ ثانیہ میں منطق کا فن شروع ہو رہا تھا تو حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ روزانہ تھوڑی دیر یہ فن پڑھ لیا کرو چنانچہ ایساغوجی شروع کرادی اور اس میں جو اصطلاحی تعریفات تھیں ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کو خوب یاد کرو آپ تسبیح میرے ہاتھ میں دے دیتے فرماتے کہ ایک ایک تعریف کو ۱۰۰ بار دھراؤ میں دو چار بار یاد کرنے کے بعد عرض کرتا کہ مجھے یاد ہوگئی ہیں تو آپ فرماتے یاد تو ہوگئی ہیں لیکن پختہ نہیں ہوئیں یاد کی ہوئی چیز تو انسان بھول جاتا ہے مگر پختہ کی ہوئی چیز نہیں بھولتا اس کی برکت سے وہ تعریفات آج بھی یاد ہیں۔

اسی طرح اگلے درجات میں قطبی کے کچھ اسباق اور اصول فقہ کا خلاصہ علم فلسفہ کی میبذی کا خلاصہ اور بخاری شریف کے چند اسباق حضرت والد صاحب سے پڑھے۔

درجہ اولیٰ سہ ماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ اولیٰ ششماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ اولیٰ سالانہ امتحان کا نتیجہ

درجہ ثانیہ ۱۴۰۰۔۱۳۹۹ھ بمطابق ۸۰۔۱۹۷۹ء

گھر سے روانگی کا معمول

حضرت والد صاحبؒ کا حکم اور بندہ کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی کہ ۶ شوال کو جس دن جامعہ میں نئے داخلے شروع ہوتے تھے پہنچ جاتا تھا اگر چہ تعلیم ۲۰ شوال تک شروع ہوتی تھی اس کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ دارالاقامہ میں سہولت کی جگہ مل جاتی تھی اور کتب خانہ سے کتب لے کر اس سے ابتدائی معرفت حاصل کر لی جاتی تھی اور نئے آنے والے طلباء کے ساتھ تعارف اور تعاون کا موقعہ مل جاتا تھا اور جامعہ کے عملے کیساتھ نئے طلباء کے داخلے میں تعاون کر کے اساتذہ کی دعائیں بھی ملتی تھیں اور شروع سے آخر تک استاد سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی تھی اور پوری تیاری کے ساتھ نئے سال کی تعلیم شروع ہو جاتی تھی اور دارالاقامہ میں رہائش کے سلسلے میں اپنی مناسبت کے ساتھیوں کا چناؤ آسانی سے کر لیا جاتا تھا اور اساتذہ کی خدمات کی ڈیوٹی آسانی سے مل جاتی تھی اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد تھے جو تجربے سے معلوم ہو جاتے ہیں۔

ثم خیرا کی بیماری

دینی مدارس اور جامعات میں طلباء میں ایک بیماری ہوتی ہے جس کا نام ہے ثم خیرا یعنی دوسری جگہ اچھی ہے۔

سال کے آخر میں طلباء کو یہ وسوسہ ہونے لگتا ہے کہ یہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جائیں اور اس میں ایک دوسرے کو مشورے بھی دیتے ہیں اچھے سے اچھے جامعہ کے طلباء بھی اس بیماری کا شکار ہو کر غیر معیاری اداروں میں جا کر ضائع ہو جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک درخت کو ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لگایا جائے تو وہ اپنے پہلے پتے گرا کر پھر نئے پیدا کرتا ہے پھر وہاں سے اکھاڑ کر تیسری جگہ لگایا جائے تو پھر یہی ہوتا ہے تو اس درخت کی نشوونما

نہیں ہوتی اور نہ وہ تن آور بنتا ہے یہی مثال اس طالب علم کی ہے جو بلا وجہ صرف وسوسہ اور توھم کی بنیاد پر ادارے بدلتا رہتا ہے وہ کبھی تن آور اور جید عالم نہیں بن سکتا۔

بندہ کو جب والد صاحبؒ نے کراچی بھیجا تو فرمایا تھا کہ چار پانچ سال میں عالم بن جاؤ گے لیکن جب جامعہ میں داخل ہوا تو پتہ چلا کہ میٹرک پاس طلباء کے لیے آٹھ سال کا کورس ہے اس سے طبیعت پر کچھ گھبراہٹ ہوئی لیکن والد صاحبؒ اور والدہ صاحبہؒ کی حوصلہ افزائی سے الحمدللہ پورے آٹھ سال جامعہ کی چار دیواری میں گزارے اور جب بھی کوئی ساتھی ثم خیرا کا مشورہ دیتا یا لیتا تو اسے والد صاحبؒ کا ملفوظ سنا دیتا۔

حضرت مولانا بدیع الزمان صاحبؒ

جامعہ کے وہ اساتذہ جو جامعہ کی زینت، ترقی کا ذریعہ اور حضرت بنوریؒ کے معتمدین خاص اور علم کے آفتاب ومہتاب تھے ان میں سے حضرت مولانا بدیع الزمان صاحبؒ بھی تھے۔

آپ بڑی انفرادی اور امتیازی شان کے مالک تھے اور ''اذارُؤ واذکــــــر اللہ'' (جب ان کو دیکھا جائے اللہ تعالیٰ یاد آجائے) کا پیکر تھے اور اتباع سنت میں منفرد حیثیت رکھتے تھے کبھی آپ کو کھلکھلا کر ہنستے نہیں دیکھا گیا۔

آپ کی ہر ہر ادا کھلم کھلا سنت میں ڈھلی ہوئی تھی سفید لباس زیب تن فرماتے اور ہمیشہ دیسی جوتی (کنّوں والی) استعمال کرتے اور سر پر سہارن پوری ٹوپی رکھتے تھے جسے باخرہ کہتے ہیں۔

حضرت جامعہ سے ایک ڈیڑھ کلومیٹر پر ایک مسجد میں اوقاف کی طرف سے امام وخطیب تھے صبح کو مدرسہ شروع ہونے سے دس پندرہ منٹ پہلے سائیکل پر تشریف لاتے ہم لوگ مدرسہ کے مین گیٹ پر حضرت کا استقبال کرتے اور حضرت کی سائیکل سنبھالتے اور دفتر کے پاس کھڑی کر دیتے۔

بندہ نے حضرت سے ھدایۃ النحو، مختصر المعانی، ابوداؤد شریف پڑھی حضرت کا درس

نفس کتاب کا ہوتا تھا عربی عبارت کی تصحیح، ترکیب اور مفہوم پر بہت زور دیتے تھے لمبی چوڑی تقاریر سے احتراز فرماتے تھے کتاب کی ہر سطر پڑھتے جاتے تھے اور سمجھاتے جاتے اور اسی طرح سبق پورا کرتے۔

حضرت طلباء کو وظائف اور اوراد کی بہت تاکید کرتے تھے خاص طور پر مسنون دعاؤں کی بہت اہمیت بیان کرتے اور درسی کتب کے ساتھ خارجی کتابوں کے مطالعے کا مشورہ بھی دیتے خاص طور پر تفریح طبع اور معلومات کے لیے ان دو کتابوں کا ضرور مشورہ دیتے ایک آکام المرجان فی احکام الجان یہ علامہ بدرالدین کی کتاب ہے جو جنات کی معلومات پر سب سے جامع کتاب ہے اور دوسری حیات الحیوان یہ علامہ دمیری کی کتاب ہے جو حیوانات کا معلوماتی انسائیکلو پیڈیا ہے اور بہت مجرب عملیات کا ذخیرہ بھی ہے۔ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ ان عملیات پر بہت اعتماد فرماتے تھے اور عملیات کشمیری میں اکثر عملیات اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

بندہ نے یہ کتابیں حضرت کے مشورہ کی وجہ سے طالب علمی ہی میں خرید لی تھیں اور مطالعہ کی تھیں۔

مفتی منیر احمد اخون سلمہ کا خواب

بندہ کے پانچویں سال بندہ کے دو بھائی مفتی منیر احمد اخون سلمہ اور مفتی خلیق احمد اخون سلمہ بھی جامعہ میں داخل ہوئے اس کی تفصیل آگے ذکر کروں گا مفتی منیر احمد اخون سلمہ درجہ اولیٰ میں تھے اور مولانا بدیع الزمان صاحبؒ انہیں نحو میر پڑھایا کرتے تھے مفتی منیر نے ایک دن مجھے خواب سنایا کہ حضرت نے مجھے خواب میں پچاس روپے دیئے ہیں اس کے بعد وہ پڑھنے چلا گیا دوپہر کی چھٹی پر جب وہ کمرے میں آیا تو ایک طالب علم بلانے آیا کہ منیر کو مولانا بدیع الزمان صاحب بلا رہے ہیں چھوٹا بھائی فوراً دفتر میں چلا گیا تو حضرت نے اسے پچاس روپے دیے چند دن کے بعد دوبارہ یہ خواب آیا تو حضرت نے پھر بلایا اور پچاس روپے دیے اسی طرح تیسری

مرتبہ بھی یہ واقعہ پیش آیا اور یہ پچاس کے نوٹ شاید مفتی منیر احمد اخون کے پاس ابھی تک محفوظ ہیں۔

حضرتؒ کا خواب

حضرتؒ نے ہمیں دورہ حدیث میں ایک اپنا خواب سنایا جب ابوداؤد شریف کا گھنٹہ شروع ہوا جو کہ غالباً تیسرا ہوتا تھا حضرت استاد نے درس کی نشست پر تشریف فرما ہونے کے بعد فرمایا کہ میں نے رات ایک خواب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی نعش مبارک ایک لکڑی کی ریڑھی پر رکھی ہوئی ہے اور میں اس ریڑھی کو کھینچ رہا ہوں چلتے چلتے ایک قبر کے کنارے پہنچتا ہوں اور آپ ﷺ کی نعش مبارک کو قبر میں رکھنے کے لیے جب ریڑھی کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو اٹھانا چاہا تو آپ ﷺ نے آنکھیں کھول دیں اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے میں نے فرط جذبات سے درود وسلام پیش کیا اور عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ ہم اس بات کا ایمان اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ روضہ مبارک میں زندہ ہیں۔

حضرت نے جب یہ خواب بیان کرنا شروع کیا تو پوری کلاس پر ایک عجیب کیفیت تھی اور دودھیا شکل میں نور اترتا ہوا بندہ نے دیکھا ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے سفید دھواں بھر گیا ہو۔

حضرت نے جونہی خواب پورا کیا تو جماعت میں دو ساتھی جو افغانستان کے ایک بڑے بزرگ کی اولاد تھے چیخ مار کر بے ہوش ہوگئے اور حضرت فوراً اٹھ کر دفتر تشریف لے گئے۔

بندہ کی نظر میں تعبیر

بندہ کی نظر میں اس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ حضرت چونکہ تشنج کی مرض میں ایک عرصہ دراز سے مبتلا تھے جب آپ پر اس مرض کا حملہ ہوتا تو آپ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے لیکن اس کے باوجود حدیث کے درس کو قائم رکھا ہوا تھا اور بڑی باقاعدگی کے ساتھ

ابوداؤدشریف کا درس جامعہ میں دیتے تھے اور دوسرا علماء دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

حضرت اقدس کی علالت

جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ حضرت کو تشنج کا مرض تھا اس کا بہت علاج کیا اور علاج کی خاطر بہت اسفار بھی کیے لیکن صحت ٹھیک نہیں ہوئی اور دن بدن مرض میں شدت آتی چلی گئی جب آپ پر بیماری کا حملہ ہوتا تھا تو آپ کو دیکھنا مشکل ہوتا تھا تکلیف کی اس قدر شدت ہوتی تھی کہ دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا تھا آپ گھر کے کمرے میں تڑپتے رہتے اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا نام ہوتا پہلے دن میں ایک بار حملہ ہوتا تھا پھر کئی بار ہونے لگا پھر حالت یہاں تک پہنچی کہ بہت کم پہچانتے تھے اور بغیر سہارے کے بیٹھنا مشکل تھا لیکن آپ آخر تک رضا بالقضا کی تصویر بنے رہے اور اسی حالت میں دنیا سے رحلت فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون

مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم کا خواب

جس رات حضرت کی رحلت ہوئی اس رات مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم نے خواب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے ہیں مفتی صاحب نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ کہاں تشریف لے جارہے ہیں تو فرمایا مولانا بدیع الزمان صاحب آرہے ہیں ان کے استقبال کے لیے جارہا ہوں

مفتی صاحب نے بیدار ہوکر حضرت کے صاحبزادے کو فون کیا اور حضرت کی خیریت پوچھی تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت وفات پاگئے ہیں۔

جشن صد سالہ دارالعلوم دیوبند انڈیا

۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء کو دارالعلوم دیوبند انڈیا میں صد سالہ تقریب کا انعقاد کیا گیا اور پورے عالم سے علماء، طلباء، صلحاء، بزرگان دین اور عامۃ المسلمین کو دعوت دی گئی۔

جامعہ میں بھی بڑے زور وشور سے اس میں شرکت کی تیاری ہونے لگی اساتذہ اور طلباء کے پاسپورٹ اور ویزہ وغیرہ خصوصی رعایت اور سہولت کے ساتھ بنائے جانے لگے اور تقریباً ٹرین کی دو بوگیاں جشن صد سالہ میں شرکت کے لیے سٹی اسٹیشن کراچی سے روانہ ہوئیں جن پر مندوبین جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی (پاکستان) کے بینر لگائے گئے طلباء میں سے صرف بڑے طلباء کو جانے کی اجازت تھی جس دن یہ قافلہ روانہ ہوا تو اسٹیشن پر ایک میلے کا منظر تھا ہم اپنے اساتذہ کو بڑے جوش وخروش سے الوداع کہہ رہے تھے۔ یہ قافلہ بذریعہ لاہور، اٹاری، امرتسر سے دیو بند پہنچا۔

جامعہ میں صرف چند اساتذہ رہ گئے تھے اور جامعہ کی دیکھ بھال بزرگ استاد حضرت مولانا ادریس صاحب میرٹھیؒ کی ذمہ تھی اور جامعہ میں چند دن کی تعطیل بھی کردی گئی۔

بڑے بھائیوں کی آمد

اس سال دونوں بڑے بھائی حافظ سراج احمد اخون صاحب اور ڈاکٹر جمیل احمد اخون صاحب کسی نجی کام کے سلسلے میں کراچی تشریف لائے تو حضرت والد صاحبؒ نے انہیں سختی سے منع فرمایا کہ تعلیمی اوقات میں ملنے نہ جانا چنانچہ غالبًا وہ منگل کے دن دوپہر کی چھٹی کے دوران جامعہ آئے ہم نے ان کے کھانے کا بندوبست کیا کھانا کھانے کے بعد ظہر سے قبل وہ چلے گئے انہوں نے کئی دن کراچی رہنا تھا میں نے عرض کیا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ جمعرات کی چھٹی کے بعد ملنے کے لیے آؤں گا چنانچہ جمعرات کو ان سے تفصیلی ملاقات کی۔

حضرت والد صاحبؒ جو بھی عزیز وغیرہ کراچی آتا اس کو تاکید کرتے کہ میرے تعلیمی مشاغل میں حارج نہ ہوں۔

بندہ اور مولانا ایوب صاحب برطانوی کی بہاول نگر روانگی

بندہ کو جب پتہ چلا کہ حضرت والد صاحبؒ اور بڑے بھائی حافظ سراج احمد خون

مدظلہ جشن صد سالہ میں شرکت کا ارادہ رکھتے ہیں تو ان کی زیارت وملاقات کے لیے گھر جانے کا ارادہ کیا اور اپنے دوست مولانا ایوب ولی پٹیل صاحب کو بھی چلنے کی دعوت دی پہلے تو تیار نہیں ہوئے چونکہ کراچی سے باہر کبھی سفر نہیں کیا تھا لیکن پھر میرے اصرار پر تیار ہوگئے اور ہم بذریعہ ٹرین ۲۰ گھنٹے میں گھر پہنچے مولانا کے لیے پر مشقت سفر تھا کیونکہ وہ اس کے عادی نہیں تھے اور راستے میں بار بار توبہ کی کہ دوبارہ یہ سفر نہیں کروں گا لیکن جب بہاول نگر پہنچے تو حضرت والد صاحبؒ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے جس کمال شفقت اور محبت کا اظہار فرمایا اور والدہ مرحومہ نے جس مہربانی کے ساتھ میزبانی کی مولانا کی ساری تھکاوٹ اتر گئی اور والدین کی محبت وشفقت توبہ شکن ثابت ہوئی پھر اس کے بعد بھی مولانا نے متعدد بار بہاول نگر کا سفر کیا اور اب بھی ہمیشہ والدہ مرحومہ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے دیسی گھی کے پراٹھوں کو خوب یاد کرتے ہیں۔ ہم چند دن بہاول نگر رہ کر جامعہ واپس آ گئے۔

قاری عبدالباسط مصری (مرحوم) کی جامعہ میں آمد

صد سالہ جشن میں قاری عبدالباسط مصری بھی مدعو تھے مصر واپسی پر کراچی جامعہ میں تشریف لائے جامعہ میں محفل قرأت کا انعقاد ہوا ظہر سے قبل قاری عبدالباسط (مرحوم) نے سورۃ مریم تلاوت فرمائی۔

جامع مسجد نیوٹاؤن (بنوری ٹاؤن) جو کہ کراچی کی بڑی اور قدیم مساجد میں سمجھی جاتی ہے اور جامعہ سے متصل ہے اندر باہر سے کچھا کھچ بھری ہوئی تھی۔

قاری صاحب کی قرأت سننے کا میرا یہ پہلا موقعہ تھا قاری صاحبؒ نے ایمان تازہ کر دیا دوران تلاوت قاری صاحب کو پانی پلانے پر بندہ کی ڈیوٹی تھی۔

اہل علم کی قبور پر حاضری

راقم الحروف جامعہ میں حضرت بنوریؒ کی مرقد پر روزانہ حاضری دیتا تھا عصر کی نماز کے بعد مرقد پر حاضر ہوتا سلام کر کے مختصر ایصال ثواب کرتا اور اللہ تعالیٰ سے علم وعمل

کی دعا کرتا آٹھ سال یہ معمول رہا۔

اسی شوق کی وجہ سے جہاں بھی کسی عالم یا بزرگ کی مرقد کا پتہ چلتا تو وہاں جانا ہوتا جامعہ کے کچھ فاصلے پر اسلامیہ کالج کے احاطے میں شیخ التفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا سید سلمان ندویؒ کی قبور ہیں وہاں بھی ہفتے میں ایک بار حاضر ہوتا دارالعلوم کراچی میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی مرقد مبارک پر اور حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ کی وفات کے بعد دارالعلوم میں ان کی تربت پر حاضر ہوتا رہتا تھا اسی طرح حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی قبر پر کئی بار حاضری ہوئی اور پاپوش نگر میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ اور حضرت مولانا ظفر عثمانیؒ کی مرقد مبارک پر حاضری دی اور اب بھی خاص طور پر اساتذہ کرام کی قبور پر حاضری کا بندہ کا معمول ہے۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں کہ کراچی کی زمین کے اوپر بھی بہت اولیاء کرام ہیں اور نیچے بھی بہت اولیاء کرام ہیں یعنی مدفون ہیں۔

مولانا محمد بنوری مرحوم

مولانا محمد بنوری مرحوم حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کے بڑے صاحبزادے تھے کچھ تعلیم جامعہ میں حاصل کی تھی اور کچھ عرب ملکوں میں۔ جامعہ سے باقاعدہ فارغ التحصیل نہیں تھے لیکن عرب ملکوں میں رہنے کی وجہ سے عربی اچھی بولتے تھے درس وتدریس کا کوئی مشغلہ نہیں تھا البتہ مطبخ کے ناظم تھے طلباء کے ساتھ دوستانہ انداز میں رہتے تھے اگر باورچی کے خلاف کوئی شکایت کرنی ہوتی تو طلباء ان کے پاس جاتے تھے یہ بڑی خوشی خوشی طلباء کے ساتھ باورچی خانہ جاتے اور باورچی کو تنبیہ کرتے ہماری فراغت کے بعد اپنے مکان میں شہید کردیے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب ان کے بچے الحمدللہ عالم دین بن چکے ہیں۔

مولانا محمد سلیمان بنوری سلمہ

یہ حضرت بنوریؒ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں جو دوسری اہلیہ کے بطن سے ہیں جن کا تعلق سندھ سے ہے ہمارے دور میں یہ بہت چھوٹے تھے ہماری تعلیم کے آخری سالوں میں حضرت کی اہلیہ کراچی میں منتقل ہو چکی تھیں اور یہ حفظ میں پڑھتے تھے اب ماشاء اللہ جامعہ سے فارغ ہو کر جامعہ میں نائب مہتمم کے عہدے پر فائز ہیں بہت باصلاحیت اور مؤدب نوجوان ہیں ان سے بڑی امیدیں وابسطہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے۔آمین

ششماہی امتحان

جشن صد سالہ کی وجہ سے عام خیال یہ تھا کہ اس سال ششماہی امتحان نہیں ہونگے کیونکہ امتحان کے وقت سے تقریباً ہفتہ پہلے ہی اساتذہ اور طلباء کی واپسی ہونی تھی اس لیے جو چند اساتذہ پیچھے رہ گئے تھے ان کا یہی مشورہ تھا کہ امتحان نہ لیے جائیں لیکن حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ جنہیں پیچھے نگران مقرر کیا تھا وہ اس بات پر مصر تھے کہ امتحان لیا جائے چنانچہ ان کے اصرار پر امتحان لینے کی تیاری کی گئی چونکہ عملہ کم تھا اس لیے بڑے طلباء کو بھی اس تیاری میں شامل کیا گیا۔

امتحان کے انعقاد کے بعد یہ معلوم ہوا کہ بعض طلباء جو امتحانی تیاری میں مقرر تھے وہ سوالیہ پرچے صیغہ راز میں نہ رکھ سکے جامعہ کی امتحان کمیٹی نے امتحان کالعدم قرار دیدیا۔

مبارک خواب

راقم الحروف نے جامعہ میں ایک مبارک خواب دیکھا کہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس میں سبز رنگ کی روشنی ہے مسجد بہت خوبصورت ہے اور بہت اونچی جگہ پر ہے میں اس مسجد میں داخل ہوا تو اس میں نبی کریم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ کے پیچھے

دو یا تین صحابہ کرامؓ نماز پڑھ رہے تھے آپ ﷺ نے بہت خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور غالباً دھاری دار ایک عباء پہنی ہوئی تھی میں بھی بڑے ذوق وشوق سے نماز میں شریک ہو گیا آپ ﷺ کا چہرہ مبارک اور داڑھی مبارک ایک طرف سے دیکھ سکا وہ کوئی سری نماز تھی اس لیے تکبیر کی آواز تو آتی تھی تلاوت کی آواز نہیں آتی تھی سلام کے لیے جب قعدہ میں بیٹھے تو مجھے جاگ آ گئی۔ بیدار ہوا تو دل پر عجیب فرحت اور انبساط چھایا ہوا تھا کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا جب تعطیلات میں گھر واپس آیا تو حضرت والد صاحب مرحومؒ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا مبارک خواب ہے اور اتباع سنت نصیب ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ وللہ الحمد والشکر

درجہ ثانیہ سہ ماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ ثانیہ ششماہی امتحان کا نتیجہ

بوجہ صد سالہ جشن دار العلوم دیو بند انڈیا امتحان نہ ہوا۔

درجہ ثانیہ سالانہ امتحان کا نتیجہ

درجہ ثالثہ ۰۱۔۱۴۰۰ھ بمطابق ۸۱۔۱۹۸۰ء

فن اصول فقہ

بندہ کے لیے درجہ ثالثہ میں نیا فن اصول فقہ تھا جس کی کتاب اصول الشاشی شروع ہوئی تھی بقول حضرت مفتی محمود صاحبؒ مضبوط علم کے لیے دوفنون میں ایک فن کا ماہر ہونا ضروری ہے منطق اور اصول فقہ۔

بندہ درجہ ثالثہ میں اصول الشاشی کا اہتمام سے مطالعہ کرتا تھا ہمیں یہ کتاب مفتی عبدالسلام چاٹگامی دامت برکاتہم پڑھایا کرتے تھے جو نائب رئیس دارالافتاء بھی تھے اور غیر ملکی دارالاقامہ کے ناظم بھی تھے فقہ اور فن قرأت کے ماہر تھے اور حضرت بنوریؒ کے خاص تلامذہ میں سے تھے فقہ اور اصول فقہ بڑی مہارت کے ساتھ پڑھاتے تھے اس لیے شروع ہی سے اس فن کے ساتھ بہت محبت اور مناسبت پیدا ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ نے اپنی زندگی میں تقریباً ۲۰ سال التوضیح والتلویح پڑھائی۔

استاد محترم کی محبت اور برکت سے یہ فن خوب کھلا چنانچہ اصول الشاشی کے حاشیہ تک خوب مطالعہ کرتا تھا اگر چہ ابتداء میں دقت ہوئی لیکن بعد میں آسانی ہوتی چلی گئی اور اس کے ساتھ کچھ کنز الدقائق بھی مطالعہ میں رکھی بہرحال اس سال مطالعہ کرنے کا خوب ڈھنگ سیکھا اور استعداد بڑھانے کی کوشش کی۔

اصول الشاشی سے شغف

چونکہ اصول فقہ سے نہایت مناسبت اور محبت ہوگئی تھی تو رات کو ۱۲۔ ساڑھے ۱۲ بجے تک کتابوں کے تکرار اور سبق یاد کرنے سے فارغ ہو کر جب اکثریت طلباء کی جا کر سو جاتی تھی تو اصول الشاشی کا مطالعہ شروع کرتا تھا ان دنوں سردیوں کا موسم تھا اور کوئٹہ کی ہوائیں چل رہی تھیں جب نیند آنے لگتی تو جرسی اور قمیض وغیرہ اتار کر بنیان میں مسجد کے برآمدہ میں بیٹھ جاتا سردی سے کانپتا بھی رہتا اور مطالعہ بھی کرتا رہتا اور یہ

نیند کو دفعہ کرنے کے لیے کرتا تھا اس طرح رات کو ۳ بجے جا کر سوتا تھا بعض اساتذہ جنہوں نے رات کو اسطرح دیکھا تو انہوں نے ڈانٹا بھی لیکن میں نے یہ معمول نہیں چھوڑا۔

مولانا عبدالسلام چاٹگامی دامت برکاتہم

استاد محترم کا تعلق بنگلہ دیش کے علاقہ چاٹگام سے تھا لیکن پاکستانی شہریت اختیار کر لی تھی اور حضرت بنوریؒ کی ان پر بڑی نظر شفقت تھی اس لیے جامعہ سے فراغت کے بعد انہیں تدریسی ذمہ داری سونپ دی گئی تھی فقہ اور اصول فقہ کے اسباق اکثر ان کے زیر تدریس رہتے تھے اور دارالافتاء میں بھی مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن صاحبؒ کی نیابت میں فتویٰ نویسی کا کام کرتے تھے اور حضرت مفتی اعظم کی وفات کے بعد رئیس دارالافتاء رہے لیکن بعد میں بنگلہ دیش منتقل ہو گئے اور بنگلہ دیش کے بہت مشہور ادارہ جامعہ ہٹھ ہزاری چاٹگام میں استاد الحدیث اور رئیس دارالافتاء کے عہدہ پر فائز ہو گئے۔

مفتی صاحب تدریس کے ساتھ ساتھ جامعہ کے قریب جامع مسجد عثمانیہ میں امامت اور خطابت بھی کرتے تھے بڑے ذاکر و شاغل شخص تھے اکثر رات کو ذکر کیا کرتے تھے سلسلہ رائے پوری سے متعلق تھے۔

استاد محترم نے جامعہ سے فراغت کے بعد لاہور میں فن قرأت بھی سیکھا تھا اور سال کے آخر میں دورہ حدیث کے وہ طلباء جنہوں نے تجوید نہیں پڑھی ہوئی تھی انہیں ایک مہینہ تک تجوید کا کورس کراتے تھے کیونکہ حضرت بنوریؒ نے فرمایا تھا کہ جس عالم کی تجوید درست نہ ہو اسے سند نہ دی جائے۔

شرح ابن عقیل

جامعہ میں درجہ ثالثہ میں کافیہ کی جگہ شرح ابن عقیل پڑھائی جاتی تھی یہ علم النحو کی بڑی کتاب ہے اور یہ حضرت بنوریؒ نے جامعہ میں کافیہ کی جگہ جاری کی تھی چونکہ یہ عرب میں پڑھائی جاتی تھی اس لیے پاکستان میں اس کے نسخے نہیں ملتے تھے اور جامعہ میں بھی

نسخے کم تھے حضرت والد صاحبؒ کے ہم وطن عالم مولانا محمد نیاز ختنی ترکستانیؒ جامعہ میں مہمان ٹھہرے میں ان کو نہیں پہچانتا تھا وہ مکہ شریف سے تشریف لائے تھے اور کراچی سے کچھ کتابیں خریدنا چاہتے تھے بہت بڑے عالم تھے اس لیے جامعہ کے حضرات نے خصوصی مہمان خانے میں ٹھہرایا ہوا تھا میں نے نماز میں ان کی زیارت کی مجھے اندازہ ہوا کہ یہ بھی ترکستان سے تعلق رکھتے ہیں میں ان کی زیارت کے لیے مہمان خانے میں حاضر ہوا بہت خوش ہوئے اور سینے سے لگایا اور فرمایا کہ میں بھی ختن کا رہنے والا ہوں اور آپ کے والد صاحب سے میری ملاقات دارالعلوم دیوبند میں ہوئی ہے اور انہوں نے مہتمم صاحب سے فرمایا کہ میری خدمت کے لیے اس لڑکے کو مقرر فرمادیں وہ بہت بوڑھے آدمی تھے سہارے سے چلتے تھے کتابیں جمع کرنے کا ان کو بہت شوق تھا میرا ان کے ساتھ کراچی کے مختلف مکتبوں پر جانے کا اتفاق ہوا جہاں سے انہوں نے بڑی نایاب کتابیں بڑے مہنگے داموں میں خریدیں ایک ہفتہ ان کا قیام رہا جب وہ جانے لگے تو میں نے عرض کیا کہ شرح ابن عقیل مکہ شریف سے بھیج دیں انہوں نے جاتے ہی کسی کے ہاتھ بھجوادی بعد میں بھی کئی کتابیں ان کے ذریعے منگوائیں۔

بعد میں پتہ چلا کہ مکہ شریف میں ان کا کتب خانہ جو ہزاروں کتابوں پر مشتمل تھا آگ لگنے سے تباہ ہوگیا جس کا انہیں اتنا صدمہ ہوا کہ جانبر نہ ہوسکے اور وفات پاگئے۔ان کی وفات مدینہ شریف ہوئی اور جنت البقیع دفن ہوئے رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً

استاد محمود قرنی مصری

حضرت بنوریؒ کی کوشش سے جامعہ ازھر مصر سے ہمیشہ ایک یا دو استاد عربی پڑھانے کے لیے جامعہ میں مبعوث ہوا کرتے تھے دو یا تین سال تک وہ رہتے تھے پھر دوسرے استاد آجاتے تھے تجوید وقرأت کے لیے بھی قراء کرام آیا کرتے تھے اگر چہ قراء ہمارے دور میں نہیں آئے تھے۔

ہمارے دور میں عربی پڑھانے کے لیے مصری استاد جناب محمود قرنی صاحب تھے

بندہ نے ان سے قراۃ الراشدہ وغیرہ پڑھی بڑی محنت سے پڑھاتے تھے اور عملی مشق بھی کراتے تھے اور مشاہداتی انداز میں پڑھاتے تھے یعنی اگر سبق میں کسی پھل کا ذکر آتا تو وہ پھل لے آتے تھے کسی پھول کا ذکر ہوتا تو وہ لے آتے کسی اناج کا ذکر ہوتا تو وہ لے آتے۔

اس طرح اشیاء دکھا کر ان کے نام وغیرہ پختہ یاد کرواتے اکثر ایسا ہوتا کہ جب کوئی سبق میں نظم آتی تو فرماتے ''غنِّ یَا جَلِیل''اے جلیل طرز سے پڑھ تو میں پھر طرز سے پڑھتا تو بہت خوش ہوتے اور انعام بھی دیتے۔

ایک مرتبہ عربی تقریر بھی مجھے لکھ کر دی جو یار غار حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے بارے میں تھے کئی بار یہ تقریر مجھ سے سنی بندہ چھٹی کے وقت میں ان کے کمرے میں خدمت کے لیے حاضر ہوتا تھا اور عربی بول چال کی مشق بھی کرتا تھا بندہ نے ان سے اوقات فارغہ میں جدید عربی رسم الخط اور جدید گنتی بھی سیکھی تھی۔

تجوید وقرأت

حضرت بنوریؒ نے دورہ حدیث کی سند کے لیے باتجوید قرآن مجید کی شرط رکھی ہوئی تھی لہذا جو طلباء درجہ اولیٰ سے داخل ہوتے تھے تو وہ تین سال تجوید بھی پڑھتے تھے اور اس کے لیے الگ سے کوئی سند بھی جاری نہیں کی جاتی تھی اور جو بڑے درجوں میں طلباء آتے تھے انہیں دورہ حدیث کے امتحان کے بعد ایک ماہ تجوید کا کورس کروایا جاتا تھا بعد میں دورہ حدیث کی سند دی جاتی تھی تجوید وقرأت کے مستقل استاد حضرت قاری عبدالحق صاحبؒ رامپوری تھے اور کبھی ان کے ساتھ جامعہ ازھر کی طرف سے بھیجے ہوئے مصری قراء بھی ہوتے تھے مختصر کورس عام طور پر مفتی عبدالسلام چاٹگامی کروایا کرتے تھے

چنانچہ بندہ نے بھی اولیٰ سے ثالثہ تک تجوید وقرأت قاری عبدالحق صاحبؒ سے پڑھی۔

پہلے سال میں غیر حافظ طلباء کو جمال القرآن اور آخری پارہ حفظ کروایا جاتا تھا اور

حافظ طلباء آخری پارہ کی مشق کرتے اور باقی قرآن حدر میں سناتے ہر سال دس پارے حدر سے ہوتے تھے اور دوسرے سال فوائد مکیہ اور تیسرے سال جزری پڑھائی جاتی تھی اور ساتھ ساتھ مشق اور حدر قرآن پڑھایا اور سنا جاتا۔

قاری عبدالحق صاحبؒ کی شخصیت

قاری عبدالحق صاحبؒ دراز قد اور کیم شحیم تھے جوانی میں پہلوان بھی رہے تھے اور بہت جہیر الصوت تھے اس لیے ان کی درسگاہ دوسری درسگاہوں سے الگ تھلگ مسجد کے قریب تھی ہندوستان کے علاقہ رام پور سے تعلق تھا تقسیم ہند سے پہلے انگریزی حکومت میں جیل بھی کاٹی تھی فرماتے تھے کہ میں کئی من دانے روزانہ چکی پیسا کرتا تھا حضرت سواری کے لیے موٹر سائیکل استعمال کرتے تھے۔

بندہ سے بہت محبت فرماتے تھے حضرت جب مدرسہ میں آتے تو ان کا موٹر سائیکل سنبھالنا اور جاتے وقت تیار کرنا بندہ کے ذمہ تھا اور حضرت روزانہ سیون اپ کی بوتل اور ایک پان منگواتے تھے یہ سامان لانے کی ڈیوٹی بھی میری ہوا کرتی تھی ثالثہ کے سال حضرت بیمار ہوگئے تھے اور پان کی کثرت استعمال کی وجہ سے مثانہ میں غدود پیدا ہوگئے تھے چنانچہ ان کا آپریشن غالباً جناح ہسپتال کراچی میں ہوا تھا تو حضرت کی دیکھ بھال پر بندہ مقرر تھا اگرچہ بعض اور طلباء بھی باری باری آتے تھے حضرت بہت زیادہ متبع سنت اور دینی معاملے میں بہت غیور تھے ایک دفعہ فرمانے لگے کہ اتباع سنت میں میرا یہ حال ہے کہ اگر بلا ارادہ بھی قمیص پہنوں تو دایاں بازو آستین پہننے کے لیے پہلے اٹھتا ہے۔اس طرح سنت ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔

ایک دفعہ فرمایا کہ ایک بار ایک بااثر آدمی نے مجھ سے فجر میں سورۃ مریم پڑھنے کی فرمائش کی لیکن جب میں مصلے پر آیا تو میرے دل نے گوارہ نہیں کیا کہ غیر اللہ کے لیے قرآن پاک پڑھوں چنانچہ میں نے کوئی اور سورۃ پڑھی حضرت قاری صاحب اوقاف کی ایک مسجد میں امامت بھی کراتے تھے۔

قاری صاحب کی وفات کے بعد اب ان کے بیٹے قاری ضیاء الحق صاحب جامعہ میں اس عہدے پر فائز ہیں۔

عارف باللہ حضرت مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں

بندہ کو طالب علمی میں مسابقت کا بہت جذبہ تھا اگر کسی طالب علم کو کوئی نئی کتاب یا شرح یا تفسیر یا تعلیم کی مناسبت سے کوئی کام وغیرہ کرتے دیکھتا تو اسے اپنانے کی کوشش کرتا دل میں یہ بات رہتی تھی کہ علم وعمل کا کوئی پہلو جو یہاں سیکھا جاسکتا ہے وہ رہ نہ جائے کیونکہ طالب علمی اسی لیے اختیار کی تھی۔

ایک دن درجہ ثالثہ والے سال عصر کی نماز کے بعد دعا کے بعد کچھ دیر مسجد میں بیٹھا رہا جب مسجد خالی ہوگئی تو میں کھڑا ہوا اور مسجد کے قبلہ رخ کھڑکی سے سامنے کے باغیچے میں جھانکا تو ایک ہم جماعت خاص طریقے پر قبلہ رخ بیٹھے ذکر کررہا تھا میں کافی دیر اس کو دیکھتا رہا مجھے اس کا طریقہ بہت پسند آیا رات کو تکرار کے بعد میں اس طالب علم کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تم کیا کررہے تھے اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہا تھا میں نے دریافت کیا کہ تم نے یہ طریقہ کہاں سے سیکھا تو اس نے بتایا کہ گلشن اقبال میں ایک بزرگ آئے ہیں جن کا نام مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ہے وہ ذکر اذکار بتاتے ہیں تو میں نے ان کا پورا پتہ لیا اور ملاقات کا وقت پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ جمعۃ المبارک کے دن نو سے دس بجے حضرت کا وعظ ہوتا ہے اور ملاقات بھی ہوتی ہے۔

میں نے ان کی زیارت اور ملاقات کے سلسلے میں اپنے دوست مولوی ایوب ولی پٹیل (برطانوی) اور مولوی سید امتیاز (کراچوی) سے مشورہ کیا تو مولوی امتیاز صاحب نے بتایا کہ میں ان کو جانتا ہوں چنانچہ جمعۃ المبارک کو ہم لوگ حضرت والا کی خدمت میں پہنچے حضرت ابھی اپنے حجرے میں تھے اور پچیس تیس سامعین خانقاہ میں بیٹھے تھے اور حضرت کے بیٹھنے کے لیے سامنے صوفہ رکھا ہوا تھا تقریباً نو بجے حضرت والا اپنے

حجرے سے باہر تشریف لائے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔

ہماری نادانی

ہم طالب علم سب سے آگے جا کر بیٹھے (میں اور مولوی ایوب ولی پٹیل تھے) حضرت نے بیٹھتے ہی اشارہ سے ہمیں اٹھادیا اور اپنے دائیں جانب جہاں ایک بزرگ جن کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ حاجی افضل صاحب (مرحوم) ہیں (چونکہ وہ اونچا سنتے تھے اس لیے حضرت ان کو اپنے دائیں طرف بٹھاتے تھے) ان کے پیچھے ہمیں بٹھادیا اور میر صاحب سے حضرت والا نے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو میر صاحب نے بتایا کہ یہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے طالب علم ہیں۔

حضرت کا وعظ ہوا کچھ کچھ باتیں سمجھ آئیں بہرحال ہم جب باہر نکلے تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہم چونکہ جامعہ کے طالب علم ہیں اس لیے ہمارے ساتھ انفرادی سلوک کیا گیا ہے اور اعزاز دیا گیا ہے اور ہمیں جہاں بزرگ بیٹھتے ہیں وہاں بٹھایا گیا ہے جبکہ باقی صوفیوں کو سامنے بٹھایا ہے۔

دوسرے تیسرے روز جمعہ سے جب حضرت والا کا مضمون سمجھ میں آنے لگا تو تب معلوم ہوا کہ حضرت سامنے اس لیے نہیں بیٹھنے دیتے کہ ہم امرد ہیں اپنی نظر کی حفاظت اور تقویٰ کی وجہ سے سامنے نہیں بیٹھنے دیتے تو دل میں بڑی شرمندگی محسوس ہوئی کہ ہم کیا سمجھ رہے تھے اور حضرت والا اپنے کمال تقویٰ کی وجہ سے سامنے نہ آنے دیتے تھے چنانچہ جب تک داڑھی نہیں آئی نہ حضرت والا کے سامنے بیٹھنے اور نہ حجرے میں جانے کی اجازملی۔

خانقاہ کا جغرافیہ

اس وقت صرف خانقاہ تھی اور خانقاہ کے متصل حضرت والا کا رہائشی مکان تھا نہ اوپر کوئی منزل تھی نہ خانقاہ کے سامنے کوئی تعمیر تھی اور نہ مسجد تھی بلکہ ساری جگہ گراسی لان تھا جس میں دیسی موڑھے رکھے ہوئے تھے جس پر حضرت والا عام طور پر عصر کے بعد

تشریف فرما ہوتے اور ہر طرف اونچی چار دیواری تھی مسجد اور خانقاہ کی اوپر کی منزلیں بہت بعد میں تعمیر ہوئیں۔

خانقاہ کے لیے چندہ

روز بروز خلق خدا کے رجوع کی وجہ سے خانقاہ تنگ پڑتی جارہی تھی چنانچہ خانقاہ کے اوپر ایک دو منزلیں تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تو اس کے لیے حضرت والا نے جمعۃ المبارک کو بیان کے بعد اپیل فرمائی اور فرمایا کہ محض پیغمبر علیہ السلام کی سنت پوری کرنے کے لیے اس کار خیر کے لیے چندے کی اپیل کررہا ہوں اور اس کے لیے حضرت کی نشست کے قریب ایک تھیلہ لٹکا دیا گیا اور حضرت والا نے فرمایا کہ ہر ایک نے جو کچھ دینا ہو وہ مٹھی میں بند کرکے لائے اور تھیلہ میں ہاتھ ڈالے اور کھلا ہاتھ باہر نکالے اور سب لوگ یہ کریں اور فرمایا کہ اس سے ایک تو وہ شخص جن کے پاس ابھی دینے کو کچھ نہیں ہے اسے شرمندگی نہیں ہوگی اس لیے مٹھی بند کرنے میں عزت رہ جائے گی خواہ مٹھی خالی ہو اور ہاتھ کھلا نکالنے میں بدگمانی نہیں ہوگی کہ اندر سے کچھ نہ نکال لیا ہو تو اس وقت میرے اور میرے دوست کے پاس کل دس روپے تھے جو جامعہ واپسی کا کرایہ تھا تو ہم نے پانچ پانچ روپے چندہ ڈالا اور پھر شاید جامعہ پیدل واپس گئے تھے اس کے بعد آپ نے کبھی خانقاہ کے لیے چندہ نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے غیب کے خزانوں سے اعلیٰ قسم کی تعمیر کروادی۔

ابتدائی کیفیات

الحمدللہ اکثر جمعۃ المبارک کو حاضری ہوتی رہی دس بجے بیان کے بعد اکثر احباب جمعہ اپنے اپنے علاقوں میں جا کر پڑھتے تھے جو وہاں رہ جاتے تو قریب کی مسجد میں حضرت والا کی معیت میں جا کر جمعہ ادا کرتے اور حضرت والا ساری نمازیں اسی مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے اگرچہ ان مولوی صاحب کو حضرت والا سے مناسبت نہیں تھی۔
ہم لوگ بھی اکثر جمعہ نماز میں جامعہ واپس آجاتے تھے اور کبھی وہاں بھی ادا کرتے

تھے جمعہ کے بعد خانقاہ میں ختم خواجگان ہوتا تھا اس کے بعد دال روٹی کی ضیافت ہوتی تھی۔

ابتداء میں کچھ مضامین سمجھ میں نہیں آتے تھے لیکن روح کو کیف وحظ بہت محسوس ہوتا تھا اس لیے پورے ہفتے جمعہ کا انتظار کرتے تھے بعد میں کچھ مضامین سمجھ میں آنے لگے اور ابتداء میں اس بات پر بڑا تعجب ہوتا تھا کہ ہم بندے ہو کر اللہ تعالیٰ کے کیسے دوست بن سکتے ہیں اور آنکھوں سے ماوراذات کی محبت کیسے آسکتی ہے لیکن کچھ عرصہ بعد دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی مٹھاس محسوس ہونے لگی اور پھر تو یہ کیفیت ہوگئی کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ دوست ہیں اور ساتھ ہیں جو بھی درخواست کرتے قبول ہو جاتی۔

ذکر کی کیفیت

بندہ کا تہجد میں بالاہتمام اٹھنے کا معمول نہیں تھا کبھی کبھار پڑھ لیتا یا سونے سے پہلے پڑھ لیتا تھا لیکن فجر کے بعد اشراق تک مسجد میں رہنے کا معمول تھا فجر کے بعد حضرت والا کا بتایا ہوا ذکر کیا کرتا تھا اور اس ذکر میں کیفیت یہ ہوتی تھی کہ جب لا الہ کہتا تو نیوٹاؤن کی مسجد نگاہ سے غائب ہو جاتی اور جب الا اللہ کہتا تو نظر آنے لگتی کچھ عرصہ یہ کیفیت رہی اور حضرت والا کی محبت کا بھی بڑا جوش ہوتا۔

ایک مرتبہ ایسے محسوس ہوا جیسے حضرت والا کی محبت ختم ہوگئی تو طبیعت بہت پریشان ہوئی حالانکہ دوران ہفتہ دور کہیں جانا جامعہ کے نظم کی وجہ سے بہت مشکل تھا لیکن ایسی اضطراری حالت طاری ہوئی کہ ایک دن عصر کی چھٹی ہوتے ہی گلشن اقبال جانے کے لیے روانہ ہوا عصر کی نماز تک پہنچ گیا عصر حضرت والا کے ساتھ ادا کی عصر کے بعد حضرت والا موڑھے پر تشریف فرما ہوئے اور میں نے اپنے دل کی بات کہی تو حضرت والا بہت ہنسے اور ہنس کر فرمایا کہ تم سے ذکر میں سستی ہو رہی ہے اس لیے شیخ کا تعلق کمزور محسوس ہوتا ہے اور واقعی ان دنوں میں اس میں کچھ سستی ہو رہی تھی اس کے بعد حضرت والا گھر

تشریف لے گئے اور خود چائے بنوا کر لائے اور چائے پلائی اس وقت دل کی کیا کیفیت تھی اس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے اس کے بعد ذکر کا اہتمام کیا تو اس قدر حضرت کی محبت نے جوش مارا کہ جمعہ سے پہلے ہی دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تھوڑی دیر کے لیے زیارت کر کے واپس آ گیا۔

دو اہم باتیں

حضرت والا سے ابتداء ہی سے دو اہم باتیں قلب میں بیٹھ چکی تھیں ایک مطمع نظر اور مقصود صرف شیخ کی ذات کو بنایا جائے لہذا یہی وجہ تھی کہ خانقاہ کے وہ لوگ جو دنیوی پیشہ سے تعلق رکھتے تھے ان میں سے کسی سے تعارف نہیں تھا اور اس معاملے میں اس قدر ڈرتے تھے کہ بیان کے بعد اگر کوئی کاروالا ساتھی یہ پیشکش کرتا کہ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ کہ بس سٹاپ تک پہنچا دیں تو ساتھ نہیں بیٹھتے تھے کہ کہیں حضرت والا کو علم ہو جائے تو وہ سمجھیں گے کہ کار والوں سے دوستی لگاتا ہے اس لیے ہمیشہ حضرت شیخ کی ذات کو ہی مطمع نظر بنائے رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے ہاں اسی کو وحدت مطلب کہتے ہیں

دوسری اہم بات یہ سیکھی کہ اللہ والوں کے ایام فتوحات نہیں دیکھنے چاہیئے بلکہ ایام مجاہدہ دیکھنے چاہئے اور اسکی اتباع اور تقلید کرنی چاہیے اس سے اہل اللہ پر کبھی بدگمانی نہیں ہوگی الحمدللہ اس بات کی برکت سے اپنے شیخ یا کسی استاد یا کسی اللہ والے پر دنیوی مال واسباب کا راستہ کھلنے کی وجہ سے بدگمانی نہیں ہوئی اور یہ سنت اللہ ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے تکلیف اور مجاہدے برداشت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر روحانی دولت کے دروازے کھولنے کے ساتھ ساتھ دنیوی آسائش وراحت کے دروازے بھی کھول دیتا ہے کبھی کسی اللہ والے پر دنیوی اسباب کی کثرت دیکھ کر بدگمانی کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہیے۔

بعض اہل دل کا تعارف اور زیارت

حضرت والا دامت برکاتہم کے مواعظ میں یہ بات سنی کہ حکیم الامت حضرت

تھانویؒ کے پانچ خلفاء بقید حیات ہیں ایک حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ کراچی میں دوسرے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ جلال آباد انڈیا میں تیسرے حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ ہردوئی شریف انڈیا میں چوتھے حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ پشاور میں پانچویں حضرت حافظ جی حضورؒ ڈھاکہ بنگلہ دیش میں حضرت والا کے تعارف کروانے اور توجہ دلانے کی برکت سے پہلے چار مشائخ کی زیارت اور برکت حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔

اسی طرح مفتی رشید احمد صاحبؒ لدھیانوی کا نام گرامی بھی آپ ہی سے سنا اور پھر ان کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

بیعت اور خلافت

اگرچہ حضرت والا دامت برکاتہم سے ۱۹۸۰ء سے وابستہ ہوگیا تھا لیکن جامعہ میں ابتدائی درجہ کے طالب علم ہونے کی وجہ سے اور پھر امرد ہونے کی وجہ سے بیعت کا صحیح مفہوم اور تقاضے پورے کرنے سے قاصر رہا چنانچہ پھر اس کے ازالے کے لیے مشکوٰۃ شریف کے سال ۱۹۸۵ء میں تجدید بیعت کی اور اس کے بعد ۱۹۹۲ء میں حضرت والا نے دارالعلوم اسلامیہ کامران بلاک لاہور میں خلیفہ مجاز صحبت کی سند دی اور پھر ۹ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۶ء مکۃ المکرّمہ سے حضرت والا نے خلافت مجاز بیعت کا پروانہ بھیجا۔

اور اسی رمضان المبارک میں جمعۃ الوداع سے دو ساتھیوں کی بیعت کر کے اس عظیم الشان کام کا آغاز کیا **اللّٰھم لک الحمد و الشکر۔**

مولانا فقیر محمد صاحب پشاوریؒ کی جامعہ آمد

سیدی مرشدی حضرت عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم سے جن عظیم المرتبت شخصیات کا تذکرہ سنا ان میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوریؒ بھی تھے جنہیں کثرت آہ وزاری کی وجہ بکّا

کہا جاتا تھا ان کی زیارت اور ملاقات کا بے حد شوق تھا۔

ایک ان کی جامعہ آمد کے بارے میں مژدہ اور خوشخبری سنی آپ حج سے واپس تشریف لائے تھے تمام طلباء کو دارالحدیث میں جمع کیا گیا اور مہتمم مفتی احمد الرحمٰنؒ اور دیگر اساتذہ کی جلو میں آپ دارالحدیث میں تشریف لائے ان کی آنکھیں اور رخساروں پر لکیروں کے نشانات کثرت بکاہ کی غمازی کر رہے تھے حضرت مہتمم صاحب نے ان کا تعارف کرایا تلاوت قرآن شریف ہوئی تو انہوں نے رونا شروع کر دیا پوری مجلس پر سناٹا طاری ہو گیا تلاوت کے بعد حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ نے دعا شروع کروائی اور حضرت پشاوری پر گریہ طاری تھا اور پھر خود دعا شروع کر دی پوری دعا میں ہچکیاں لے لے کر روتے رہے بڑی آہ وزاری کے ساتھ دعا کرائی یہ حضرت والا کی پہلی زیارت تھی اس کے بعد خانقاہ میں بھی اور جامعہ میں بھی متعدد بار زیارت ہوئی پوری نماز میں حضرت روتے رہتے تھے یہاں تک کہ پورا دامن تر ہو جاتا تھا جب امام سلام پھیرتا تو زور سے چیخ مارتے اہل مسجد کے رونگٹھے کھڑے ہو جاتے تھے نیو ٹاؤن مسجد میں کئی بار ان کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا حضرت کی پوری نماز سسکیوں سے عبارت تھی حضرت وعظ وبیان خود سے نہیں شروع کر پاتے تھے جب کوئی شروع کر دیتا تو پھر خود شروع فرما دیتے لیکن حضرت کی کوئی بات اور دعا آہ وبکا اور آنسوؤں سے خالی نہیں ہوتی تھی۔

خانقاہ پر جب زیارت ہوئی تو حضرت والا نے حضرت پشاوری کی طرف اشارہ کر کے یہ شعر پڑھا ؎

سنا ہے کہ سنگدل کی آنکھ سے آنسو نہیں بہتے
اگر سچ ہے تو چشمے کیوں نکلتے ہیں پہاڑوں سے

الحمد للہ حضرت پشاوریؒ کے فیوض وبرکات سے حضرت والا کی برکت سے متعدد بار مستفید ہونے کا موقعہ ملا۔

الحمدللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات

قائد جمعیت مفتی محمود صاحبؒ کی جامعہ آمد

جمعیت علماء اسلام کے قائد شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد خاص حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ جب بھی کراچی تشریف لاتے تو جامعہ ضرور آتے ان کی جامعہ کے ساتھ بڑی گہری وابستگی تھی۔

ختم بخاری شریف

بندہ اگرچہ اس وقت چھوٹے درجے میں پڑھتا تھا لیکن دو مرتبہ حضرت مفتی محمود صاحبؒ کی ختم بخاری شریف کی تقریب میں شامل ہوا جس میں آپ نے آخری حدیث کا درس دیا اس وقت بڑی سادگی سے دارالحدیث میں ہی بخاری شریف ختم کرادی جاتی تھی جس میں طلباء اور اساتذہ شریک ہوتے تھے۔

وزن اعمال پر مفتی صاحبؒ کی مثال

وزن اعمال پر مثال دیتے ہوئے مفتی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ وہ چیز جو پہلے محدثین میں مختلف فیہ رہی کہ نفس اعمال کا وزن کیسے ہوسکتا تھا جبکہ وہ اعراض ہیں اور اعراض کو بقاء نہیں تو مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ اب اختلاف کی گنجائش نہیں رہی جدید سائنس نے اعراض کے وزن کے لیے آلات ایجاد کر لیے ہیں چنانچہ سردی گرمی وزن کرنے کے آلے ہیں بخار کو جانچنے کے آلات ہیں اور آواز جو کہ اعراض میں سے ہے اس کو مقید کرنے اور طویل مدت تک باقی رکھنے کے آلات ہیں جب مخلوق ایسے آلے ایجاد کر سکتی ہے تو خالق کے لیے کیا مشکل ہے۔

اصول فقہ اور منطق کی اہمیت

حضرت مفتی صاحبؒ نے ختم بخاری شریف کی مجلس میں اصول فقہ اور منطق کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ٹھوس اور مضبوط علم کے لیے ان دو علوم میں سے ایک میں ماہر ہونا ضروری ہے یا اصول فقہ میں ماہر ہو یا منطق میں ماہر ہو بندہ کو حضرت کی اس

نصیحت سے بہت فائدہ ہوا منطق کی تاکید تو حضرت والد صاحبؒ نے بھی فرمائی تھی اور اصول فقہ کی طرف توجہ مفتی صاحبؒ کی وجہ سے ہوئی تو ان میں خوب محنت اور مہارت حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی جامعہ آمد اور وفات

۱۹۸۰ء کے ذی الحجہ میں حضرت مفتی صاحب سفر حج کے سلسلہ میں کراچی تشریف لائے اگر چہ قیام کہیں اور تھا لیکن دن میں جامعہ تشریف لاتے تھے ان دنوں میں صدر ضیاء الحق مرحوم کے نافذ کردہ زکوٰۃ کے نظام پر اہل علم میں بڑی گرما گرم بحث چل رہی تھی اس سلسلہ میں ایک دن حضرت مفتی صاحبؒ نے تقریباً دس بجے کراچی کے بڑے مفتیان کو جامعہ کے مہمان خانے میں جمع فرمایا جن میں مفتی رشید احمد لدھیانویؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مفتی ولی حسن صاحبؒ ٹونکی، مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ، مولانا طاسین صاحبؒ، مولانا محمد بنوری صاحبؒ، مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحبؒ، مفتی رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم، مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم، ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم شامل تھے۔ حضرت مفتی محمود صاحبؒ اس نظام کے خلاف تھے اور اس کو شرعی نقطہ نگاہ سے غلط سمجھتے تھے جبکہ مذکورہ بالا حضرات میں سے بعض مفتیان کرام اس کو درست سمجھتے تھے اور صدر ضیاء الحق مرحوم کے اس اقدام کو جائز قرار دیتے تھے مفتی صاحب اپنے اس موقف پر بڑے مضبوط دلائل دے رہے تھے کہ آپ کو دل کا دورہ پڑا اور آپ نے اپنا بایاں ہاتھ ماتھے پر رکھا اور بائیں جانب جھک گئے سب حضرات نے آپ کا سینہ اور ہاتھ پاؤں ملنے شروع کر دیئے لیکن آپ نے ہلکی سی ہچکی لی اور آپ کی روح پرواز کر گئی آپ کو جلدی سے ہسپتال لے جایا گیا لیکن ڈاکٹر حضرات نے بتایا کہ آپ بہت پہلے وفات پا چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جامعہ میں یکدم سناٹا چھا گیا اساتذہ اور طلباء اس صدمے کی وجہ سے سکتے میں آ گئے ایک دفعہ تو افراتفری کا عالم ہو گیا جنگل کی آگ کی طرح پورے کراچی بلکہ پورے

ملک میں خبر پھیل گئی جوق در جوق قافلے جامعہ آنے لگے حضرت مفتی صاحبؒ کو مہمان خانے میں غسل دیا گیا اور کفن پہنا کر زیارت کے لیے دارالحدیث میں آپ کی نعش مبارک رکھ دی گئی طلباء نے نہایت نظم وضبط کا ثبوت دیا اور زائرین کی لمبی قطار بنا دی گئی ایک طرف سے لوگ آتے تھے زیارت کر کے دوسری طرف سے چلے جاتے تھے عشاء کے بعد نیوٹاؤن مسجد میں جنازہ ہوا اس کے بعد نعش دوبارہ دارالحدیث میں رکھ دی گئی اور ہم طالبعلموں نے رات مفتی صاحبؒ کی نعش کے پاس ذکر وتلاوت میں گزاری فجر کے بعد آپ کی میت بذریعہ جہاز ملتان پہنچی وہاں بھی ایک جنازہ ہوا پھر ڈیرہ اسماعیل خان لے جائی گئی وہاں بھی ایک جنازہ ہوا اور پھر وہاں سے آپ کے گاؤں ابدخیل لے جایا گیا جہاں چوتھی بار آپ کا جنازہ ہوا اور آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے پڑھایا جس میں صدر ضیاء الحق مرحوم بھی شامل تھے اور ابدخیل کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

نیوٹاؤن مسجد کے امام مولانا عبدالرشید لکھنوی مرحوم

ہمارے دور طالب علمی میں نیوٹاؤن مسجد کے امام مولانا قاری عبدالرشید لکھنوی مرحوم تھے یہ عالم اسلام کی نامور شخصیت مولانا ابوالحسن ندویؒ کے بہت قریبی عزیز تھے حضرت ندویؒ جب بھی کراچی آتے تو ان کے ہاں ضرور تشریف لاتے تھے امام صاحب لکھنوی طرز کا لباس پہنتے تھے اور سادہ طبیعت کے مالک تھے جہری نمازیں بڑی طویل پڑھاتے تھے اور بڑی ترتیل کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے فجر کی نماز تو بیس منٹ تک پہنچ جایا کرتی تھی جمعہ اور عیدین میں ان کی عادت تھی کہ بیان ختم ہونے پر لوگوں سے کہتے تھے کہ جس نے آج فجر کی نماز نہیں پڑھی وہ پہلے فجر کی نماز قضاء پڑھے پھر عید کی نماز پڑھے اور اس کے لیے وقت دیتے اور بہت بڑا مجمع کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ان کے بیٹے مولوی محمد طاہر تحتانی درجات میں تھے اور ان کے ساتھ علیک سلیک تھی رمضان میں کئی بار ان کے گھر افطار کا موقعہ ملا۔

لکھنوی دسترخوان پر چنے کی پکی دال بھیگی ہوئی افطار میں کھانے کا انہی کے ہاں موقعہ ملا۔ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے مولانا محمد طاہر نیوٹاؤن مسجد کے امام اور غالبًا مؤذن بھی ان کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔

سید رضی الدین صاحب

ہمارے دور طالب علمی میں جامعہ کے قریب جمشید روڈ پر ایک بزرگ سید رضی الدین صاحب رہا کرتے تھے بہت نحیف ونزار، پستہ قد اور نورانی شخصیت کے مالک تھے جمعہ کی نماز ہمیشہ اپنے متعلقین کے ساتھ نیوٹاؤن مسجد میں پڑھا کرتے تھے اکثر ان کی زیارت اور ملاقات ہوتی تھی ان کی مجلس میں کبھی جانا نہیں ہوا لیکن ملاقات کے وقت دعائیں لینے کا موقعہ ملا ان کی ایک کتاب جو تم مسکراؤ تو ہم مسکرائیں بہت مشہور ہے۔

انجمن طلباء جامعہ

جامعہ میں ہر درجہ کی ایک انجمن تھی جسکے تحت جمعرات کو عشاء کے بعد تقاریر اور مناظرہ کی مشق ہوا کرتی تھی جو طالب علم شریک نہ ہوتا اس پر جرمانہ لگایا جاتا جو غالبًا ایک روپیہ تھا بندہ اس میں بہت کم شریک ہوتا تھا اکثر جرمانہ ہی بھر دیتا کیونکہ والد صاحبؒ کی نصیحت تھی کہ جمعرات اور جمعہ کو ہفتہ بھر کا آموختہ دھرایا کرو لہذا اکثر وقت اس کام میں لگ جاتا تھا اور ویسے بھی والد صاحبؒ ہمیشہ نصیحت فرمایا کرتے تھے دیگچے میں ڈالو (یعنی سینے میں علم محفوظ کرو) اور اگر دیگچہ میں ہوگا تو بغیر چمچے کے بھی نکلے گا (یعنی بغیر زبان کے بھی علم ظاہر ہوگا) اور اگر دیگچہ میں نہیں ہوگا تو خالی چمچہ چلانے سے کچھ نہیں ہوگا (یعنی بغیر علم کے خالی زبان دانی مفید نہیں) اس لیے بندہ نے بیان کرنے کا سلسلہ مشکوٰۃ شریف کے سال شروع کیا۔

مناظرہ

ایک مرتبہ دارالحدیث میں طلباء کے درمیان بغرض مشق مناظرہ بھی رکھا گیا تھا جس میں ایک فریق اہل سنت کی نمائندگی کررہا تھا اور دوسرا فریق اہل بدعت کی نمائندگی کررہا تھا اہل سنت کی طرف سے غالبًا کوٹ ادو کے مولانا دوست محمد قریشیؒ کے صاحبزادے مولوی محمد عمر قریشی صاحب تھے اور راقم الحروف اور ایک اور ساتھی معاون تھے دوسرے فریق کا نام یادنہیں اہل سنت دلائل کے اعتبار سے مناظرہ میں بھاری رہے اور دوسرا فریق اہل بدعت کا مناظر چالاک اور چتر تھا اور اس نے ہیت بھی ایسی بنائی ہوئی تھی کہ سب دیکھ دیکھ کر خوب ہنس رہے تھے ایک ڈیڑھ فٹ کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی اس کی چالاکی حاضر جوابی طنز ومزاح کی وجہ سے مناظرہ برابر رہا۔

منصف مناظرہ

اس مناظرہ کے منصف استاذ جامعہ حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ تھے جو آجکل دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ میں شیخ الحدیث ہیں انہوں نے بعد میں مناظرہ کرنے والوں کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور درج ذیل خطاب فرمایا۔

خطاب

خطبہ مسنونہ کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی" **أَفَلا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ . وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ . وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ . وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ** (سورۃ الغاشیہ پارہ ۳۰)

ترجمہ: تو (ان کی غلطی ہے کیونکہ) کیا وہ لوگ اونٹ کونہیں دیکھتے کہ کس طرح (عجیب طور پر) پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح کھڑے کیے گئے ہیں اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔

فرمایا اس آیت مبارکہ میں چار عظیم الخلقت مخلوقات کا بیان ہے اور اس میں عالم کے لیے چار صفات حاصل کرنے کی طرف اشارہ ہے

ا۔اونٹ سے صبر کی طرف اشارہ ہے جو کئی کئی دن تک پانی نہیں پیتا اور صحراء میں سفر کرتا ہے۔

۲۔آسمان سے بلند حوصلگی اور اعلیٰ ہمت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

۳۔ پہاڑوں سے استقامت کی طرف اشارہ ہے جس طرح پہاڑ مضبوطی سے جمے ہوتے ہیں اس طرح عالم کو اپنے حق مؤقف پر جما رہنا چاہیے

۴۔زمین سے تواضع کی طرف اشارہ ہے ؎

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار بنتا ہے

مولانا حبیب احمد مردانی سلمہ

اس سال ہمارے درجہ میں مردان کے ایک نئے طالب علم حبیب احمد داخل ہوئے یہ ایک بڑے عالم کے بیٹے تھے اور وہ عامل بھی تھے اور عملیات میں بہت مشہور تھے شروع ہی سے ان کے ساتھ بہت مناسبت ہوگئی تھی اور پھر دورہ حدیث تک ہم جماعت ہونے کے ساتھ ایک ہی کمرے میں رہائش پذیر رہے باوجود پٹھان ہونے کے ہنس مکھ طبیعت کے مالک تھے فراغت کے بعد حضرت مہتمم مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ کے حکم پر جنوبی افریقہ منتقل ہوگئے اور آج وہاں رابطۃ العالم الاسلامی کی طرف سے اہم ذمہ داری پر فائز ہیں ان کی دعوت پر بندہ دو بار جنوبی افریقہ جا چکا ہے۔

چونکہ ان کے والد صاحب عامل تھے اور جنات کے معاملات میں بہت ماہر تھے جب یہ جامعہ میں داخل ہوئے تو وہ انتقال فرما چکے تھے اس لیے جنات انتقامی کاروائی کے طور پر ہمارے کمرے پر حملہ آور رہتے تھے تو ان کے پاس خاص قسم کے تعویز تھے جس سے حفاظت رہتی تھی لیکن کمرے کے دوسرے ساتھیوں کو تنگ کرتے تھے۔

مولوی حبیب احمد صاحب نے بتایا کہ ان کے والد صاحب حج پر گئے تو پیچھے ایک دن ایک جنّی نے والدہ کی گود سے چھوٹی بہن کو چھینا اور بہت اوپر لے جا کر پھینک دیا جس سے گرتے ہی وہ فوت ہوگئی جب والد صاحب واپس آئے انہوں نے اس کام کو ترک کر دیا اور اولاد کو نصیحت کی کہ یہ کام نہ کریں۔

درجہ ثالثہ سہ ماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ ثالثہ ششماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ ثالثہ سالانہ امتحان کا نتیجہ

درجہ رابعہ ۰۲۔۱۴۰۱ھ بمطابق ۸۲۔۱۹۸۱ء

اس سال بندہ نے درجہ رابعہ پڑھا اور اس درجہ کی منطق کی کتاب قطبی کا کچھ حصہ حضرت والد صاحبؒ سے تعطیلات میں پڑھ لیا تھا حضرت والد صاحبؒ اس کتاب کو فتاویٰ منطق فرمایا کرتے تھے۔

اس سال رہائش ابتداء میں جنوبی دارالاقامہ کی دوسری منزل پر تھی اور کچھ ماہ کے بعد وسطانی دارالاقامہ میں تبدیل کر دی گئی۔

چھوٹے بھائی خلیل احمد اخون کا داخلہ

اس سال میں اپنے ہمراہ برادر خورد خلیل احمد اخون کو لے گیا جو کہ میٹرک سے ابھی فارغ ہوا تھا اور درجہ اولیٰ میں داخل کروایا اور اسی سال مولانا مسعود اظہر صاحب بھی اولیٰ میں داخل ہوئے تھے چھوٹے بھائی بقرعید تک تو خوب پڑھے بقرعید کی چھٹیوں کے بعد دوبارہ جب کراچی گئے تو بیمار ہو گئے بالآخر واپس آنا پڑا اور اس تعلیم کی تکمیل نہ کر سکے پھر حضرت والد صاحبؒ کے مشورے سے انگریزی تعلیم ۱۶ جماعت تک مکمل کی اب محکمہ صحت میں ملازم ہیں۔

مولانا مسعود اظہر صاحب دامت برکاتہم امیر جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا مسعود اظہر صاحب درجہ اولیٰ کے کم عمر طالب علموں میں سے تھے اور قد کاٹھ کی وجہ سے اور بھی چھوٹے لگتے تھے لیکن پڑھائی میں بہت ہوشیار تھے جب جامعہ کی تعطیلات ہوتیں تو ان کے قریبی عزیز مفتی ابوبکر صاحب دامت برکاتہم جو کہ دارالافتاء میں نائب مفتی کی حیثیت سے کام کرتے تھے میرے ذمہ مولانا مسعود اظہر صاحب کو کراچی سے بہاول پوران کے گھر پہنچانا لگا دیتے تو کئی مرتبہ میں انہیں بہاول پور ان کے گھر پہنچایا وہاں ان کے والد ماسٹر اللہ بخش صاحب مجھے ناشتہ کرواتے اور پھر لاری اڈہ پہنچا دیتے جہاں سے میں بہاول نگر بس کے ذریعے آ جاتا۔

فراغت کے بعد وہ جامعہ میں مدرس ہوئے اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے قبول فرمایا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کی جامعہ میں آمد

بندہ کی موجودگی میں برکت العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ دوبار جامعہ تشریف لائے اور دونوں بار حضرت عشاء کے بعد تشریف لائے حضرت جب بھی تشریف لاتے تو معمول یہ تھا کہ جامعہ کے اساتذہ اور طلباء مرکزی دروازہ پر آپ کا استقبال کرتے پھر آپ وہاں سے سیدھے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قبر مبارک پر تشریف لے جاتے کافی دیر تک وہاں مراقب رہتے اور پھر اساتذہ اور طلباء سے ملاقات کرتے ہوئے فوراً واپس تشریف لے جاتے۔

دوسری مرتبہ اپنے وصال سے دوماہ پہلے تشریف لائے تھے اور جامعہ میں بھی تشریف لائے پھر جمعرات کو مکی مسجد میں غالباً عصر کے بعد اجتماعی دعا کروائی حضرت والا چارپائی پر تشریف فرما تھے اور چارپائی چار ساتھیوں نے اٹھائی ہوئی تھی اور مکی مسجد جو کہ تبلیغی جماعت کا مرکز تھا کھچا کھچ بھرا ہوا تھا ہم جامعہ کے چند طلباء حضرت کی چارپائی کے بالکل قریب تھے حضرت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور خاموش دعا شروع فرمائی لیکن کوئی ایسا باطنی تصرف تھا کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اور تقریباً آدھ گھنٹے سے زائد دعا کروائی اس کے بعد حضرت سے ایک عجیب قلبی وابستگی ہوگئی۔

دوماہ بعد جب حضرت کی مدینہ شریف میں وصال کی خبر ملی تو اسقدر صدمہ ہوا کہ جامعہ کے باغیچے میں بیٹھ کر دو گھنٹے تک روتا رہا اور پھر جب بھی حضرت کا تذکرہ ہوتا تو دل بھر آتا دورہ حدیث سے پہلے تک حضرت کو ایک روحانی پیشوا اور تبلیغی جماعت کی امیر کی حیثیت سے بھی زیادہ تر پہچانتا تھا لیکن دورہ حدیث میں جب لامع الداری جو کہ بخاری شریف پر حضرت گنگوہیؒ کی تقریر ہے اس کا حاشیہ جو کہ حضرت شیخ الحدیث نے لکھا ہے اس کا مطالعہ کیا تو حضرت کا علمی مقام ظاہر ہوا اسی طرح حضرت کے تراجم

الابوب بھی مطالعہ کرنے کی توفیق ہوئی اور دیگر کتابیں بھی مطالعہ کیں۔

اور اب تدریسی زندگی میں حضرت کے تلامذہ نے بخاری شریف پر حضرت کے افادات الکنز التواری کے نام سے جمع کیے ہیں مطالعہ میں رہتی ہے۔

اسی طرح حضرت سے قبل تبلیغی جماعت کے امیر حضرت جی مولانا یوسف صاحب کاندھلویؒ کا علمی مقام بھی طحاوی شریف کی شرح امانی الاحبار کے مطالعہ سے ظاہر ہوا۔

شرح جامی

ہمارے دور میں جامعہ میں نحو کی مشہور کتاب کافیہ نہیں پڑھائی جاتی تھی بلکہ شرح ابن عقیل پڑھائی جاتی تھی اس لیے جب شرح جامی شروع ہوئی تو بہت مشکل معلوم ہوئی ابتداء میں اس کا طرز بالکل سمجھ میں نہیں آتا تھا تو اس سلسلے میں کئی کئی بار صلوٰۃ حاجت پڑھ کر دعا کی اور مطالعہ کے لیے تحریر سنبٹ خریدی اور اس پر خوب محنت کی تو کچھ آسان ہونے لگ گئی اگرچہ اس وقت اردو شرح صرح النامی وجود میں آچکی تھی لیکن والد صاحبؒ کی نصیحت کی وجہ سے اردو شروحات کا مطالعہ نہیں کرتا تھا پھر جب بقرعید کی چھٹیوں میں گھر آیا تو سوال کابلی جو کہ شرح جامی کی بڑی شروحات میں سے ہے مل گئی پھر اس پر محنت شروع کی اس طرح سہ ماہی امتحان سے پہلے پہلے شرح جامی بہت سہل ہوگئی۔

نورالانوار کا سبق

نورالانوار جو کہ اصول فقہ کی ایک تفصیلی کتاب ہے وہ بہت آسان معلوم ہوتی تھی کیونکہ اصول الشاشی خوب سمجھ کر پڑھی تھی۔

نورالانوار کے استاد تبخیر کی بیماری کی وجہ سے دوران سبق بھول جایا کرتے تھے جس کی وجہ سے مباحث میں خلط ملط ہوجاتا میں چونکہ کتاب کا حاشیہ تک یاد کرکے آتا تھا تو بعض جگہ پر بحث بھی ہوجاتی تو وہ ایسے اللہ والے تھے کہ ہمیں مفتی ولی حسن صاحبؒ کے پاس بھیج دیتے تھے کہ وہ جو فیصلہ کریں وہ درست تو اس طرح کئی بار جانا ہوا۔

سال کے ابتدائی دنوں میں درجہ خامسہ کے طلباء کا ایک وفد ہمیں ملنے آیا اور ہمیں یہ ترغیب دی کہ ہم نورالانوار کے استاد کے خلاف مہتمم صاحب کو درخواست دیں کہ وہ صحیح نہیں پڑھاتے تا کہ تمہاری کتاب تبدیل ہو جائے کیونکہ وہ خود رابعہ کے سال میں ایسا کر کے کتاب تبدیل کروا چکے تھے ہم نے کہا کہ ہم مشورہ کریں گے چونکہ میں جماعت کا امیر تھا تو عشاء کے بعد پوری جماعت کو جمع کیا ان سے مشورہ بھی طلب کیا اور ترغیب بھی دی کہ ہم یہ کام نہیں کریں گے اس سے استاد کی دل آزاری ہوگی بندہ نے عرض کیا کہ جس کو سمجھ میں نہ آئے میں حاضر ہوں سمجھانے کے لیے اور الحمدللہ تقریباً ۳۔۴ بار پوری کتاب طلباء کو تکرار کروائی۔

کچھ دنوں کے بعد جامعہ کے مہتمم حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ نے مغرب کے بعد مجھے دفتر میں طلب کیا اور پوچھا کہ نورالانوار کے استاد کیسا پڑھاتے ہیں تو میں نے کہا کہ وہ سب سے اچھا پڑھاتے ہیں تو حضرت مہتمم صاحبؒ بہت حیران ہوئے اور کہا کہ تم سے پہلے جماعت تو اکثر شکایت کرتی تھی جس کی وجہ سے ہمیں کتاب تبدیل کرنی پڑی میں نے عرض کیا کہ سہ ماہی امتحان میں آپ اس کا مشاہدہ فرمالیں۔

اس کے بعد طلباء کو خصوصاً وہ جو تکرار کرواتے تھے ان کو اس طرف متوجہ کیا کہ اس پر زائد محنت کی جائے اور سب ساتھیوں کو محنت کروائی جائے چونکہ اکثر ساتھی میرے ساتھ تکرار کرتے تھے تو ہم نے امتحان سے ایک ماہ پہلے ہی محنت شروع کر دی یہاں تک کہ تہجد کے وقت میں بھی تکرار کرتے جب سہ ماہی امتحان ہوا تو اس میں ۱۵ طلباء کے ۱۰۰ اور باقی سب طلباء کے ۸۰ سے زائد نمبر آئے جس پر مہتمم صاحبؒ اور استاد صاحب بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم سے پہلے جو جماعت تھی وہ دورہ حدیث سے فراغت کے بعد ۲۰ فیصد دین کے کام میں لگے ہونگے اور ہماری کلاس میں ۸۰ فیصد دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ **الحمدللہ الذی بنعمتہٖ تتم الصالحات**

درجہ رابعہ کی درسگاہ

جامعہ میں طلباء کی تعداد بڑھنے کی وجہ سے بعض درسگاہوں کو بڑا کر دیا گیا جس کی وجہ سے درجہ رابعہ کے لیے کوئی درسگاہ نہ رہی اور اس درجہ کو مسجد میں منتقل کر دیا گیا۔

ایک دن ہم لوگ مقامات حریری پڑھ رہے تھے اور وہ مفتی نعیم صاحب دامت برکاتہم بانی جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا کراچی پڑھایا کرتے تھے تو وہ ابوزید سروجی جو کہ کتاب کا مرکزی کردار ہے فصاحت وبلاغت اور ادب سکھانے کے لیے یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے اس کے قصے بیان کر رہے تھے اور اس کی عشق معشوقیوں کے تذکرے کر رہے تھے تو قریب میں ایک بابا اشراق کی نماز پڑھ رہا تھا اس نے سلام پھیرتے ہی شور مچایا کہ تم لوگ مسجد میں بیٹھ کر ایسی باتیں کرتے ہو اور خوب برا بھلا کہا مفتی صاحب تو فوراً اٹھ کر چلے گئے اور ہم لوگ وفد بنا کر حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں پہنچے اور درسگاہ کا مطالبہ کیا تو حضرت نے فرمایا کہ درسگاہ تو نہیں ہے البتہ مدرسہ کا سٹور ہے جس میں پرانا سامان وغیرہ رکھا ہے اگر تم لوگوں کو وہ جگہ پسند ہو تو لے لو جگہ اگرچہ چھوٹی تھی لیکن دیگر درسگاہوں کے ساتھ تھی اس لیے سب طلباء نے اس کا سامان دوسری جگہ منتقل کیا اور اگلے دن وہاں پر کلاس شروع ہو گئی اگرچہ سال بھر اس میں بیٹھنے میں تنگی رہی لیکن اساتذہ نے اسباق کھل کر پڑھائے۔

مفتی نعیم صاحب دامت برکاتہم

مفتی نعیم صاحب کی فراغت ہمارے سامنے کی ہے وہ دورہ حدیث میں تھے ہم درجہ اولیٰ میں تھے انہیں ہمیشہ اساتذہ کی خدمت کے لیے بھاگتے دوڑتے دیکھا وہ شہر سے ایک پرانے بمبوکاٹ موٹر سائیکل جس کے پیچھے رکشے کی طرح دو سیٹیں بنی ہوئیں تھی اس پر آیا کرتے تھے اور دور سے آنے والے اساتذہ کو کبھی لے کر آتے تھے اور کبھی لے کر جاتے تھے خاص طور پر مولانا محمد صاحبؒ اکثر ان کے ساتھ جایا کرتے تھے وہ بمبو کاٹ بھی عجیب تھا اس کے کلچ کی تار اکثر باہر نکلی ہوتی تھی مفتی صاحب ہاتھ پر لپیٹ

کر موٹر سائیکل اسٹارٹ کرتے تھے تو طرح طرح کی آوازیں نکالتا تھا اس کا تماشا دیکھنے کے لیے ہم طلباء لوگ گیٹ پر جمع ہو جاتے۔

فراغت کے فوراً بعد ان کو جامعہ میں تدریس دیدی گئی چنانچہ جب ہم ثانیہ میں آئے تو قدوری شریف ان کے پاس تھی بڑے جوش وخروش سے سبق پڑھاتے تھے اور رابعہ کے سال مقامات حریری پڑھی مفتی صاحب کی شادی میں ہم طلباء شریک تھے اور ولیمہ میں کھانے وغیرہ کا سارا انتظام ہمارے ذمہ تھا پھر مفتی صاحب نے جامعہ بنوریہ کی بنیاد رکھی اللہ تعالیٰ اساتذہ کی خدمت کی برکت سے ان سے دین کا عظیم الشان کام لے رہا ہے۔

فقہ کی کتاب الاختیار

حضرت بنوریؒ نے جامعہ میں شرح وقایہ کی جگہ فقہ کی کتاب الاختیار جاری کی تھی یہ المختار کی شرح ہے شرح اور متن دونوں ایک ہی مصنف کے ہیں یہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی کی تالیف ہے اور جامعہ ازھر میں پڑھائی جاتی ہے ہمیں یہ کتاب مہتمم جامعہ حضرت مولانا احمد الرحمٰن صاحب پڑھایا کرتے تھے اور ظہر کے بعد حضرت کا سبق ہوتا تھا چونکہ اس کتاب کی شرح اور حاشیہ نہیں تھا اس لیے بہت مشکل معلوم ہوتی تھی۔

حضرت مفتی صاحب اس کے پڑھانے میں بہت ماہر تھے دوران درس بندہ حضرت مفتی صاحبؒ کے بالکل سامنے چندفٹ کے فاصلے پر بیٹھتا تھا کبھی حضرت کے چہرے پر اسقدر انوارات ہوتے تھے کہ نظر نہیں ٹکتی تھی کئی دفعہ اس کا کھلا مشاہدہ ہوا۔

بعض دفعہ رات کو تکرار میں کسی جگہ الجھ جاتے اور دس گیارہ بجے کا وقت ہوتا تو ساتھی مجھے حضرت کے گھر بھیجتے میں حضرت کا دروازہ کھٹکھٹاتا تو اندر سے پوچھا جاتا تو میں عرض کرتا کہ طالب علم ہوں حضرت سے سبق پوچھنا ہے تو حضرت خود باہر تشریف لاتے پہلے تو پیار سے ڈانٹتے اور پھر گھر کے کونے پر لگی ہوئی بتی کے نیچے کھڑے کھڑے پورا سبق سمجھاتے اس پر بہت خوش ہوتے شاباش دیتے متعدد بار ایسا ہوا۔

حضرت والد صاحبؒ کی جامعہ میں آمد

بندہ کے ۸ سالہ دور طالب علمی میں حضرت والد صاحبؒ دو مرتبہ کراچی جامعہ میں تشریف لائے پہلی مرتبہ تو بہت مختصر قیام تھا البتہ دوسری دفعہ آئے تو کئی دن قیام رہا آپ کا قیام آپ کے شاگرد رشید مولانا عبدالقیوم صاحب چترالیؒ کے کمرے میں ہوتا تھا۔

اس دفعہ کا سفر مدرسہ کی ضروریات کے سلسلے میں تھا کراچی میں حضرت والد صاحبؒ کے چند دیرینہ دوست تھے جو کہ حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ کے متوسلین میں سے تھے ان سے مدرسہ کی معاونت کے سلسلے میں ملاقات کرنا تھی کیونکہ اس وقت مدرسہ قرض پر چل رہا تھا۔

جس رات تشریف لائے تھے اس کی صبح فجر میں جب بندہ حاضر ہوا تو آپ بہت رو رہے تھے میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ بار بار میرے قلب میں یہ آیت آ رہی ہے "الیس اللہ بکاف عبدہ" (سورۃ کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے لیے کافی نہیں اور شدت سے احساس ہو رہا ہے کہ میں کیوں آیا اور اس پر سخت ندامت ہے بس آج ہی واپس چلا جاتا ہوں بندہ نے عرض کیا کہ آپ اپنے دوستوں سے خیر خیریت کی غرض سے ملاقات کر لیں اور اپنے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی اولاد مفتی محمد رفیع صاحب دامت برکاتہم اور مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم سے بھی ملاقات کر کے جائیں تو آپ نے میری رائے سے اتفاق فرمایا اور جلد واپسی کا ارادہ ملتوی فرما دیا۔

ناشتہ کے بعد بولٹن مارکیٹ تشریف لے گئے جہاں آپ کے چند دوست تھے بہاولنگر مدرسہ کے ناظم قاری شریف صاحب مرحوم آپ کے ہمراہ تھے راستے میں ایک دوکان کے پاس سے گزرے تو دوکاندار نے آپ کو دیکھا تو باہر آ کر محبت سے آپ کو اندر لے گیا آپ نے سمجھا شاید میرا واقف ہے اس نے چائے وغیرہ منگوائی اور قاری شریف صاحب سے حضرت والد صاحبؒ کے بارے میں پوچھا اس ضمن میں مدرسہ کا بھی کچھ ذکر ہوا تو اس نے پچاس ہزار روپے کا عطیہ اسی وقت پیش کیا تو والد صاحبؒ

اس کے تعاون پر حیران رہ گئے پھر اپنے دوستوں سے ملاقات کی پھر اگلے دن دارالعلوم کورنگی اپنے شیخ کے صاحبزادگان کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔

افریقی طلباء کی دعوت

بندہ کے ہم درس اور تحتانی درجات کے جنوبی افریقہ کے طلباء نے حضرت والد صاحبؒ کی دعوت کی آپ عشاء کے بعد ان کے ءدارالاقامہ میں تشریف لے گئے اور بہت علمی اور تحقیقی باتیں ان کو بتائیں اور وعظ ونصیحت کی جس سے ہم طلباء کو بہت فائدہ ہوا۔

صاحبزادگی سے عدم واقفیت

حضرت والد صاحبؒ نے ہماری اس طرح تربیت کی تھی کہ ہم اس بات سے واقف نہیں تھے کہ ہم صاحبزادے ہیں چنانچہ جب میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن گیا تو اساتذہ کی خدمت بڑی محنت کے ساتھ کرتا تھا اکثر اساتذہ یہ سمجھتے تھے کہ شاید میں کسی کسان کا بیٹا ہوں جب حضرت والد صاحبؒ آئے تو اس وقت اساتذہ کو علم ہوا کہ میں بھی صاحبزادہ ہوں بلکہ حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحب ناراض ہوئے کہ تم نے کیوں نہیں بتایا کہ تم اتنے بڑے عالم کے بیٹے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو سیکھنے کے لیے آیا ہوں۔

مدیر جامعہ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی صاحبؒ حضرت مولانا سید یوسف بنوریؒ کے بڑے داماد اور ان کی رحلت کے بعد ان کے جانشین اور جامعہ کے مہتمم مقرر ہوئے حضرت مہتمم صاحب محدث عظیم حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوریؒ کے فرزند تھے جو کہ جامعہ مظاہرالعلوم سہارنپور انڈیا کے شیخ الحدیث اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بڑے خلفاء میں سے تھے حضرت تھانویؒ انہیں کیمل پوری کی بجائے کامل پورے فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب بڑی جامع الکمالات شخصیت کے مالک تھے اور ہر دینی محاذ میں ان کا حصہ تھا ہر جماعت انہیں اپنا سرپرست تسلیم کرتی تھی بڑی نورانی اور پر کشش شخصیت کے مالک تھے محبت اور شفقت کے پیکر تھے بڑی زبردست انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت بنوریؒ کے بعد ان کے کام کو اس قدر آگے بڑھایا کہ بام عروج تک پہنچادیا ان کے دور میں ملکی طلباء کے علاوہ بیس غیر ملکوں کے طلباء بھی پڑھتے تھے طلباء کے ساتھ آپ کا جو مشفقانہ اور ناصحانہ رویہ تھا اس کی وجہ سے ہر طالب علم انہیں اپنا باپ سمجھتا تھا اور طلباء کی چھوٹی چھوٹی تکالیف پر تڑپ اٹھتے تھے اور اس کا ازالہ اور مداواہ فرماتے تھے باوجود کہ اتنے بڑے ادارے کے مہتمم اور اتنی عظیم شخصیت کے مالک تھے ہر چھوٹے سے چھوٹے طالب علم کی آپ تک رسائی تھی اور وہ آسانی سے اپنا مسئلہ آپ تک پہنچادیتا تھا ایک ہی کمرے میں آپ کی اور دیگر عہدہ داروں اور منشی کی نشست تھی اور وہیں فارغ گھنٹوں میں اساتذہ آکر بیٹھتے تھے اور ہمہ وقت وہاں آنا جانا لگا رہتا تھا۔

حضرت مفتی صاحب تدریسی میدان کی بھی کامیاب شخصیت تھی یہی وجہ ہے کہ ایک یا دو سبق آپ کے ذمہ ہوتے تھے جن کو پوری ذمہ داری سے پڑھاتے تھے باوجود بے پناہ مصروفیت اور ملکی اور غیر ملکی اسفار کے نصاب مکمل کراتے تھے دورہ حدیث میں آپ کا سبق ۱۹۸۵ء میں شروع ہوا اور غالباً ہماری پہلی جماعت تھی جنہوں نے آپ سے مسلم شریف جلد ثانی پڑھی حضرت کا یہ گھنٹہ فجر کے فوراً بعد ہوتا تھا حضرت کا معمول یہ تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر فوراً دفتر میں تشریف لے آتے اور مطالعہ فرماتے اکثر بندہ اور بسا اوقات کوئی اور طالب علم کینٹین سے آپ کے لیے چائے دانی میں چائے اور بسکٹ لے کر آتا آپ ایک کپ چائے پیتے اور باقی بندہ کو فرماتے تم پی لو اور یہی بس ہمارا ناشتہ ہوتا تھا اس کے بعد حضرت کا سبق شروع ہوجاتا جو جامعہ کے عام تدریسی وقت شروع ہونے تک ہوتا اور ساتھ ہی اگلا گھنٹہ شروع ہوجاتا تحتانی درجات میں آپ کا گھنٹہ فوراً

ظہر کے بعد شروع ہوتا تھا چنانچہ ہم نے اَلْاَ خْتِیار اسی گھنٹے میں پڑھی۔

آپ بڑی غیور طبیعت کے مالک تھے بڑے بڑے ملکوں کے وفود آپ سے ملنے آتے تھے تو آپ بڑی شان استغنیٰ سے ملتے تھے اگر کوئی بدعقیدہ شخص آ رہا ہوتا تو ہم طلباء لوگ اس کا استقبال کر کے دفتر میں بٹھاتے جب وہ بیٹھ جاتا تو پھر آپ تشریف لاتے اور وہ اٹھ کر آپ کو ملتا اس طرح اس کا اکرام کرنے سے اپنے کو محفوظ کر لیتے۔

جب سواد اعظم کے سلسلے میں آپ کی گرفتاری عمل میں آئی تو آپ نے ضمانت نہیں کروائی بلکہ اس بات پر اڑے رہے کہ جب تک اس جھوٹے پرچے کو خارج نہیں کیا جائے گا جیل سے نہیں نکلیں گے چنانچہ اس میں چھ ماہ گزار دیے صدر جنرل ضیاء الحق کا زمانہ تھا چنانچہ حکومت نے مجبور ہو کر پرچہ واپس لیا تو آپ باہر آئے۔

حضرت مفتی صاحب بہاول نگر بندہ کے گھر بھی تشریف لائے تھے اور صبح کا ناشتہ تناول فرمایا تھا بہت خوش ہوئے تھے اور دعائیں دی تھی حضرت مفتی صاحب کی بڑی بچی کی شادی میں مہمانوں کے کھانے کا انتظام بھی ہم طالب علموں کے ذمہ تھا حضرت بہت جلد اس دنیا سے کوچ فرما گئے تقریباً ۵۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

عجیب شفقت

ایک مرتبہ مہتمم جامعہ مفتی احمد الرحمٰن صاحب ہم سب طلباء کو کسی تقریب میں لے گئے جن میں حضرت کے خادم خاص مولوی ابوبکر افریقی بھی تھے عشاء کے بعد تقریب سے واپسی پر ہم برنس روڈ سے گزر رہے تھے یہ روڈ کراچی میں کھانے پینے کی اشیاء میں بہت معروف ہے تو حضرت نے ہم طلباء سے پوچھا لسّی پیو گے؟ ہم سب نے فوراً کہا جی ہاں تو گاڑی لسّی کی دوکان کے سامنے رکوالی اور ہمیں لے کر اندر تشریف لے گئے اور ہم سب کے لیے اور اپنے لیے لسّی کا آرڈر دیا اور اس دوران بہت ظریفانہ گفتگو فرماتے رہے لسّی پی کر ہم لوگ روانہ ہوئے اور جامعہ پہنچے۔

بندہ کا خواب

بندہ نے خواب دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کسی بزرگ سے ملنے کے لیے جارہے ہیں اور میں ساتھ ہوں حضرت ایک چھوٹی سی مسجد میں پہنچے حضرت مفتی صاحب کی جوتیاں میرے ہاتھ میں ہیں اس مسجد کے ساتھ ایک حجرہ ہے جس میں ایک بزرگ ہیں جنھوں نے لونگی اور بنیان پہنا ہوا ہے اور نابینا ہیں اور یوپی لہجے میں اردو بول رہے تھے تو بڑی محبت سے ملے گفتگو تو یاد نہیں ہے لیکن انہوں نے گنے کا ایک ٹکڑا مفتی صاحب کو دیا اور ایک مجھے دیا مفتی صاحب تو وہیں کھانے لگے اور مجھے حیا آئی میں نے آپ کے سامنے نہیں کھایا اور ساتھ لے آیا وہ فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تھے۔

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کی زیارت

ہمارے درجہ رابعہ کے سال حضرت والا سے معلوم ہوا کہ دادا پیر حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ فلاں دن خانقاہ تشریف لا رہے ہیں حضرت اقدس کا نام ایک عرصے سے حضرت والا سے سنتے آئے تھے اس لیے جب یہ خبر ملی تو خوشی کی انتہاء نہ رہی اس دن کے انتظار میں ایک ایک لمحہ بڑی مشکل سے گزرتا تھا اپنے درجے اور اپنے دارالاقامہ میں ساتھیوں کو حضرت اقدس کی زیارت کی ترغیب دی کافی ساتھی تیار ہوگئے اور ہم نے ایک بس کرایہ پر لی اور عصر سے پہلے خانقاہ پہنچے عصر کی اذان ہو چکی تھی حضرت اقدس اور ہمارے شیخ سالکین کے ہجوم کے ساتھ مسجد کی طرف تشریف لے جارہے تھے ہم لوگ بھی ان میں شامل ہوگئے حضرت اقدسؒ پہلے مسجد میں داخل ہوئے ان کے پیچھے ہم طلباء اور دیگر لوگ بھی بھاگتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت اقدس نے سب کو روکا اور ڈانٹا فرمایا کہ سب خلاف سنت داخل ہوئے لہذا مسجد سے باہر چلیں جائیں اور ایک ایک آدمی پانچ سنتیں ادا کرتے ہوئے مسجد میں داخل ہوا اسی طرح نماز کے بعد حضرت اقدس نے ہر ایک سے مسجد سے نکلنے کی پانچ سنتیں پوری کرائیں پھر حضرت اقدسؒ خانقاہ تشریف لے آئے وہاں مختصر مجلس ہوئی پھر مغرب سے پہلے ہم جامعہ واپس چلے گئے۔

حضرت اقدس کا قیام تو حضرت نواب قیصر صاحب دامت برکاتہم کے گھر پر تھا لیکن جمعۃ المبارک کو خانقاہ تشریف لے آئے اور ہمارے حضرت والا سے فرمایا کہ آپ بیان کریں اور خود نیچے تشریف فرما ہوئے حضرت والا کو صوفے پر بیٹھنے میں کچھ تکلف ہوا جس کو حضرت اقدسؒ نے بھانپ لیا اور فرمایا کہ اگر بڑا چھوٹے کو اوپر بیٹھنے کا حکم دے تو چھوٹا اپنے آپ کو ترازو کا وہ پلڑا سمجھے جو ہلکا ہوتا ہے تو پھر کوئی تکلف نہیں رہے گا پھر ہمارے حضرت نے بیان فرمایا بیان کے بعد حضرت اقدسؒ نے پورے مجمعے کو تکبیر تحریمہ رکوع اور رکوع سے سجدے میں جانے کا طریقہ عملاً سکھایا اور ہر ایک سے کروایا اس طرح اذان اور تکبیر بھی سکھائی اس کے بعد الحمدللہ متعدد بار حضرت ہردوئی کی زیارت اور مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت مولانا مفتاح اللہ صاحب اور ترجمۃ القرآن

درجہ رابعہ کا ترجمۃ القرآن حضرت مولانا مفتاح اللہ صاحب دامت برکاتہم کے پاس آیا حضرت اگرچہ اس وقت جوان اساتذہ میں شمار ہوتے تھے اور درجہ رابعہ تک کے اسباق آپ کے پاس تھے لیکن بہت اللہ والے تھے اور بہترین قاری اور خوش الحان تھے اکثر غیر ملکی وفدوں کی آمد کے موقعہ پر تلاوت قرآن فرماتے ۔مثنوی شریف کے فارسی اشعار بہت خوبصورت آواز میں پڑھتے تھے ہم طالب علم کبھی کبھار سنا کرتے تھے۔

حضرت کے ذمہ اگرچہ ترجمۃ القرآن پڑھانا تھا لیکن بہت تحقیق کے ساتھ ترجمہ اور تفسیر پڑھاتے تھے جس کی وجہ سے قرآن مجید سے بہت شغف اور تعلق پیدا ہو گیا تھا اور باوجود تنگ دستی کے تفسیر عثمانی، معارف القرآن اور تفسیر مظہری خریدی بعد میں تفسیر ابن کثیر بھی خرید لی ان تفاسیر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور امتحانات میں ہر ہر آیت پر چار چار پانچ پانچ تفاسیر کا مطالعہ کرتا تھا اور تفسیر کا پرچہ تیس پینتیس صفحات سے کم نہیں ہوتا تھا

اب تو حضرت استاد جامعہ میں طحاوی شریف اور جامعہ کی شاخ گلشن عمرؓ میں بخاری شریف پڑھاتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحبؒ کی خصوصی دعا

درجہ رابعہ میں چونکہ تفسیر سے خاص شغف ہو گیا تھا طوالت کی وجہ سے اس کا مطالعہ مکمل نہیں ہوتا تھا تو اس کا یہ حل نکالا تھا کہ عصر کی چھٹی اور نماز کھڑے ہونے تک جو آدھ گھنٹہ سے پون گھنٹہ کا وقت ہوتا تھا مسجد میں چلا جاتا اور نماز کھڑی ہونے تک مطالعہ کرتا اس معمول سے علم کے ساتھ ساتھ بہت نورانیت محسوس ہوتی تھی۔

ایک دن حسب معمول مسجد میں مطالعہ کر رہا تھا عام طور پر مسجد میں کوئی نہیں ہوتا تھا تو کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی تو میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحبؒ اکیلے مسجد میں داخل ہو رہے تھے میں حضرت کی زیارت کر چکا تھا میں فوراً کھڑا ہوا اور دوڑ کر حضرت ڈاکٹر صاحب سے مصافحہ کیا حضرت کا ہاتھ تھام کر صف اول میں لے آیا اذان ہو چکی تھی حضرت سنتیں ادا کرنے لگ گئے جامعہ میں کسی کو خبر نہیں تھی کہ ڈاکٹر صاحب آئے ہیں نماز شروع ہوئی تو میں نے حضرت کے ساتھ ہی نماز پڑھی نماز کے بعد دعا سے پہلے تسبیحات کے وقفہ میں میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میں ایک مسافر طالب علم ہوں بہت دور سے آیا ہوں علم سیکھنے کے لیے آپ میرے لیے دعا فرمادیں تو حضرت نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع فرمائی اور بڑی آہ زاری سے بندہ کے لیے علم وعمل کی توفیق مانگی جب تک امام صاحب دعا کرواتے رہے حضرت میرے لیے دعا کرتے رہے جونہی دعا ختم ہوئی اور حضرت ڈاکٹر صاحب کا لوگوں کو علم ہوا تو جامعہ کے اساتذہ اور بڑے طلباء نے ایسا گھیرا کہ ہم جیسوں کا پہنچنا بھی مشکل تھا اسی کو میرے شیخ فرماتے ہیں ؎

اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کے وہ آپ خود بتلاتے ہیں

اس کے بعد بھی متعدد بار حضرت ڈاکٹر عارفی صاحبؒ کی زیارت ہوئی ایک چیز جس کی ڈاکٹر صاحب بہت تاکید فرماتے تھے وہ عافیت ہے اور فرماتے تھے یہ دعا

پڑھا کرو "**اللّٰھم عافنا و اعف عنا**"

الحمدللہ اس فقیر نے اس وظیفہ کو ہرز جان بنایاہوا ہے ایک مرتبہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی اس مجلس میں حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ اور حضرت مفتی رفیع عثمانی، حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم بھی موجود تھے تو حضرت نے شیطان کی خفیہ تدابیر پر بیان فرمایا اس قدر خوف طاری ہوا کہ حضرت کے گھر سے نکلتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں شیطان نہ پکڑ لے۔

بیماری کا حملہ

۱۲ بجے کے بعد درجہ ثالثہ میں سردی کے موسم میں بندہ نے یہ طریقہ اپنالیا تھا کہ بنیان پہن کر مسجد کے برآمدے میں بیٹھتا تھا جبکہ کوئٹہ کی ہوا چل رہی ہوتی تھی تا کہ نیند نہ آئے اور تین بجے تک مطالعہ کرتا تھا اس سے اندر کچھ سردی کا اثر ہوگیا اس کے بعد رابعہ میں اگر چہ یہ عادت ترک کردی لیکن پھر بھی محنت کی زیادتی کی وجہ سے ششماہی امتحان کے بعد سخت بیمار ہوگیا اور اس قدر کمزوری ہوگئی کہ بغیر سہارے کے چلا نہیں جاتا تھا لیکن اس حالت میں بھی ساتھی مجھے درسگاہ لے جاتے تھے البتہ رات عشاء کے بعد سو جاتا ہلکا پھلکا علاج اپنے وسائل کے مطابق کرواتا رہا لیکن گھر اس لیے اطلاع نہیں دی کہ کہیں گھر واپس نہ بلالیں پھر ایک غیر ملکی ساتھی نے کچھ طاقت کے انجکشن خرید کردیئے روزانہ ایک انجکشن لگواتا تھا جس سے چند گھنٹے طاقت رہتی اسی طرح سالانہ امتحان آ گیا بندہ تیاری نہ کرسکا بلکہ زیادہ وقت آرام کرتا تھا جب پرچے شروع ہوئے تو دیگر ساتھی ساری رات پڑھ کر جاتے تھے اور میں عشاء کے بعد سو جاتا تھا صبح کو جب پیپر کا وقت ہوتا تو رب اشرح لی صدری والی دعا پڑھنا شروع کردیتا اور آہستہ آہستہ سوالوں کا جواب آتا چلا جاتا امتحان کے بعد میں واپس آیا تو بڑے بھائی ڈاکٹر جمیل صاحب نے بہاولپور میں ایک سپیشلسٹ کو دیکھایا جنہوں نے کہا کہ ان کا جگر متاثر ہے اور چھ ماہ کی دوا دی اور اللہ تعالیٰ نے جلد شفایاب کردیا اور اس سال سہ ماہی،

ششماہی اور سالانہ امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص تھا۔

چالیسویں کا جلوس اور جامعہ پر شیلنگ

کراچی میں شیعہ فرقہ کی مرکزی امام بارگاہ تو ایم اے جناح روڈ پر قائداعظم کے مزار کے سامنے ہے اور محرم وغیرہ کے جلسے وجلوس مرکزی طور پر وہیں ہوتے ہیں اور کراچی کے مختلف اطراف سے جلوس وہیں جمع ہوتے ہیں ان میں ایک جلوس جمشید روڈ سے ہمارے جامعہ کے سامنے سے گزرا کرتا تھا اور یہ لوگ جامعہ کے گیٹ کے سامنے جلوس روک کر تبراء بازی کرتے جس کی وجہ سے جامعہ کے اساتذہ اور طلباء میں بڑا اشتعال ہوتا اور کسی ناگوار واقعہ سے بچنے کے لیے جامعہ کے دروازے بند کر دیے جاتے اور بارہا حکومتی نمائندوں کو اس کی اطلاع دی گئی اور انتظامیہ کو بتلایا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے اس پر جامعہ کے مہتمم مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے فیصلہ کیا کہ چالیسویں کا جلوس روکا جائے گا اور اس کے لیے کئی ٹرک پتھر جامعہ میں جمع کر لیے گئے اور ان پر طلباء کی ڈیوٹیاں لگادی گئیں بندہ کو چھ سات طلباء کا امیر بنا کر شرقی دروازہ پر مقرر کر دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ جب اعلان ہوتو پتھراؤ شروع کر دیا جائے حکومت کو ان ارادوں کا علم ہوگیا تھا اس لیے پولیس کی بہت بڑی نفری جامعہ کے اردگرد تعینات تھی بلکہ جامعہ کے شرقی، غربی اور جنوبی جانب بلند عمارتوں کی چھتوں پر بھی پولیس کی نفری موجود تھی۔

جونہی جلوس جامعہ کے قریب پہنچا اور ان کے سیاہ بدبختی کے جھنڈے نظر آنے لگے تو ہم نے پتھراؤ شروع کر دیا اور ساتھ ہی پولیس نے آنسو گیس کی شیلنگ شروع کر دی اور اس کثرت سے آنسو گیس مارے کہ جامعہ میں کوئی جگہ بچی نہ تھی جس سے درجہ حفظ کے بچے بے ہوش ہونے لگے اور حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ ننگے پاؤں جامعہ میں دوڑ رہے تھے اور طلباء کی خبر لے رہے تھے اور حضرت نے ہم طلباء کو باورچی خانہ سے پانی اور نمک لانے کا حکم فرمایا اور ہم چند طلباء دیگر طلباء کو نمک چٹاتے اور آنکھوں میں پانی

ڈالتے تھے جو بچے بے ہوش تھے ان سب بچوں کو مسجد میں اکھٹا کیا اور اساتذہ اور بڑے طلباء انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کرتے رہے شیلنگ کے بعد پولیس نے ربڑ کی گولیاں برسانا شروع کیں اور جامعہ کے صدر دروازے سے جو کہ جالی دار تھا اندر براہ راست گولیاں چلائیں حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ غصے میں بپھرے ہوئے صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگے جبکہ سب اساتذہ وغیرہ آپ کو روک رہے تھے لیکن آپ آگے ہی بڑھتے جارہے تھے اور پولیس اور حکومت کو برا بھلا کہہ رہے تھے کئی گولیاں آپ کے دائیں بائیں سے گزریں آپ بڑی جرأت اور شجاعت سے گیٹ تک پہنچے اور پھر پولیس کے بڑے افسران آگئے آپ نے ان کو خوب ڈانٹا اور شیلنگ اور فائرنگ وغیرہ بند ہوگئی جامعہ میں ہر طرف گیس کی بو اور آنسو گیس کے خول پھیلے ہوئے تھے جنہیں جمع کیا گیا تو ۲۵۰ سے اوپر نکلے اور گیس کے اس قدر اثرات رہے کہ کئی دن تک آنکھیں جلتی تھیں خاص طور پر مسجد میں جب سجدے میں جاتے تو صفوں سے گیس کا اثر آنکھ اور ناک کو محسوس ہوتا۔

اساتذہ کی گرفتاری

مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ مہتمم جامعہ، حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحبؒ، مفتی عبدالسمیع صاحب ناظم دارالاقامہ، مفتی جمیل خان صاحبؒ ایڈیٹر اسلامی صفحہ جنگ اور دیگر بعض حضرات کی گرفتاری عمل میں آئی ان حضرات کو لانڈھی جیل میں بند کر دیا گیا حضرت مفتی صاحبؒ ضمانت کے لیے قطعاً تیار نہ ہوئے بلکہ اس بات پر ڈٹے رہے کہ پرچہ جھوٹا ہے خارج کیا جائے حالانکہ اس زمانے میں قاری سعید الرحمٰن صاحب پنڈی والے حکومت میں بہت موثر تھے اور حضرت مفتی صاحب کے بڑی بھائی تھے لیکن حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب ضمانت کے لیے نہیں مانے بالآخر چھ ماہ بعد حکومت نے پرچہ واپس لے کر رہا کر دیا۔

اساتذہ کی گرفتاری کے دوران ایک دو مرتبہ ملاقات کے لیے لانڈھی جیل جانا ہوا

اور اساتذہ کی زیارت اور ملاقات کی پابند سلاسل ہوکر بھی ان کے حوصلے قابل رشک تھےاوران حضرات کے وجود مسعود کی وجہ سے جیل خانہ رشک گلستان بنا ہوا تھا۔

اس کے بعد حکومت نے جلوس کا یہ حل نکالا کہ سڑک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور درمیان میں قد آدم دیوار اور جنگلا لگا دیا اور جلوس کو دوسری طرف سے گزرنے کا پابند کر دیا گیا اور جامعہ کے سامنے روکنے کی اجازت منسوخ کر دی گئی شیعہ حضرات کو اس کی بڑی تکلیف تھی چنانچہ اگلے سال جامعہ پر حملہ کر دیا۔

جامعہ پر حملہ

دس محرم الحرام کا دن تھا ہم طلباء نے روزہ رکھا ہوا تھا جامعہ میں چھٹی کا سماں تھا جزوی تعلیم ہورہی تھی لیکن کوئی پابندی نہیں تھی اور ہر عاشورہ کے دن جامعہ میں یہی نظم ہوتا تھا طلباء کو جامعہ کی طرف سے سحر اور افطار کرایا جاتا تھا شیعوں کے جلوس وغیرہ کی وجہ سے صبح سے رات تک جامعہ کے گیٹ بند رہتے تھے طلباء کو باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی شیعوں کا بڑا جلوس لالوکھیت سے گرومندر چورنگی سے گزر کر مزار قائد کے سامنے مرکزی امام بارگاہ میں جمع ہوا کرتا تھا۔

اس سال لالوکھیت کا یہ جلوس جب گرومندر چورنگی پر پہنچا تو انہوں نے چورنگی کی دوکانوں کو آگ لگانا شروع کر دی جس سے بہت دھواں اٹھنے لگا جامعہ میں ہنگامی حالت کے لیے گھنٹی بجا دی گئی جس سے طلباء کمروں اور درسگاہوں سے نکل کر جامعہ کی چھتوں اور دروازوں پر جمع ہو گئے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ جلوس جامعہ تک آ پہنچا اور نیو ٹاؤن مسجد کی دوکانوں میں واقع جامعہ ہوٹل کو آگ لگائی اور جامعہ پر پتھراؤ شروع کر دیا طلباء نے بھی جوابی کاروائی کی اور اندر سے باہر پتھراؤ شروع کر دیا چونکہ گیٹ بند تھے اس لیے باہر جانا مشکل ہو رہا تھا تو ہم چند طلباء نے جن میں ہمارے ایک جنوبی افریقہ کے ساتھی مولوی عبدالخالق کیپ ٹاؤنی بھی تھے غربی دروازہ پھلانگ کر باہر نکل آئے طلباء کی جوابی کاروائی سے پہلے ہی جلوس کافی پیچھے ہٹ چکا تھا ہمیں دیکھ کر انہوں نے

بھاگنا شروع کر دیا اور ہم بھی ان کے پیچھے بھاگنے لگے جلوس میں سے کسی نے گولی بھی چلائی جو ایک طالب علم کے پاؤں پر لگی جسے ہسپتال بھیج دیا گیا چورنگی میں بیس کے قریب دوکانیں جل کر خاک ہوگئیں اور ایرانی ہوٹل میں ایک آدمی زندہ جل گیا جلوس کے ساتھ جو پولیس تھی وہ غائب ہوگئی کافی دیر کے بعد رینجر اور فوج آئی اور پورے علاقے میں کرفیو لگا دیا گیا۔

اس دن فقہ کا یہ مسئلہ خوب سمجھ میں آیا کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس دفاعی جنگ کے دوران ہم نے کئی بار پانی پیا عصر کے بعد یاد آیا کہ روزہ ہے اور اس کے افطار کی تیاری کرنی ہے تقریباً ۳ دن تک کرفیو لگا رہا۔

کبھی کی کہی بات

ایرانی ہوٹل کا مالک مجوسی تھا جو کہ آگ کو پوجتے ہیں اس کی ماش کی دال بڑی مشہور تھی ہم طالب علم کبھی کبھی دال لینے جاتے تو وہ مجوسی کہا کرتا تھا کہ میرا خدا آگ ہے اور میں اسی سے مروں گا چنانچہ اسی ہنگامے میں وہ اسی ہوٹل میں جل کر مرا تھا دنیا میں بھی دوزخ اور آخرت میں بھی دوزخ۔

کرفیو کے دوران

جامعہ میں غیر ملکی طلباء کے لیے الگ مطبخ تھا جہاں وہ اپنے مخصوص کھانے پکایا کرتے تھے کیونکہ وہ مرچ مصالحے کا زیادہ استعمال نہیں کرتے تھے اس لیے عام مطبخ کا کھانا ان کے لیے بہت مشکل تھا ان کا باورچی باہر سے آیا کرتا تھا جبکہ عام مطبخ کا باورچی اندر ہی رہتا تھا کرفیو کی وجہ سے باورچی نہ آسکا ایک دن تو جیسے تیسے گزر گیا اگلے دن غیر ملکی طلباء کے لیے کھانے کی پریشانی پیدا ہوگئی ناظم صاحب نے میری ڈیوٹی لگا دی کہ آپ ان کے لیے کھانا مہیا کریں اور اس سلسلے میں فوج سے بات کی انہوں نے کہا کہ ایک آدمی ہمارے آدمی کے ساتھ بھیج دیں اور پیر الٰہی بخش کالونی سے کھانے کا سامان لے آئیں چنانچہ میں ایک پولیس والے کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر P.I.B کالونی

گیا ہم جہاں سے گزرتے تو لوگ کھڑکیوں سے آواز لگاتے تھے کہ مولوی پکڑا گیا مولوی پکڑا گیا خیر وہاں سے کافی ساری ڈبل روٹیاں اور مونگی مسر کی دال خرید لی اور دو دن تک دال بندہ ہی نے پکائی اور قوم نے کھائی تیسرے دن باورچی آیا اور غیر ملکی مطبخ کا نظام دوبارہ چالو ہو گیا۔

سواد اعظم

خمینی انقلاب کے بعد شیعہ کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ اور اہل سنت والجماعت کے مراکز پر ان کی پرتشدد کاروائیوں کے بعد کراچی کے اکابر علماء نے تنظیمی طور پر ان کے مقابلے کا فیصلہ کیا اور سواد اعظم اہل سنت والجماعت کی بنیاد ڈالی اس کے روح رواں پہلے نمبر پر حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی تھے اور دوسرے نمبر پر حضرت مولانا اسفند یار صاحب اور مفتی جمیل خان صاحب اور دیگر علماء تھے اس جماعت کو عوام الناس میں بہت پزیرائی ملی اور اس کی وجہ سے شیعت اور رفض کا فتنہ کراچی میں دب گیا اس کے تحت بڑے بڑے جلسے جلوس اور اجتماعات ہوتے تھے اور متعدد بار نیوٹاؤن مسجد میں کراچی کے تمام علماء کے اجلاسات ہوئے اور کئی بار اس کا لٹریچر ہم طالب علم مختلف مساجد میں تقسیم کرنے کے لیے گئے حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے اس کے دائرہ کار کو پورے پاکستان میں پھیلانے کا ارادہ کیا اور اس غرض کے لیے بذریعہ کار اندرون سندھ، پنجاب اور سرحد کا دورہ کیا اس سلسلے میں بہاول نگر میں مدرسہ جامع العلوم بھی تشریف لائے بڑے بھائی حافظ سراج احمد اخون صاحب نے استقبال کیا حضرت والد صاحبؒ اور دیگر علماء سے اس وفد نے ملاقات کی

اس کے اثر رسوخ کو دیکھ کر سواد اعظم کے بعض حضرات نے صدر ضیاء الحق کے دور کے غیر جماعتی انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا اگر چہ بعض نے اس کی مخالفت کی کیونکہ یہ خالصتاً مذہبی جماعت تھی بہرحال کراچی کی کئی چھوٹی سیٹوں پر سواد اعظم کے علماء انتخابات میں کھڑے ہوئے ان میں مولانا اسفند یار خان صاحب بھی تھے۔

مولانا اسفندیار صاحب کے حلقہ انتخاب میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے انگریزی خواندہ طلباء کی ڈیوٹی لگی جن میں بندہ کو بھی غالباً گولی مار کی طرف ایک پولنگ اسٹیشن پر سواد اعظم کی طرف سے پولنگ ایجنٹ بنایا گیا ہم لوگ فجر سے پہلے گئے اور عشاء کے بعد فارغ ہوئے چنانچہ ان علماء کا پہلا تجربہ تھا اس لیے اس میں انتظامی خرابیاں تھیں اس کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ ہم طلباء لوگ جو فجر سے پہلے گئے تھے سارے دن پانی پی پی کر گزارا کرتے رہے مغرب سے کچھ پہلے پلاسٹک کی تھیلیوں میں چاول آئے اس کے کھاتے ہی الٹیاں شروع ہوگئیں اور تیز بخار چڑھ گیا کئی دن تک اس میں مبتلا رہا اور بدقسمتی سے انتخابات بھی ہار گئے۔

شاید یہی وہ غلطی تھی جس نے سواد اعظم کو زوال پزیر کردیا اور بعد میں رہی سہی کسر ایم کیو ایم کے بننے سے نکل گئی بقول ہمارے ایک استاد کے ایم کیو ایم سواد اعظم کو ختم کرنے کے لیے ہی بنی۔

انتخابات میں ووٹ ڈالنے کی غرض سے اٹھارہ سال اور اس سے زیادہ عمر کے طلباء کے فوری طور پر شناختی کارڈ بنوائے گئے اور ان کے ووٹ کا اندراج کیا گیا اور بندہ نے کئی بار کراچی میں بلدیاتی انتخابات میں بھی ووٹ ڈالا۔

مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کی جامعہ میں تقریر

سواد اعظم کی تحریک کے دنوں میں حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ جامعہ تشریف لائے رات عشاء کے بعد نیوٹاؤن مسجد میں آپ کی تقریر ہوئی تھی ہم نے پہلی مرتبہ ان کا بیان سنا تھا توحید وسنت پر بڑا مدلل اور فصیح وبلیغ بیان فرمایا تھا جامعہ میں بندہ کے قیام کے دوران رات کو یہ واحد جلسہ ہوا تھا ورنہ تشریف لانے والے علماء اور بزرگوں کے بیان دن میں مسجد یا دارالحدیث میں ہوا کرتے تھے۔

حاجی عبداللہ صاحبؒ خادم خاص حضرت بنوریؒ

بندہ جب جامعہ میں داخل ہوا تو حج کے بعد قدیم طلباء سے سنا کہ حاجی عبداللہ

صاحبؒ آ رہے ہیں جو طلباء کو آب زم زم پلائیں گے اور مدینہ کی کھجور کھلائیں گے طلباء کی زبان پر ان کا بڑا تذکرہ سنا معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حاجی عبداللہ صاحب مرحوم ایک عام آدمی اور بے پڑھے لکھے انسان تھے لیکن اپنے آپ کو حضرت بنوریؒ کی خدمت اور صحبت کے لیے وقف کیا ہوا تھا جب تک حضرت بنوریؒ حیات تھے تو ان کے در دولت پر حاضر باش رہے اور ہمہ وقت خدمت میں مشغول رہے حضرت کی رحلت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت بنوریؒ کی خدمت اور دعاؤں کی برکت سے حرمین شریفین کا مستقل قیام نصیب فرما دیا لیکن سال میں ایک مرتبہ اپنے شیخ اور مربی کے ادارے میں مہینہ دو مہینے کے لیے تشریف لاتے تھے اور جامعہ کے تمام طلباء کے لیے آب زم زم اور کھجوریں لاتے تھے اور خود ہر ہر کلاس میں ہر طالب علم کو کھجور کھلاتے اور آب زم زم پلاتے بہت ظریف طبع اور ہنسنے بولنی والی شخصیت تھی ان کا مکّا بڑا مشہور تھا جو مزاح مزاح میں طالب علموں کا لگا دیتے تو مضروب کئی دن تک اس کا مزہ محسوس کرتا رہتا تھا حاجی صاحب نے تجرد کی زندگی گزاری اور جامعہ کے طلباء کو اپنی اولاد تصور فرماتے تھے آخر میں چلنے پھرنے میں کافی معذوری تھی ہمارے دور میں ہی رحلت فرما گئے۔

شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی جامعہ آمد

اس سال شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ جامعہ تشریف لائے غالباً سہ ماہی امتحان کا نتیجہ نکل چکا تھا اور نمایاں پوزیشن لینے والے طلباء کو انعامات کی تقسیم کی تقریب رکھی گئی تھی تقریباً گیارہ بجے تقریب شروع ہوئی جس میں حضرت مہتمم صاحب اور ناظم تعلیمات صاحب نے بیان کیے تھے اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ کے دست مبارک سے طلباء میں کتب تقسیم کیں ان خوش نصیبوں میں بندہ بھی شامل تھا۔

خواجہ صاحب کی مجلس

عصر کے بعد جامعہ کے باغیچہ میں جو دارالحدیث کے سامنے ہے خواجہ صاحب کی مجلس منعقد ہوئی جس میں مہتمم جامعہ مفتی احمد الرحمٰن صاحب اور دیگر اساتذہ اور طلباء موجود تھے راقم الحروف بھی تھا حضرت خواجہ صاحبؒ نے صرف ایک بات فرمائی کہ جو ہماری خاموشی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا وہ ہماری گفتگو سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اس کے بعد مغرب تک خاموش مجلس ہوئی لیکن الحمدللہ سب نے اپنے قلوب میں نور محسوس کیا واقعی عشق بے زبان ہوتا ہے۔

مفتی تنویر صاحب سے دوستی

جامعہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے نواسے اور مفتی رفیع صاحب مدظلہ اور مفتی تقی صاحب مدظلہ کے سگے بھانجے اور مولانا نور محمد صاحب کے صاحبزادے پڑھا کرتے تھے وہ اگرچہ بڑے درجات میں تھے لیکن ان کے ساتھ دوستانہ تعلق تھا چونکہ مولانا نور محمدؒ اور والد صاحبؒ نے اکھٹے دارالعلوم دیوبند میں پڑھا تھا اور آپس میں کافی گہرا تعلق تھا اس نسبت سے ہمارا بھی آپس میں تعلق تھا۔

درجہ رابعہ کے سال انہوں نے مجھ سے مزاح کرتے ہوئے کہا اب تم پوزیشن نہیں لے سکو گے کیونکہ دارالعلوم کراچی سے تمہارے درجے میں صف اول کا طالب علم آرہا ہے اب وہ تمہاری پوزیشن پر قبضہ کر لے گا اس سے بڑی فکر پیدا ہوئی جب اسباق شروع ہوئے تو بہت سے طلباء نئے داخل ہوئے تھے معلومات کی تو وہ مفتی تنویر احمد صاحب تھے ان کے مشاغل پر نظر رکھنا شروع کر دی یہاں تک کہ سہ ماہی امتحان آ گیا میں نے بھی معمول سے زیادہ محنت شروع کر دی جب نتیجہ آیا تو میری پہلی پوزیشن تھی اور مفتی صاحب نے کوئی پوزیشن نہیں لی تھی اس سے ہمیں پتہ چلا کہ جامعہ کا معیار تعلیم بہت بلند تھا لیکن یہ رقابت رفاقت میں تبدیل ہو گئی مفتی صاحب چھ بھائی تھے سب کے سب حافظ قرآن تھے اور ان میں تین عالم بن رہے تھے ان کے والد صاحب بچپن میں فوت

ہو گئے تھے اس لیے والدہ ہی نے پالا پوسا تھا گھر پر کپڑا بیچنے کا انتظام کیا ہوا تھا اس سے گزر اوقات ہوتا تھا میں بھی کبھی کبھی ان کے ساتھ گھر چلا جاتا تھا ان کی والدہ محترمہ بہت خدمت کرتی تھیں اور تقریباً سب بھائیوں کے ساتھ دوستانہ تعلق تھا ان کے بڑے بھائی مولانا عبدالجلیل صاحب ہمارے ساتھ فارغ ہوئے تھے اگرچہ اگلے درجے میں تھے لیکن کسی وجہ سے تعلیمی تعطل کی وجہ سے فراغت ہمارے ساتھ ہوئی دوسرے چھوٹے بھائی مولوی مسعوداللہ تحتانی درجہ میں تھے مفتی صاحب دوپہر کا کھانا اکثر ہمارے ساتھ کھاتے تھے اور ہمارے کمرے میں آرام کرتے تھے اور رات کو گھر چلے جاتے تھے مفتی صاحب کے سب سے چھوٹے بھائی مولانا حبیب اللہ صاحب بہت چھوٹے تھے اب ماشاءاللہ ہمارے شیخ کے خاص خدام اور خلفاء میں سے ہیں اور مفتی تنویر احمد صاحب بھی ہمارے شیخ کے خلیفہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کی دعاؤں اور تمناؤں کی بدولت علم اور تقویٰ اور دنیوی راحتوں سے نوازا ہے اب مسجد خدیجۃ الکبریٰ ڈیفنس کراچی میں امام اور خطیب ہیں اور ایک جامعہ میں استاد الحدیث ہیں اور بندہ کے ساتھ بہت ہی محبتیں ہیں اور بندہ کے مشاغل وعظ وارشاد اور درس وتدریس اور مدرسہ چلانے میں خاص معاونین میں سے ہیں **فجزاهم الله عنا وعن اهل المدرسه جزاءً خيراً**

درجہ رابعہ سہ ماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ رابعہ ششماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ رابعہ سالانہ امتحان کا نتیجہ

درجہ خامسہ ۰۳-۱۴۰۲ھ بمطابق ۸۳-۱۹۸۲ء

دو چھوٹے بھائیوں کا داخلہ

درجہ رابعہ کے بعد رمضان المبارک کی تعطیلات میں منطق کی معروف کتاب سلم العلوم اور اصول فقہ کی کتاب حسامی کا کچھ حصہ پڑھا اس سال شوال میں اپنے دو چھوٹے بھائیوں منیر احمد اخون اور خلیق احمد اخون کو اپنے ساتھ کراچی لے گیا منیر احمد اخون میٹرک کر کے گئے تھے اس لیے ان کو درجہ اولیٰ میں داخل کرایا اور خلیق احمد اخون مڈل کر کے گئے تھے ان کو درجہ حفظ میں داخل کرایا تو اس سال ہم تین بھائی جامعہ میں پڑھتے تھے اور ہمیں ماہانہ خرچہ والد صاحب ۵۰۰ روپے بھیجتے تھے۔

سلم العلوم کا سبق

سلم العلوم منطق کی آخری بڑی کتاب ہے جو داخل درس تھی ہمارا سبق حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحب کے پاس آیا حضرت شاہ صاحب نفس کتاب سمجھاتے تھے زیادہ سے زیادہ وہ شرح جو کتاب کے حاشیے میں موجود تھی وہ بیان فرماتے تھے حضرت شاہ صاحب کی حج کی تیاری بھی تھی چنانچہ چند اسباق کے بعد حضرت حج پر تشریف لے گئے اور حضرت مہتمم صاحب نے عارضی طور پر سبق مولانا عبدالمنان صاحب کو دے دیا یہ نوجوان عالم تھے بلوچستان سے ان کا تعلق تھا اور منطق وفلسفہ کے شیدائی تھے انہوں نے جب سبق شروع کیا تو بہت زیادہ تفصیل اور شرح کے ساتھ پڑھانا شروع کیا اور سلم کی وہ شروحات جو درجہ تکمیل میں پڑھائی جاتی تھیں جیسے ملاحسن وغیرہ انہیں بھی درس میں بیان کرتے تھے جس کی وجہ سے سبق طویل اور مشکل ہو جاتا تھا ان کا مقصد تو یہی تھا کہ ہم اس فن میں ماہر ہو جائیں لیکن انحطاط علمی کے دور میں عام طلباء کی سمجھ سے اسباق بالا ہی رہتے تھے دو ماہ بعد حضرت شاہ صاحب کی واپسی ہوئی کتاب واپس آپ کے پاس چلی گئی اور ادھر سہ ماہی امتحان میں چند دن رہ گئے حضرت

شاہ صاحب جب پہلے دن کلاس میں تشریف لائے تو طلباء سے پوچھا کہ میرے بعد جوسبق ہوا ہے وہ سمجھ آیا یا نہیں؟ تو ایک برمی طالب علم نے کھڑے ہوکر کہا خدا کی قسم ایک لفظ بھی سمجھ نہیں آیا یہ سن کر حضرت شاہ صاحب کھڑے ہو گئے اور سیدھے دفتر تشریف لے گئے اور مہتمم صاحب سے ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ میری کتاب نئے عالم کو کیوں دی جو ابھی تجربہ نہیں رکھتا اور سہ ماہی امتحان کے نصاب سے وہ سارا حصہ جو مولانا عبدالمنان صاحب نے پڑھایا تھا خارج کروادیا چنانچہ اس سال سلم کا امتحان چند صفحات کا ہوا تھا جس میں سب طلباء آسانی سے پاس ہو گئے۔

متنبّی کا درس

متنبّی جو کہ عربی ادب کی کتاب ہے ہمیں مفتی شاہد صاحب پڑھایا کرتے تھے مفتی شاہد صاحب کراچی کے تبلیغی جماعت کے امیر بھائی محمد امین صاحب کے بیٹے تھے یہ حضرت بنوریؒ کے شاگرد اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے خلیفہ تھے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ بھائی امین صاحب کے یہ بیٹے (مفتی شاہد صاحب) میرے استاد ہیں اور ان کے دو بیٹے مولانا خالد امین اور مولانا ہارون امین میرے ساتھی ہیں اور ان کا ایک بیٹا مولانا صادق الامین میرا شاگرد ہے۔

مفتی صاحب بلا معاوضہ جامعہ میں پڑھاتے تھے اور مفتی صاحب کا سبق چند دن ہوتا تھا لیکن جس دن آتے پورے ہفتے بھر کا سبق پڑھا دیتے تھے حضرت فقہ اللغۃ کے ماہر تھے اور امام لیث جنہوں نے فقہ اللغۃ پر کتاب لکھی ہے ان کے حوالے سے لغت کی عجیب باتیں بتاتے تھے انہی کے تعارف کی وجہ سے میں نے فقہ اللغۃ کی کتاب خریدی تھی مفتی صاحب اب میرے شیخ کے ادارے جامعہ اشرف المدارس میں حدیث شریف پڑھاتے ہیں۔

ایصال ثواب کا اہتمام

جامعہ میں ایصال ثواب کا بہت اہتمام تھا جب بھی کسی بزرگ یا عالم کی وفات کی

خبر ملتی تو فوراً طلباء کو مسجد میں جمع کر لیا جاتا جہاں قرآن مجید پڑھ کر مرحوم کو ایصال ثواب کیا جاتا اور دعا سے قبل اس بزرگ یا عالم کا تعارف بھی کرایا جاتا اور ان کی دینی خدمات پر بھی روشنی ڈالی جاتی اس سے بہت سے گمنام دینی خدام کی معرفت حاصل ہوئی۔

سال میں ایک دفعہ کسی بھی دن بانی جامعہ حضرت مولانا سید محمد یوسف البنوری الحسینیؒ کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی جاتی جسمیں ناظم تعلیمات ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب حضرت بنوریؒ کا تعارف، احسانات، خدمات اور ان کے علم وروحانیت کا تذکرہ کرتے جس سے نو واردین طلباء کو حضرت سے غایت قلبی تعلق ہو جاتا پھر وہ جامعہ میں اور زیادہ محبت اور ادب کے ساتھ رہتے اور اس قیام کو اپنے لیے سعادت کبریٰ سمجھتے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے جب بھی اپنے شیخ، استاد اور محسن حضرت بنوریؒ کا تذکرہ کیا تو ضرور روئے اور ان پر گریہ طاری ہوا آٹھ سال میں کبھی ایک بار بھی ایسا نہیں دیکھا کہ ان کے تذکرہ پر ان کی آنکھوں سے آنسو نہ جاری ہوئے ہوں۔

قرآن خوانی کے لیے فیکٹری جانا

آٹھ سالہ قیام میں تقریباً دو یا تین بار استاد گرامی مفتی شاہد صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ قرآن خوانی کے لیے ایک فیکٹری میں بھی جانا ہوا فیکٹری والے مفتی صاحب کے خاص دوستوں میں سے تھے تبلیغی جماعت سے متعلق تھے خیر و برکت کے لیے فیکٹری میں قرآن مجید پڑھوانا چاہتے تھے تو حضرت مہتمم صاحب کی اجازت سے پچاس کے قریب طلباء بس کے ذریعے حضرت مفتی شاہد صاحب دامت برکاتہم کے ہمراہ ان کی فیکٹری میں گئے اور وہاں قرآن مجید پڑھا مفتی صاحب نے دعا کروائی اس کے بعد طلباء کا اکرام کیا گیا تقریباً دو گھنٹے میں واپس آ گئے۔

شہید ملت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا تعارف

جامعہ کے دارالافتاء کے ساتھ ایک کمرہ ختم نبوت کے کام کے لیے وقف تھا جس

میں حضرت لدھیانوی شہیدؒ تشریف لایا کرتے تھے حضرت لدھیانوی صاحبؒ کے پاس چونکہ اس وقت طلباء کا کوئی سبق نہیں تھا اس لیے ہم لوگ ان سے زیادہ متعارف نہیں تھے حضرت کو بس آتے جاتے دیکھا کرتے تھے کبھی ملاقات کرنے کا موقعہ نہیں ملا ایک دن دفتر بینات نے پرانے ماہ نامہ بینات کے نسخے تقسیم کے لیے مسجد میں رکھے جو دو دو چار چار کر کے سارے طلباء نے اٹھا لیے میں بھی ایک دو رسالے لے آیا اس میں حضرت لدھیانویؒ کے چند مضامین تھے ان کا مطالعہ کیا تو حضرت کی شخصیت کا کچھ تعارف ہوا اور انہیں رسالوں سے آپ کے اس مشہور مقالے اور تصنیف کا علم ہوا جس کو اختلاف امت اور صراط مستقیم کہا جاتا ہے جو بلاشبہ ہزاروں انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا یہ اس وقت بینات نمبر کی شکل میں تھی چنانچہ وہ بھی مل گئی چنانچہ اس کا مکمل مطالعہ کیا جس سے حضرت کی علمی اور قلمی کمالات کا کچھ ادراک ہوا انہیں دنوں جنگ اخبار میں ''آپ کے مسائل اور ان کے حل'' کے عنوان سے ایک کالم آنے لگا تو جمعہ کا اخبار اہتمام سے خرید کر مطالعہ کیا جاتا تھا اگر چہ طالب علمی دور میں اخبار مطالعہ کا بالکل ذوق نہیں تھا چونکہ حضرت مولانا زکریاؒ کی نصیحت پڑھی تھی کہ طالب علم کو نہ اخبار مطالعہ کرنا چاہیے نہ مدرسے سے باہر جانا چاہیے لیکن جمعہ کا اخبار پڑھنے کے لیے فجر سے پہلے نیوٹاؤن کے قریب ایجنسی سے اخبار تقسیم ہونے سے پہلے خرید لیا کرتا تھا اس سے مولانا لدھیانوی صاحبؒ سے مزید قلبی عقیدت ہوگئی اور ان کی تحریریں بڑی دلچسپی سے پڑھتا تھا۔

حضرت لدھیانوی صاحبؒ لمبا کرتا پہنتے تھے شلوار نصف پنڈلی تک ہوتی پاؤں میں دیسی جوتی ہوتی ہاتھ میں سو دانوں والی بڑی تسبیح ہوتی حضرت کا بچہ ساتھ ہوتا جس کے ہاتھ میں ٹیفن ہوتا گرومندر چوک سے پانچ نمبر بس پر دستگیر الفلاح مسجد جہاں حضرت کی رہائش بھی تھی آیا جایا کرتے تھے بندہ نے بھی ایک دو دفعہ حضرت کے ساتھ بس میں سفر کیا پورے راستے حضرت بس میں کھڑے ہو کر گئے بیٹھنے کے لیے سیٹ نہ ملی حضرت کی اس ادا اور بے نفسی نے قلب کو بہت متاثر کیا لیکن ذاتی طور پر تعارف

کا موقع پھر بھی نہ ملا۔

چھوٹے بھائی مفتی منیر احمد اخون کا ذوق تحریر کی طرف زیادہ تھا اس کی تحریر اچھی تھی تو میں یہ دعا کرتا تھا اور تمنا رکھتا تھا کہ حضرت لدھیانوی صاحبؒ سے یہ تحریر کا فن کسب کریں اور حضرت اس پر خصوصی توجہ ڈالیں لیکن اس کے لیے عملاً کوشش اس لیے نہ کر سکا کہ ایک دور دراز کے طالب علم کی اتنے عظیم لوگوں کے ہاں کیا شناسائی ہوگی اس لیے کبھی ہمت نہ ہوئی لیکن اساتذہ فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کرشمہ دکھایا کہ اللہ تعالیٰ نے مفتی منیر احمد کو حضرت کی دامادی میں دیدیا اور علمی اور روحانی جانشین بنادیا۔ **فللّٰہ الحمد و الشکر**

حضرت مولانا سید محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی نظر عنایت

اگرچہ طالب علمی میں حضرت لدھیانوی شہیدؒ سے ملاقات اور زیارت ہوتی رہتی تھی ایک دو بار جمعرات کو ان کے ساتھ بس میں سفر کرنے کا بھی اتفاق ہوا ایک دفعہ جمعہ پڑھنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی لیکن چھوٹے بھائی مفتی منیر احمد اخون کی حضرت لدھیانوی صاحبؒ کے فرزند نسبتی بننے کے بعد بندہ کے ساتھ آپ کی عنایات اور شفقتوں میں بہت اضافہ ہوگیا جب بھی کراچی حاضری ہوتی تو خصوصی وقت عنایت فرماتے اور کافی دیر علوم اور معارف سے بھرپور گفتگو فرماتے۔

ایک مرتبہ بہاول نگر تشریف لائے درجہ حفظ کے درجہ میں ایک بچے کا قرآن مجید کا ختم تھا اس درجے میں دعا کے لیے تشریف لے گئے تھے وہاں ایک قاری صاحب نے مجھ سے کہا کہ مجھے حضرت لدھیانوی صاحبؒ سے بیعت کرادیجئے تو میں نے حضرت سے درخواست کی تو حضرت نے بندہ ہی سے فرمایا تم خود بیعت کرو اور میرے سامنے ہی بیعت کرو تو حضرت کے حکم سے بندہ نے قاری صاحب کو بیعت کرلیا۔

یاد رہے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کے سلسلہ میں خلافت دینے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے جیسا کہ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کے حالات میں لکھا ہوا ہے

لدھیانوی صاحبؒ کی شہادت کے بعد حضرت کے چھوٹے صاحبزادے مولانا یحییٰ صاحب سلمہ بہاول نگر تشریف لائے تو بندہ سے فرمایا کہ آپ بھی ہمارے والد صاحب کے خلیفہ ہیں اور غالبًا اسی واقعہ کا ذکر فرمایا بندہ نے یہ بات اپنے شیخ سے عرض کی تو حضرت والا نے ہنس کے فرمایا مفت پینے کو ملے تو کیا حرج ہے۔

قبروں پر پھول ڈالنے کا قصہ

ہمارے دور میں جنگ اخبار میں ایک مسئلے پر بحث چھڑ گئی کہ قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے یا نہیں حضرت لدھیانویؒ نے اس پر بڑی نپی تلی تحریر لکھی جس کی اہل علم اور عوام میں بڑی پزیرائی ہوئی اس پر اہل بدعت نے اسی جنگ اخبار کے اسلامی صفحہ پر اس تحریر کا رد لکھا اس پر حضرت لدھیانویؒ نے اگلے جمعہ جنگ اخبار کے اسلامی صفحہ پر اس کا جواب دیا اب ایک جمعہ ان کی اور ایک جمعہ حضرت لدھیانویؒ کی تحریر آنے لگی جس کی وجہ سے یہ موضوع بہت دلچسپی کا باعث بن گیا اور لوگ پورا ہفتہ جمعہ کا انتظار کرنے لگے جب اہل بدعت کا ترکش تیروں سے خالی ہو گیا اور دلائل کی دنیا میں پٹ گئے تو انہوں نے ایک نئی چال چلی کہ ہمارے بزرگوں کی قبروں پر پھول پھینک کر تصویریں بنائیں چنانچہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے مزار پر پھول پھینک کر تصویر بنائی اسی طرح مولانا احتشام الحقؒ کی قبر کی تصویر بنائی اور اس سلسلے میں وہ لوگ ایک دن نیوٹاؤن مسجد میں مغرب کی نماز کی جماعت جب کھڑی ہوگئی تو حضرت بنوریؒ کی قبر پر پھول پھینک کر ابھی تصویر بنانا ہی چاہتے تھے کہ چند طلباء جو جماعت سے پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے دیکھ لیا وہ انہیں پکڑنے کے لیے دوڑے تو وہ بھاگ پڑے اور بڑا شور شرابا ہوا ہم جماعت میں تھے شور سن کر بڑا اضطراب ہوا کہ پتہ نہیں کیا واقعہ ہو گیا ہے سلام پھیرتے ہی طلباء باہر بھاگے دیکھا کہ حضرت بنوریؒ کی قبر پر پھول ہی پھول ہیں پھر حضرت مہتمم صاحب اور دیگر اساتذہ بھی آگئے صورت حال کا جائزہ لیا گیا مفتی جمیل خان صاحبؒ جو کہ اسلامی صفحہ جنگ کے ایڈیٹر تھے انہیں بلوایا گیا اور انہیں صورتحال بتائی گئی تحقیق کے

بعد پتہ چلا کہ وہ جمعہ کے جنگ اخبار میں ان تصاویر کو شائع کرانا چاہتے تھے کہ یہ اہل حق دیوبندی خود اپنے علماء کی قبروں پر پھول ڈالتے ہیں اور ہمیں منع کرتے ہیں جو تصویریں وہ کھینچ چکے تھے وہ جنگ دفتر بھجوا چکے تھے اس سازش کی اطلاع جنگ کے مالکان کو دی گئی تو انہوں نے ہمیشہ کے لیے ان پر پابندی لگادی کہ اب اس موضوع پر کسی کی تحریر نہیں چھپے گی۔

ہدایہ کا سبق

درجہ خامسہ میں فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب ہدایہ شروع ہوگئی یہ علامہ برھان الدین مرغینانی کی کتاب ہے اور فقہ حنفی پر بہت مدلل اور مبسوط شرح ہے ہمیں یہ کتاب مفتی عبدالسلام صاحب چاٹگامی دامت برکاتہم پڑھایا کرتے تھے وہ پڑھاتے ہوئے ہدایہ کی شرح فتح القدیر کا حوالہ اور تذکرہ کیا کرتے تھے یہ ہدایہ پر ابن ہمام کی شرح ہے مجھے اس شرح کو دیکھنے کا بہت شوق ہوا کتب خانوں سے پتہ کی اول تو نایاب تھی جن کے پاس تھی مہنگی تھی لیکن جب بقر عید کی چھٹیوں میں بہاول نگر واپس آیا تو اپنے مدرسہ کے کتب خانہ میں اس شرح کے ابتدائی دو حصے مل گئے جو حضرت والد صاحب ۱۹۵۰ء میں حج کے دوران حرمین شریفین سے لائے تھے بہت خوشی ہوئی اور اپنے ساتھ کراچی لے گیا اور ہدایہ پر اس کے مطالعے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی۔

مولوی عزیز الرحمٰن بنگالی کی مسجد میں

میرے ساتھ بنگلہ دیش کے بیس سے زائد طلباء تھے میرے ساتھ قلبی وابستگی رکھتے تھے کیونکہ سب ہی تقریباً ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے معتقدین میں سے تھے ان میں مولوی عزیز الرحمٰن سلہٹی بھی تھے ان کے ساتھ بڑا خاص تعلق تھا وہ جامعہ کے قریب ایک مسجد میں مؤذن تھے اور ہمیں دعوت دیتے رہتے تھے کہ جمعرات کو رات کا کھانا میرے پاس آ کر کھاؤ تو ایک مرتبہ ہم تینوں بھائیوں نے ان کے پاس جانے کا پروگرام بنایا شام کی پڑھائی میں انہیں میں نے

اطلاع کر دی تھی خیر ہم مغرب عشاء کے درمیان پہنچے وہ مسجد کے ہجرے میں رہتے تھے انہوں نے فوراً دستر خوان بچھایا اور چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں میں دسیوں چیزیں دال سبزی گوشت ہمہ قسم اور دیگ کھانے کی اشیاء سجا دیں اور ایک پیالی میں بمشکل ایک آدمی ہی کھا سکتا تھا ہمیں اس طرز دعوت پر بڑی حیرت ہوئی جامعہ میں یکساں کھانا کھا کھا کر ہم بھی تنگ تھے لہذا خوب رغبت سے کھایا بعد میں ان سے پوچھا کہ آپ نے اتنی چیزیں کیسے تیار کیں تو اس نے ہنس کر کہا کہ جمعرات کو اہل محلّہ مؤذن کے لیے کھانا بھیجتے ہیں یہ وہ تبرکات ہیں ہم بہت ہنسے پھر جب کبھی ذائقہ بدلنے کا موڈ ہوتا تو جمعرات کو ان کے پاس چھاپا مارتے وہ آج کل سلہٹ میں بڑی دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا عبدالرشید نعمانیؒ

مولانا عبدالرشید نعمانی صاحبؒ حدیث میں علم الرجال کے پورے ایشیاء میں ماہر اور ممتاز حیثیت رکھتے تھے ہمارے دور میں جامعہ کے شعبہ تخصص فی الحدیث کے نگران تھے۔

مولانا کا والد گرامی مولانا نیاز محمدؒ سے بہت پرانا تعلق تھا کیونکہ مولانا پچاس کی دھائی میں جامعہ صادقیہ بہاولپور میں شیخ الحدیث کے منصب پر رہے تھے اور مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ بہاول نگر میں دورہ حدیث کے سالانہ امتحان اور دستار بندی میں مدعو کیے جاتے تھے بہاولپور سے دو بزرگ اکثر بہاول نگر مدرسہ میں تشریف لاتے تھے ایک مولانا نعمانی صاحبؒ اور دوسرے مولانا حبیب اللہ بنوری صاحبؒ۔

اس لیے مولانا نعمانی صاحبؒ سے پہلے سے شناسائی تھی وہ جامعہ کے غربی جانب دارالتحقیق میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے اور ان سے مستفید ہونے والے طلباء اکثر بنگالی ہوتے تھے اس پر مولانا نعمانی صاحبؒ بہت افسوس فرمایا کرتے تھے کہ پاکستانی طلباء مجھ سے استفادہ نہیں کرتے اور مجھے بھی فرمایا تھا کہ جب فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس تخصص

فی الحدیث کرلینا لیکن والد صاحبؒ کی پیرانہ سالی کی وجہ سے میں فارغ ہونے کے فوراً بعد واپس آنا پڑا۔ حضرت بندہ پر بڑی شفقت فرماتے تھے ہماری فراغت کے بعد وفات پا گئے اور ان کے منصب پر جامعہ میں ان کے داماد ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب فائز ہیں۔

جامعہ ازھر کے مدیر کی آمد

اس زمانے میں مصر کی مشہور و معروف اور قدیم علمی درسگاہ جامعہ ازھر کے مدیر شیخ عبدالحلیم صاحب تھے یہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے گہرے دوست تھے حضرت بنوریؒ کی وفات کے چند سال بعد تعزیت اور حضرت بنوریؒ کے قائم کردہ عظیم ادارے کی زیارت کے سلسلہ میں جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لائے۔

ان کی آمد سے ایک ماہ قبل جامعہ میں ان کے استقبال کی تیاری کی گئی مفتی جمیل خان صاحب مرحوم اور دیگر ناظمین بڑے درجات کے طلباء کو مدرسہ کے صدر دروازے سے لے کر جامعہ کے دفتر اور حضرت بنوریؒ کی قبر تک دورویہ کھڑا کر دیتے اساتذہ وفد کی صورت میں آتے اور دس دس طالب علموں کے بعد ایک طالب علم ان الفاظ میں سلام کرتا۔

"السلام علیکم یا ضیوفنا الکرام شرفتمونا بقدومکم"

یہ مشق رات کو دس بجے کے بعد ہوتی تھی۔

آمد سے چند دن پہلے پورے جامعہ کی خوب صفائی کی گئی یہاں تک کہ دیواریں بھی دھوئی گئیں جامعہ کی صفائی کے لیے جو طلباء مقرر تھے ان کا بندہ کو امیر بنایا گیا ہم نے رات دن محنت کر کے جامعہ کو چمکا دیا۔

جس دن مہمان گرامی نے آنا تھا ناشتے کے بعد ہی منتخب طلباء کو کچھ کچھ فاصلے پر کھڑا کر دیا گیا اور باقی طلباء کو درسگاہوں میں پابند کر دیا گیا گیارہ بجے کے قریب مدیر جامعہ ازہر شیخ عبدالحلیم اور المقری الکبیر القاری شیخ عبدالباسط، پاکستان میں مصر کے

سفیر اوران کا عملہ، پاکستان کے بڑے افسران اور دیگر بہت سے مہمانوں کے ساتھ یہ حضرات تشریف لائے سلام پیش کرنے والوں میں میرا نام بھی تھا حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب مہتمم جامعہ اور دیگر اساتذہ نے جامعہ کے صدر دروازے پر مہمانوں کا بڑا شاندار استقبال کیا پھر مہمانوں کو لیکر قبر پر پہنچے اور وہاں ایصال ثواب کے بعد واپس دفتر میں آئے جہاں ان کے اکرام کا انتظام کیا تھا اس کے بعد یہ حضرات مسجد میں تشریف لے گئے جہاں علماء ،طلباء اور عوام الناس کا ایک بڑا مجمع موجود تھا قاری عبدالباسط صاحب نے تلاوت فرمائی اس کے بعد شیخ عبدالحلیم صاحب کا بیان ہوا جس کا اردو ترجمہ ناظم تعلیمات ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب نے فرمایا اس کے بعد یہ وفد روانہ ہو گیا۔

اس دن بعض بڑی دل چسپ باتیں ہوئیں جن طلباء کو سلام کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا ان میں سے بعض بھول گئے ہمارے ایک ساتھی عبدالحفیظ اسلام آبادی نے سلام تو کسی طرح کرلیا بعد میں یا شیخ یا شیخ کی رٹ لگانا شروع کردی مہمان اس کی اس حرکت پر بہت ہنسے اور کئی دن تک اس بات کا جامعہ میں طلباء میں تذکرہ ہوتا رہا۔

جامعہ میں چور

بانی جامعہ حضرت بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم چور نہیں ہوتا بلکہ چور طالب علم کی شکل میں آجاتا ہے اسی طرح کا واقعہ ہمارے دور میں پیش آیا کہ ہم طالب علموں کے برتن غائب ہوجاتے تھے خصوصاً سلور کے برتن کیونکہ طالب علم قوم زیادہ تر تالے چابی کے پابند نہیں ہوتے کئی دنوں سے طلباء میں پریشانی اور بے چینی پائی جارہی تھی اور سمجھ نہیں آرہا تھا کہ برتن کہاں جاتے ہیں ایک دن ایک طالب علم نے حفظ وناظرہ کا ایک طالب علم دیکھا جو دارالاقامہ کی پچھلی طرف سے بڑے ڈرامائی انداز میں اوپر چڑھ رہا تھا اس نے دیگر طلباء کو اس کی اطلاع کی اور طالب علموں نے اس کو پکڑ لیا اور ناظم دارالاقامہ کے حوالے کر دیا انہوں نے جب سختی کی تو اس نے برتن چوری کرنے

کا اقرار کرلیا اور وہ برتن لے جا کر لالوکھیت میں ایک مکان پر چھپایا کرتا تھا چنانچہ وہاں پر پہنچے تو پورا کمرہ برتنوں سے بھرا ہوا تھا جو گدھا ریڑھی پر جامعہ لائے گئے۔

اسی طرح ایک آدمی طالب علموں کی شکل بنا کر جمعہ والے دن جس وقت ہم طلباء جمعہ پڑھنے چلے جاتے تو چوری کی واردات کرتا بندہ کی الماری میں سے بھی اس نے پیسے نکالے تھے اور ان میں مولانا ایوب ولی لندنی صاحب کی امانت بھی تھی بڑی سخت تشویش ہوئی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی ایک جمعہ کو ہمارے ایک ساتھی قاری عبدالمالک عباسی مرحوم نماز جمعہ سے ذرا لیٹ ہوگئے تو کمروں کے سامنے سے گزرتے ہوئے ان کی نظر ایک کمرے میں پڑی کہ کوئی کسی طالب علم کی الماری کا تالا توڑ رہا ہے چونکہ وارداتیں کئی دنوں سے ہورہی تھیں اس لیے اسے خیال آیا کہ کہیں چور نہ ہو اور چلتے چلتے اس نے دروازہ باہر سے بند کردیا اور جمعہ کی نماز پڑھنے چلے گئے جب ہم لوگ جمعہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ اس طرح فلاں کمرے میں ایک آدمی بند ہے ہم نے ناظم صاحب کو بلایا لیکن اس نے بڑی خوبصورتی سے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کی بلکہ اساتذہ کو اس بات کا یقین آگیا اور قریب تھا کہ اس کو چھوڑ دیتے تو ہم طالب علموں نے اساتذہ سے اجازت لے کر خود تفتیش شروع کی اور دو تین پٹھان ساتھیوں سے کہا کہ وہ اس پر طاقت آزمائی کریں آخر وہ چوری مان گیا اور طلباء کے پیسے اس نے واپس کردیے۔

جھوٹے عامل

مذکورہ بالا قصے میں جب بندہ کی الماری سے رقم چوری ہوئی اور تلاش بسیار کے باوجود پتہ نہ چل سکا تو کسی نے مشورہ دیا کہ کسی عامل سے فال نکلوالیں چنانچہ ہم طلباء جمع ہوکر لالوکھیت گئے وہاں ایک عامل صاحب تھے پہلے تو اس نے ہم درویشوں سے فیس وصول کی پھر کمرے کے تمام ساتھیوں کے نام لے کر ایک مٹی کی ڈولی میں ڈالے اور خاص طریقے پر گھما ڈالی تو کمرے کے چند ساتھیوں کے نام نکل آئے واپس آکر ہم نے

ان ساتھیوں کو موردالزام ٹھہرادیا جبکہ وہ انکاری تھے بات حلف تک آ پہنچی بہرحال وہ حلف کے لیے بھی تیار ہوگئے معاملہ رفع دفع ہوگیا لیکن باہمی تعلقات میں بہت خرابی پیدا ہوئی اور دلوں میں شکوک وشبہات پیدا ہوگئے حالانکہ آپس میں بڑی محبتیں تھیں جب مذکورہ چور پکڑا گیا تو حقیقت سامنے آئی اور عاملوں کے جھوٹے ڈھکوسلے اور تخمینی باتوں کا پول کھل گیا اور ہمیشہ کے لیے اس سے توبہ کرلی اور ساتھیوں سے معافی مانگی۔

اس واقعے کی وجہ سے آج تک بندہ نے ان چیزوں پر اعتبار نہیں کیا اور نہ ہی کسی کو اس راستے کا مشورہ دیا اور نہ خود یہ کام کیا اگر عامل لوگ اس طرح چوریاں پکڑوادیتے تو پھر تھانیداروں کی جگہ پر انہی کو بٹھادیا جاتا اس لیے شریعت مطہرہ نے گواہ یا قسم کا نظام قائم کیا ہے۔

ایک یادگار ٹرین کا سفر

عیدقربان کی تعطیلات ہونے والی تھیں اس کے لیے ٹرین کی ٹکٹ خریدنا تھی اس زمانے میں عیدین پر ٹرین پر اس قدر رش ہوتا تھا کہ ٹکٹ لینے کے لیے رات کو عشاء کے بعد لائن میں لگنا پڑتا تھا جبکہ ٹکٹ کی چلت صبح ۸ بجے ہوتی تھے بندہ متعدد بار اس مجاہدے سے گزرا ہے اس سال بڑی مشکل سے سپر ٹرین کی ٹکٹ مل گئی اور اس سفر میں دو چھوٹے بھائیوں کے علاوہ مولانا ایوب ولی پٹیل لندنی بھی تھے ہمیں یہ پتہ نہیں تھا کہ سپر ٹرین بہاول پور اسٹیشن نہیں رکتی ٹرین ۱۰ بجے کے قریب بہاول پور اسٹیشن پہنچی تو رکی نہیں جبکہ ہم اترنے کے لیے تیار تھے وہاں پتہ چلا کہ یہ اس کا سٹاپ ہی نہیں ہے بہت سخت پریشانی ہوئی ایک دفعہ تو فیصلہ کرلیا کہ چلتی ٹرین سے چھلانگ لگادیں لیکن اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی ٹرین ملتان پہنچی بہاول پور سے ملتان تک دل بہت پریشان رہا اپنے سے زیادہ غیرملکی ساتھی کی نزاکت طبع کا خیال تھا اسٹیشن سے بس اسٹینڈ پر گئے تو وہاں ایک فراڈیے ہاکر کے ہاتھوں چڑھ گئے اس نے کہا کہ بس سیدھی بہاول نگر جائے گی ہم بس میں خوش خوش بیٹھ گئے تین چار گھنٹے کے بعد بس بہاول پور پہنچی اور اس نے ہمیں وہاں اتاردیا

وہاں سے حاصل پور کی بس میں سب سے پچھلی سیٹ ملی جس نے خوب اچھل کود کرائی اور اس پر مستزاد یہ کہ اگلی سیٹوں پر دیہاتی حقہ پی رہے تھے مولانا ایوب ولی پٹیل صاحب تکلیف بھی محسوس کررہے تھے لیکن حقے کی گڑگڑاہٹ پران کوہنسی بھی بہت آرہی تھی اللہ اللہ کر کے حاصل پور پہنچے وہاں سے چشتیاں کی بس پر بیٹھے اس نے رات ۱۰ بجے چشتیاں پہنچایا اس وقت چشتیاں سے بہاول نگر کے لیے کوئی سواری نہیں ملی بہت سوچ بچار کے بعد مدرسہ اشاعت العلوم مرکزی جامع مسجد چشتیاں چلے گئے مدرسہ مکمل طور پر بند تھا اور اس میں ہو کا عالم تھا اس وقت مہتمم مدرسہ مولانا عبدالعزیز صاحب تھے اوران کا حضرت والدصاحبؒ سے بہت دوستانہ تھا ہم نے انہیں اٹھانا مناسب نہیں سمجھا اور ایک کمرہ جس میں چارپائیاں تھیں ازخود اس میں سے چارپائیاں نکالیں ایک چارپائی پر سامان رکھ کر کپڑا اڈھانپ دیا اور باقیوں پر ہم لیٹ گئے اس قدر تھکے تھے کہ ننگی چارپائیوں پر بغیر تکیہ ،بستر کے ایسی نیند آئی کہ صبح تک خبر نہ رہی ادھر والدین اور دیگر افراد خانہ سخت پریشان تھے کیونکہ ہمیں ظہر تک گھر پہنچ جانا چاہیے تھا۔

صبح فجر میں مہتمم صاحب جب باہر نکلے تو چارپائیوں پر بن بلائے مہمان دیکھ کر حیران رہ گئے قریب آئے تو چہرے دیکھ کر پہچان گئے کہ یہ مولانا نیاز محمد صاحب کے بچے ہیں انہوں نے ہمیں فجر کے لیے اٹھایا اور حال احوال دریافت کیا ہم نے فجر کی نماز پڑھی فجر کے بعد انہوں نے ٹھنڈی لسّی کے ساتھ ہمیں ناشتہ کرایا اور بس سٹاپ تک پہنچایا اس طرح ہم تیسرے دن گھر پہنچے مولانا ایوب ولی پٹیل صاحب نے کہا کہ میری پکی توبہ ہے کبھی بہاول نگر نہیں آؤں گا لیکن حضرت والدصاحبؒ اور والدہ صاحبہؒ کی محبت نے انہیں توبہ توڑنے پر مجبور کر دیا بعد میں بھی بہاول نگر تشریف لائے۔

درجہ خامسہ سہ ماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ خامسہ ششماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ خامسہ سالانہ امتحان کا نتیجہ

درجہ سادسہ ۱۴۰۳-۰۴ھ بمطابق ۸۴-۱۹۸۳ء

یہ سادسہ کا سال تھا اس میں تفسیر جلالین کا سبق شروع ہوا جلالین شریف ہمیں حضرت مولانا ادریس صاحب میرٹھیؒ پڑھاتے تھے۔

حضرت مولانا ادریس صاحب میرٹھیؒ

حضرت میرٹھیؒ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے اور جامعہ میں سب سے معمر استاد وہی تھے فن تفسیر میں امامت کا درجہ رکھتے تھے درس جلالین میں امام سیوطیؒ اور دیگر مفسرین کی بلا تکلف پکڑ کرتے تھے تفسیر میں بڑی جچی تلی رائے بیان فرماتے تھے پورے سال ایک ہی انداز میں پڑھا کر کتاب مکمل فرماتے تھے باوجود پیرانہ سالی اور ضعف کے وقت کے نہایت پابند تھے گھنٹہ بجتے ہی درس گاہ کے دروازے پر ہوتے اور اگلا گھنٹہ بجتے ہی سبق بند فرما دیتے خواہ بحث نامکمل رہ جاتی ہم نے ان سے جلالین شریف، دیوان حماسہ اور مسلم شریف جلد اول پڑھی۔

دو نمایاں خصوصیات

ویسے تو حضرت بلاشبہ اسلاف کا نمونہ تھے ان کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی لیکن دو چیزوں میں نمایاں امتیاز رکھتے تھے ایک نماز باجماعت اور دوسرا ''سلام'' میں پہل۔ حضرت جماعت کے ساتھ نماز کا بہت اہتمام کرتے تھے حالانکہ ضعف اتنا تھا کہ پاؤں اٹھا کر نہیں چل سکتے تھے پاؤں گھسٹ کر چلتے تھے اور حضرت کا مکان بھی پہلی منزل پر تھا لیکن صف اول تکبیر اولیٰ کے ساتھ گرمی سردی، آندھی، طوفان، بارش میں پڑھتے تھے اور لمبی نماز پسند فرماتے تھے ہمارے امام صاحب قاری عبدالرشید صاحب مرحوم لمبی نماز پڑھایا کرتے تھے اگر کبھی ان کی غیر موجودگی میں کوئی طالب علم وغیرہ نماز پڑھا دیتا اور مختصر پڑھاتا تو سخت ناراض ہوتے تھے اس لیے ہر ایک ان کے سامنے امامت کی جرأت نہیں کرتا تھا نمازوں کے بعد سنتیں

اورنوافل بھی بڑے طویل پڑھتے تھےاورمغرب کے بعداوابین بھی لمبی لمبی پڑھتے تھے۔

سلام میں پہل کا یہ حال تھا خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا ہو یہاں تک کہ بچہ بھی ہوتو فوراً سلام کرتے تھے ہم نے کئی بار اس بات کی کوشش کی پہلے سلام کریں لیکن نہ کر سکے اور بڑی کثرت سے سلام کرتے تھے ان کے طرز عمل سے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی جو مدینہ شریف کے بازاروں میں افشائے سلام کی سنت پرعمل کرنے کے لیے نکلا کرتے تھے۔

درس حدیث سے پہلے حضرت کا معمول

مسلم شریف کے سبق میں جب گھنٹہ بجتا تو دفتر سے دارالحدیث لانے کی خدمت بندہ کے ذمہ تھی بندہ جب دفتر پہنچتا تو حضرت کھڑے ہو چکے ہوتے تھے آدھا گلاس پانی طلب فرماتے اس میں سے آدھا پانی کھڑے کھڑے دوگھونٹ میں پیتے اور باقی واپس فرمادیتے حضرت کا یہ روزانہ کا معمول تھا اور یہ بچا ہوا متبرک پانی پینے کے لیے طالب علم پہلے سے بندہ کے پاس درخواست جمع کرواتے تھے اکثر تو میں خود ہی پی لیتا کبھی چھوٹے بھائیوں کو پلاتا اور دیگر طالب علموں کو تھوڑا تھوڑا کر کے تقسیم کردیتا۔

حرمین شریفین کی زیارت

حضرت میرٹھی کو حرمین شریفین سے عشق کی حد تک تعلق تھا اس لیے جامعہ کی تعطیلات کبھی گھر پر بسر نہیں کیں رمضان المبارک کی تعطیلات میں عمرہ اور بقرہ عید کی تعطیلات میں حج کو چلے جاتے تھے حضرت کی اہلیہ بہت پہلے وفات پا چکی تھیں گھر کا نظام بیٹے چلاتے تھے جو کہ سرکاری ملازم تھے حضرت کی جو آمدن ہوتی وہ اسی غرض سے جمع رکھتے تھے۔

وفات

حضرت کی ہمیشہ یہ تمنا رہی کہ یا تو حرمین شریفین میں وفات ہو یا دوران درس

چنانچہ جس دن حضرت کی وفات ہوئی اس دن طلباء کو جلالین شریفین کا سبق پڑھایا جو اس آیت مبارکہ کے متعلق تھا ''إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ '' (سورۃ الانفطار آیت ۱۳) اور گھر جا کر وفات پا گئے. انا للہ وانا الیہ راجعون

سجدہ میں دعا کا معمول

حضرت میرٹھیؒ کا نوافل اور سنتوں میں دعا کا بہت معمول تھا اور مسلم شریف کی حدیث'' **ان اقرب مایکون العبدمن ربہ وھو ساجد فادعو لہ** ''کہ بندہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب سجدہ میں ہوتا ہے لہذا دعا کیا کرو اس پر بہت زور دیتے۔

حضرت کا وجود مسعود

حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فتنوں کے سامنے دروازہ تھے ان کے ٹوٹنے کے بعد فتنے سیلاب کی طرح بہہ نکلے حضرت میرٹھیؒ کا وجود بھی جامعہ کے لیے بہت بڑی عافیت کا ذریعہ تھا حضرت کی وفات کے بعد اس تیزی سے جامعہ کے اکابر رخصت ہوئے کہ پورا جامعہ ہی خالی ہو گیا اور شہادتوں کی طویل فہرست بن گئی۔

دیوان حماسہ کا امتحان

ہمیں دیوان حماسہ حضرت میرٹھیؒ پڑھاتے تھے اور حضرت سے یہ استفادہ کا پہلا سال تھا اس لیے شروع میں حضرت کے مزاج کا پوری طرح ادراک نہ ہوا جب امتحان ہوا تو دیوان حماسہ کے پرچے میں بڑی تحقیقات اور تدقیقات لکھ ڈالیں جب کہ حضرت کا مزاج یہ تھا کہ جیسا پڑھایا ہے وہی امتحان میں لکھا جائے مثلاً موتی کو حضرت منکہ کہتے تھے اگر کوئی موتی لکھ دیتا تو نمبر کاٹ دیتے تھے چنانچہ حماسہ کے پرچے میں مجھے فیل کر دیا جبکہ ایسے کمزور طلباء جنہوں نے نفس ترجمہ لکھا تھا وہ پاس ہو گئے اور عجیب بات یہ ہے کہ میرے کل نمبر پھر بھی پوری جماعت سے زیادہ تھے لیکن مجھے پوزیشن نہیں دی گئی

جب نتیجہ آیا بہت خلاف توقع تھا بہت صدمہ ہوا

جامعہ کا ایک اصول

بندہ حضرت مہتمم صاحب مفتی احمدالرحمٰن صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوااورعرض کیا کہ حضرت جب میرے کل نمبرسب سے زیادہ ہیں تو مجھےاول پوزیشن دی جائے حضرت نے فرمایا تمہاری وجہ سے ڈیڑھ گھنٹہ اجلاس وقت سے زائد جاری رہا اورکوئی فیصلہ نہیں ہو پارہا تھا تو حضرت بنوریؒ کے دورکا ریکارڈ دیکھا گیا تو اس میں ایک طالب علم کے نتیجے کی یہی صورت حال تھی تو حضرت بنوریؒ نے اسے پوزیشن نہیں دی تب تمہارے بارے میں اتفاق رائے ہوا۔

فقیر یہ سمجھتا ہے کہ اس چیز نے مجھے نظر بد سے بچالیاورنہ جس تسلسل سے پوزیشنیں آرہی تھیں تو نظر لگنے کا سخت خطرہ تھا۔

شرح عقائد کا سبق

جامعہ میں درجہ سادسہ میں میبذی پڑھائی جاتی تھی اورسابعہ میں شرح عقائد پڑھائی جاتی تھی لیکن ہمارے سال وفاق المدارس نے دونوں کتابیں درجہ سادسہ میں ڈال دیں تو دفتر جامعہ سے یہ حکم جاری ہوا کہ درجہ سادسہ والے شرح عقائد سابعہ والوں کے ساتھ جا کر پڑھیں چنانچہ ہم یہ کتاب سابعہ والوں کے ساتھ پڑھتے تھے اورحضرت مولانا محمد صاحب سواتی ہمیں یہ کتاب پڑھاتے تھے ہمارے دور میں درجہ سابعہ کی کلاس بڑے تکڑے اور مالدار طلباء پر مشتمل تھی اس لیے ہمیں ان کے پیچھے بیٹھنا پڑتا تھا وہ ہمیں آگے نہ بیٹھنے دیتے اور نہ سوال کرنے دیتے اس سے بڑی پریشانی ہوتی تھی میں نے شرح عقائد پر بہت محنت شروع کی اورساتھیوں کوخوب تکرار کروائی تو جب سہ ماہی امتحان ہواتو ہمارے درجے کے نمبر سابعہ والوں سے زیادہ تھے تو جب استادمولانا محمد صاحب سواتیؒ نتیجے کے بعد پہلے دن درسگاہ میں آئے سابعہ والوں کوخوب ڈانٹااور ہمیں آگے بیٹھنے کا حکم فرمایا تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری مشکل حل فرمادی پھراس کے

بعد درجہ سابعہ کے طلباء بھی ہمارے ساتھ تکرار کرتے تھے اور مجھے الحمدللہ اس قدر مباحث یاد تھیں کہ بغیر کتاب دیکھے سمجھا دیتا تھا اور الحمدللہ یہ فن اس قدر سمجھ میں آیا کہ عذاب قبر کے بعد پوری کتاب خود مطالعہ کر لی بلکہ شرح عقائد کے نسخے کے ساتھ جو ملحقہ رسالہ لگا ہوا ہے وہ بھی مطالعہ کر ڈالا اور اس پر نبراس کا مطالعہ بھی کرنے کی توفیق ہوئی۔

مولانا محمد صاحب سواتیؒ

حضرت مولانا محمد صاحب سواتیؒ دارالعلوم دیوبند کے فارغ تھے اور بہت درویش قسم کے انسان تھے اور اپنی ہیئت ایسی رکھتے تھے جیسے کوئی عام پٹھان ہو گھر سے پیدل یا بس پر آتے تھے اور واپس اکثر مفتی نعیم صاحب کے بمبو کاٹ پر جاتے تھے سبق بھی بڑے جوش وخروش سے پڑھاتے تھے کچھوا اور کدو حضرت کا تکیہ کلام تھا اگر کوئی طالب علم پوری بحث ہونے سے پہلے سوال کرتا تو فرماتے کہ کیا اڑی آنے سے پہلے شلوار اتارتا ہے حضرت اہل دل میں سے تھے ان کا دل بڑا ذاکر اور شاغل تھا سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن اپنے آپ کو ایک عام سی زندگی میں چھپایا ہوا تھا ہم نے ان سے قطبی اور شرح عقائد پڑھی۔

۱۹۸۲ء میں جب حضرت والد صاحبؒ کراچی تشریف لائے تو مولانا محمد صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا کہ میں نے ان کو دیوبند میں دیکھا ہے اور فرمایا کہ یہ طالب علمی میں بھی بزرگ تھے۔

خواب

بندہ نے خواب دیکھا اور یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں گھر پر تھا مولانا محمد سواتی صاحبؒ بہاول نگر کے قریب فورٹ عباس شہر میں آئے ہوئے تھے کہیں۔ بندہ بھی وہاں ہے میں حضرت استاد کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بہت گرم جوشی سے ملا استاد بھی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بہت دیر تک سینے سے لگائے رکھا اور اپنے سینے میں سے میرے سینے میں کوئی چیز انڈیلتے رہے پھر میں بیدار ہو گیا سینہ کو انوارات سے پر پایا۔

احقر یہ سمجھتا ہے کہ اپنے شیخ کی برکت سے حضرت استاد کا فیض خاص اس فقیر کی طرف منتقل ہوا ہے۔

توضیح وتلویح کا سبق

توضیح وتلویح اصول فقہ کی آخری کتاب ہے جو درس نظامی میں پڑھائی جاتی ہے کافی مشکل اور پیچیدہ کتاب ہے ہمیں یہ کتاب حضرت مولانا انور بدخشانی صاحب دامت برکاتہم پڑھایا کرتے تھے حضرت چونکہ فارسی زبان بولتے تھے اس لیے ان کے اردو لہجے پر بھی فارسیت کا غلبہ تھا اس لیے عام طلباء کو ان کا درس سمجھنے میں دقت پیش آتی تھی بندہ کو شروع ہی سے اصول فقہ کے ساتھ غائیت درجہ کا تعلق تھا اس لیے توضیح وتلویح باوجود مشکل کتاب ہونے کے آسان معلوم ہوتی تھی تقریباً سارا نصاب مطالعہ کر کے پڑھنے کی توفیق ہوئی اس لیے حضرت استاد کی تقریر آسانی سے سمجھ لیتا تھا اور طلباء کی اکثریت مجھ سے تکرار کرتی تھی چنانچہ پورے نصاب کا کئی بار تکرار کرایا اسی شغف کی وجہ سے بائیس سال اس کی تدریس کی توفیق ہوئی۔

حضرت مولانا انور بدخشانی صاحب دامت برکاتہم

آپ افغانستان کے علاقہ بدخشان سے تعلق رکھتے ہیں اور جامعہ کے پرانے فضلاء میں سے ہیں اور بہت ہی مضبوط علمی استعداد کے مالک ہیں علم کے ساتھ غائیت درجہ کا شغف ہے تلخیصات کے بہت ماہر ہیں ان کی علمی استعداد اور تقویٰ کی وجہ سے حضرت بنوریؒ نے ان کو اپنا فرزند نسبتی بنایا تھا حضرت بنوریؒ کی بیٹی کی وفات کے بعد مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی نواسی کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں اور اب جامعہ میں دورہ حدیث کے اسباق پڑھاتے ہیں بندہ نے توضیح وتلویح کے علاوہ میبذی بھی ان سے پڑھی ویسے تو خوش طبع انسان ہیں لیکن طالب علمی میں ان کے جلال کے بھی نظارے کیے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی آمد

اسی سال غالباً حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کراچی تشریف لائے اور اپنے متعلقین پاکولا بوتل والوں کے ہاں مہمان ٹھہرے حضرت مہتمم صاحب نے انہیں جامعہ آنے کی دعوت دی حضرت قاری صاحب جامعہ ۱۱ بجے کے قریب تشریف لائے اور دارالحدیث میں اساتذہ اور طلباء سے خطاب فرمایا حضرت کا پہلی مرتبہ ہم نے خطاب سنا تھا بہت فصاحت و بلاغت اور دل نشین انداز میں گفتگو فرمائی بقول حضرت مولانا عبدالقیوم چترالیؒ حضرت قاری صاحب ایشیاء کے سب سے بڑے خطیب تھے بندہ کے والد صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں حجۃ البالغہ انہیں سے پڑھی تھی چونکہ حضرت قاری صاحب قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا نانوتویؒ کے پوتے تھے اس لیے ان کی گفتگو رموز و اسرار اور حکمتوں سے پر ہوتی تھی حضرت نے اس خطاب میں ایک انسان اور شیر کا واقعہ بھی سنایا تھا۔

انسان اور شیر

حضرت نے عقل انسانی کے تفوق اور فضیلت پر ایک قصہ سنایا کہ ایک جنگل میں ایک بہت طاقت ور شیر رہتا تھا جو اس جنگل کا بے تاج بادشاہ تھا اس نے سنا کہ ایک مخلوق انسان ہے جو بہت طاقت ور ہے تو اسے انسان دیکھنے کا شوق ہوا تو جنگل کے کسی باسی سے انسان کے بارے میں پوچھا جس سے پوچھتا وہی انسان کے خطرناک ہونے کا تذکرہ کرتا اس سے اس کا اشتیاق اور بڑھ گیا تو انسان کا کسی سے پتہ پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس جنگل کے کنارے پر ایک بستی ہے وہاں انسان ہیں شیر کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا تو وہ بستی کی جانب چلا بستی سے پہلے اس نے اونٹ دیکھا شیر نے سمجھا شاید یہ انسان ہے تو اس سے پوچھا تو انسان ہے؟ تو اونٹ کانپنے لگا اور بولا انسان کا ستایا ہوا بھاگا ہوا ہوں میرا مالک رات دن مجھ سے کام لیتا تھا شیر بہت حیران ہوا آگے چلا تو ایک بیل ملا شیر نے سمجھا شاید یہ انسان ہے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں انسان کی مار

سے بھاگا ہوا ہوں جب جنگل کے کنارے پہنچا تو گدھا ملا شیر کو یقین ہو گیا کہ یہی انسان ہے جب اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں دھوبی کا گدھا ہوں اور اس کے ظلم و ستم سے تنگ ہو کر بھاگا ہوا ہوں تو شیر نے پوچھا پھر انسان کہاں ہے؟ تو گدھے نے بستی کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہ انسان ہے وہاں ایک دبلا پتلا ترکھان اپنی لکڑی کا کام کر رہا تھا جب شیر نے اس کو دیکھا تو دل میں حقارت سی آئی اور سوچا کہ یہ تو میرے ایک پنجے کی مار ہے لیکن پتہ نہیں سب اس سے کیوں ڈرتے ہیں قریب پہنچ کر ایک گرجدار آواز میں کہا تو انسان ہے؟ بڑھئی نے کپکپاتی آواز میں کہا جی ہاں! میں انسان ہوں شیر نے کہا کہ تو تو معمولی سی مخلوق ہے تیرے اندر کون سی طاقت ہے جس کا چرچا ہے تو ترکھان نے کہا کہ آپ تو بادشاہ سلامت ہیں اور ہم انسان واقعی بہت کمزور ہیں اس طرح دو چار باتیں کیں تو شیر باتوں کے نشے میں چور ہو گیا بڑھئی ایک لکڑی چیر رہا تھا اور اس لکڑی کی گیلی کو دو چھینیاں پھنسا کر ہتھوڑے کے ذریعے دو کرنا چاہتا تھا ترکھان نے کہا کہ آپ تو بہت طاقتور ہیں آپ اس لکڑی کی گیلی کو اپنی طاقت سے چیر دیں شیر تو پہلے ہی اس بڑھئی کے فریب میں آ چکا تھا اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور پنجے اس چیری ہوئی لکڑی کے اندر ڈال دیے تاکہ اپنی طاقت سے اس کے دو حصے کر دے ادھر بڑھئی نے چھینیاں نکال دیں اور اس کے دونوں پنجے لکڑی میں پھنس گئے لکڑی وزنی تھی ادھر بڑھئی نے ڈنڈا لے کر اس کی پٹائی شروع کر دی وہ نہ ہل سکتا تھا اور نہ بھاگ سکتا تھا مار مار کر اس کو ادھموا کر دیا پوری بستی جمع ہو گئی تھی شیر صاحب کا خوب مذاق اڑایا گیا اور پھر جنگل رخصت کر دیا گیا جو راستے میں ملتا اسے کہتا جاتا انسان کے قریب نہ جانا۔

تو حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا کہ انسان کی فضیلت عقل کی وجہ سے ہے اگر عقل شریعت مطہرہ کے تابع ہو۔

مسجد پر اہل بدعت کا قبضہ

جامعہ سے چند فرلانگ کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی مسجد تھی مسجد اگرچہ چھوٹی تھی

لیکن اس کا ملحقہ رقبہ بہت بڑا تھا تو اہل بدعت کافی عرصے سے اس پر نظر رکھے ہوئے تھے حالانکہ اس مسجد کے پڑوس میں کوئی بدعتی نہیں تھا لیکن اہل محلّہ کو مسجد کے معاملات سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی وہاں کے امام صاحب نے مہتمم جامعہ مفتی احمد الرحمٰن صاحب کو شکایت کی کہ اہل بدعت بہت پریشان کرتے ہیں اور مستقل قبضہ کا منصوبہ بنا رہے ہیں تو حضرت مفتی صاحب نے پانچوں نمازوں کے لیے مختلف درجات کے طلباء کی ڈیوٹی لگادی کہ وہ وہاں جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں گے ایک دن جامعہ میں چھٹی تھی اور اکثر طلباء آرام کررہے تھے کہ اچانک زور زور سے گھنٹی بجی اور شور اٹھا کہ مسجد پر قبضہ ہوگیا اور جو طلباء نماز کے لیے گئے ہیں انہیں یرغمال بنالیا گیا ہے اور بھاگو دوڑو کی آوازیں لگنے لگیں یہ غالباً ظہر کا وقت تھا جامعہ کے جس طالب علم کے ہاتھ میں جو چیز لگی وہ لے کر مسجد کی طرف دوڑا بدعتی بسیں بھر کے لائے تھے جس میں سو افراد تھے انہوں نے تمام نمازیوں ،امام اور طلباء کو خوب مارا اور مسجد میں بند کردیا اتنے میں جامعہ کی فوج ظفر موج ڈنڈوں سوٹوں سے لیس پہنچ گئی پھر جوان کی ٹھکائی اور دھنائی کی تو بدعتیوں کو نانی یاد آ گئی اور پھر کبھی اہل بدعت نے اس مسجد کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھا اور حضرت مفتی صاحب نے اس مسجد کو جامعہ کے تحت لے کر وہاں حفظ کا مدرسہ قائم کردیا اور اب وہاں شاندار مسجد اور شاندار مدرسہ قائم ہے اور ہر مسجد والوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مسجد کے ساتھ مدرسہ بھی قائم کریں تاکہ مسجد کی حفاظت ہو اس طرح کراچی میں اکثر مساجد کے ساتھ مدارس قائم ہوگئے۔

عراقی استاذ الحدیث کی جامعہ آمد

ایک دن نوٹس بورڈ پر اعلان لگا کہ کل عراق یونیورسٹی کے استاذ الحدیث دارالحدیث میں طلباء کو علوم ومعارف سے مستفید فرمائیں گے سب وقت مقررہ پر جمع ہوجائیں طلباء میں خوب اشتیاق تھا کیونکہ عربوں کی زبان سے عربی سننے میں بہت مزہ آتا تھا وقت پر سارے طلباء دارالحدیث میں جمع ہوگئے سب کی نگاہیں دارالحدیث کے

اس دروازے پر لگی ہوئی تھیں جہاں سے مہمان نے آنا تھا مہمان کے لیے صوفے کی طرح کی کرسی رکھی گئی کچھ دیر کے بعد مفتی احمد الرحمٰن صاحب اور ان کے ساتھ ایک پینٹ شرٹ میں ملبوس شخص جس نے سر پر انگریزی بال رکھے ہوئے تھے دراز قد اور دیکھنے میں عرب معلوم ہوتا تھا داخل ہوا اس کے ہمراہ اور بھی اسی ہیئت کے اشخاص تھے ہم یہ سمجھے یہ عراقی قونصلیٹ ہے جو انتظامات کا جائزہ لینے آیا ہے اور اس کے بعد شیخ الحدیث صاحب آئیں گے لیکن ہمیں حیرت کا دورہ اس وقت پڑا جب اسے کرسی پر بٹھا دیا گیا اور حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ نے اعلان کیا کہ مہمان آ گئے ہیں اور وہ بیان کریں گے اس نے بڑی فصیح و بلیغ عربی میں گفتگو شروع کی اور علم الحدیث کے مختلف پہلوؤں پر بڑی زبردست گفتگو کی تقریر کرتے کرتے اچانک وہ رونے لگ گیا اور اس کی ہچکی بندھ گئی کچھ دیر سناٹا چھا گیا کچھ وقفے کے بعد خاموشی توڑتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں اس لیے رویا ہوں کہ میں نے پوری دنیا میں سفر کیا ہے اور بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں لیکچر دیئے ہیں لیکن میں نے کہیں بھی ایسے نورانی چہروں والے طلباء نہیں دیکھے میرا جذبہ ہے کہ جب میرا بیٹا بڑا ہوگا میں اس کو اس جامعہ میں بھیجوں گا الحمدللہ وہ ایک خاص اثر جامعہ سے لے کر گیا۔

عراقی وفد کی آمد

ان دنوں میں عراق، ایران کی جنگ زوروں پر تھی مسلمانان عالم کی حمایت لینے کے لیے دونوں ممالک کے وفود اسلامی ممالک کے دورے کر رہے تھے چنانچہ عراقی علماء کا ایک وفد پاکستان بھی آیا تاکہ یہاں کے اہل علم کو اس جنگ کی حقیقی صورتحال سے آگاہ کر سکیں۔

ایک دن تقریباً دن کے ۱۰ بجے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں یہ وفد آیا اور مہتمم صاحب اور دیگر اساتذہ نے ان کا استقبال کیا اور تمام طلباء اور اساتذہ کو دارالحدیث میں جمع کر لیا گیا اس وفد کے ساتھ پاکستان کراچی میں متعین عراقی سفیر

اور پاکستان کی سرکاری شخصیات بھی تھیں ان عراقی علماء نے باری باری اپنے خیالات کا اظہار بڑی فصیح و بلیغ عربی زبان میں کیا اور ایران اور روافض کی اور خصوصاً خمینی انقلاب کی بہت مذمت کی اور سنیوں پر ان کے ظلم وستم کو بیان کیا عرب خطباء سے خطیبانہ رنگ میں خطاب سننے کا پہلا موقعہ تھا انہوں نے سب کو بہت متاثر کیا خطاب کے بعد جامعہ کے دفتر میں ان کا اکرام کیا گیا پھر وہ وہاں سے روانہ ہوئے۔

عراقی سفارت خانے کی دعوت

کچھ دن کے بعد عراقی سفارت خانے نے ایک سیمینار منعقد کیا جس میں جامعہ کی مقتدر شخصیات کو شرکت کی دعوت دی جس کے لیے جامعہ کی طرف سے ناظم تعلیمات ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب مدظلہ اور چند نوجوان اساتذہ اور طلباء کو مقرر کیا گیا ان طلباء میں بندہ کا بھی نام تھا سیمینار مغرب کے بعد تھا جامعہ کا وفد مغرب کے بعد پہنچا عراقی سفیر اور عملے نے پرتپاک استقبال کیا وہاں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ جامعہ فاروقیہ کا وفد لے کر آئے ہوئے تھے اور مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہ دارالعلوم کے وفد کے ساتھ شریک ہوئے تھے اور مولانا اسفند یار خان صاحب اور دیگر مذہبی شخصیات بھی شریک سیمینار تھیں علماء دیوبند کے علاوہ بریلوی مکاتب فکر کے علماء اور اہل حدیث علماء بھی شریک تھے سب علماء نے اسٹیج پر باری باری عربی زبان میں تقریر کی ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب مدظلہ کی تقریر سب پر فائق تھی سیمینار کے بعد عرب کھانوں سے شرکاء کی ضیافت کی گئی پہلی مرتبہ ہم جیسے طالب علموں نے سالم بکرے کے پیٹ میں چاول دیکھے بہت وسیع انتظام تھا بوفے سسٹم تھا اور کھڑے ہو کر کھانے کا انتظام تھا لیکن تمام علماء اور طلباء نے پلیٹوں میں کھانا لے کر بیٹھ کر کھایا اس بات نے عراقی سفارت خانے کے عملے پر بہت اثر ڈالا۔

ایرانی وفد کی آمد

جامعہ میں عراقی وفد کی آمد کے کچھ عرصے بعد ایرانی وفد نے آنے کی اجازت

طلب کی جامعہ کی انتظامیہ نے اجازت دیدی چنانچہ متعینہ تاریخ پر خمینی کا دست راست علامہ خلخالی ایرانی قونصلیٹ، پاکستانی افسران اور پچاس کے قریب ایرانی آرامی پاس داران کے ہمراہ تقریباً ۱۲ بجے جامعہ آیا وفد کو دفتر میں بٹھایا گیا بعد میں ان کی ملاقات کے لیے حضرت مہتمم صاحب اور ناظم تعلیمات صاحب تشریف لائے علامہ خلخانی فارسی میں گفتگو کر رہا تھا اور ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب عربی میں گفتگو فرما رہے تھے اور ایک ترجمان دونوں طرف ترجمہ کر رہا تھا ڈاکٹر صاحب نے علامہ خلخانی سے چند سوالات کیے جن میں ایک دو یاد ہیں ایک تو یہ پوچھا کہ خمینی نے انقلاب کے دوران یہ نعرہ لگایا تھا ''لاشرقیہ ولاغربیہ لاشیعہ ولاسنیّہ'' یعنی شیعہ سنی کی تفریق ہماری حکومت میں نہیں ہوگی لیکن جب حکومت قائم ہوئی تو ریڈیو تہران نے جو پہلا اعلان کیا تھا ''الحکومۃ الاسلامیہ الشیعہ'' تو ایرانی حکومت کو شیعہ کیوں قرار دیا گیا دوسرا جب شیعہ سنی فرق نہیں تو پورے تہران میں سنیوں کی کوئی مسجد کیوں نہیں؟ اس طرح کے چند اور سوال تھے خلخالی جواب نہ دے سکا اور گھبرا گیا اور اس کا رنگ فق ہو گیا بندہ بطور خادم کے دفتر کے موجود تھا اس نے کہا میں ہندوستان جا رہا ہوں اور واپس آ کر جواب دونگا اور آج تک واپس نہیں آیا۔

بعد میں ایرانی قونصلیٹ نے بھی سیمینار منعقد کیا تھا لیکن اس میں جامعہ کے حضرات شریک نہیں ہوئے۔

درجہ سادسہ سہ ماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ سادسہ ششماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ سادسہ سالانہ امتحان کا نتیجہ

درجہ سابعہ ۰۵-۱۴۰۴ھ بمطابق ۸۵-۱۹۸۴ء

مشکوٰۃ شریف کا سبق

درجہ سابعہ جسے موقوف علیہ بھی کہتے ہیں اس میں خصوصیت سے حدیث شریف کا فن پڑھایا جاتا ہے اور صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث کا خلاصہ مشکوٰۃ شریف پوری شرح اور بسط سے پڑھائی جاتی ہے اور شاید اس کی وجہ سے ہی اس درجہ کو موقوف علیہ کہا جاتا ہے مشکوٰۃ شریف کی دو جلدیں ہیں اس کی جلد اول جامعہ کے نائب مہتمم اور حضرت بنوریؒ کے چھوٹے داماد ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحبؒ پڑھاتے تھے اور اس وقت وہ صرف یہی کتاب پڑھاتے تھے اور باقی وقت دار التصنیف میں صرف فرماتے تھے اور جلد دوئم ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب مدظلہ پڑھاتے تھے۔

مشکوٰۃ شریف جلد اول کا سبق

ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحبؒ بڑے اہتمام کے ساتھ سبق پڑھاتے تھے اور بڑی تفصیل کے ساتھ آئمہ کے دلائل پر بحث فرماتے ابتداء میں بندہ کو اس کتاب میں بڑی دقت محسوس ہوئی کیونکہ ایسی شرح سامنے نہیں تھی جس میں اس قدر تفصیل سے دلائل بیان کیے گئے ہوں اگرچہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی تقریر کو ضبط کرنے کی پوری کوشش کرتے تھے لیکن حضرت کی تقریر میں اس قدر تسلسل ہوتا تھا کہ ساری تقریر کا ضبط کرنا مشکل ہو جاتا تھا اس کی وجہ سے بڑی پریشانی ہوئی اور اس کتاب کی آسانی کے لیے مستقل صلوٰۃ الحاجت شروع کر دی اور رو رو کر دعائیں مانگتا رہا بقرہ عید کی چھٹیوں میں والدین کی زیارت کے لیے جب گھر حاضر ہوا تو والد صاحبؒ سے اس کا ذکر کیا حضرت والد صاحبؒ نے اس سلسلہ میں حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا کہ حدیث کا عربی متن کاغذ پر لکھ کر اس کو چلتے پھرتے یاد کر لیا کرو چنانچہ واپس جا کر اس طریقے سے احادیث کو یاد کرنا شروع کیا اور دوسرا پتہ چلا کہ بنگلہ دیش کے عالم نے تنظیم الاشتات نامی شرح لکھی

ہے جس میں تفصیل سے عربی متن کے ساتھ دلائل موجود ہیں چنانچہ اس کے لیے تگ ودو کی گئی جنوبی افریقہ کے ایک طالب علم جو ہندوستان جارہے تھے ان سے لانے کی درخواست کی تو وہ دیوبند سے خرید کرلائے اور بہاول نگر مدرسہ کے کتب خانہ سے تعلیق الصبیح مل گئی اس طرح الحمدللہ مشکوٰۃ پررات دن محنت کی تو ائمہ اربعہ کے دلائل کے طور پر استعمال ہونے والی سینکڑوں حدیثیں یاد کرلیں وہ الحمدللہ آج تک درس وتدریس میں کام دیتی ہیں۔

ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ

ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحبؒ بانی جامعہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے شاگرد خاص اور چھوٹے داماد تھے ڈاکٹر صاحب کے والدگرامی حکیم محمد مختار صاحب بڑے ماہر اور حاذق حکیم تھے جس وقت ہم نے حکیم صاحب کی زیارت کی تو وہ اس وقت کافی عمر رسیدہ اورکمزور تھے اور ویل چیئر پر جمعہ کی نماز کے لیے آتے تھے حکیم صاحبؒ کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب بھی حکمت میں مہارت رکھتے تھے ڈاکٹر صاحب باقاعدہ مطب تو نہیں چلاتے تھے لیکن طلباء آپ سے نسخے لکھواتے رہتے تھے اور کسی بھی دواخانہ کی دوائی استعمال کرلیتے تھے اور حکیم مختار احمد صاحبؒ کراچی کے علاوہ اندرون سندھ میں بھی مختلف جگہ پر مطب کرتے تھے ان کی یہ خصوصیت تھی کہ جب بھی کسی علاقے میں مطب لگاتے اس علاقے کے سارے مجذوب وہاں جمع ہوجاتے اور ابا ابا کر کے پیسے مانگتے تھے پیشگی کوئی اعلان نہ بھی ہوتا تو تب بھی سب مجذوب آجاتے اور حکیم صاحب ان کے لیے کھانے کا انتظام فرماتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے جامعہ سے فراغت کے بعد مدینہ یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کی تھی اور مدینہ یونیورسٹی کی طرف سے جامعہ میں مبعوث تھے حضرت بنوری کے خاص تلامذہ میں سے تھے اور حضرت کو ان کی علمی استعداد پر بہت اعتماد تھا اسی وجہ سے حضرت بنوریؒ نے ترمذی شریف کی وہ احادیث مبارکہ جن کی طرف امام ترمذی نے وما فی الباب

کہہ کراشارہ کیا ہے ان کی رسد وتلاش آپ کے ذمہ لگائی اوراس کتاب کا نام حضرت بنوریؒ نے ''کشف النقاب ممایقول الترمذی ومافی الباب'' خود تجویز فرمایا تھا چنانچہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنی حیات مستعار کا بیشتر حصہ اس مقصد پر خرچ کردیا تھا اوراس کا دائرہ کار صرف امام ترمذیؒ کے اشارہ کردہ احادیث تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ کسی بھی صحابی سے اس موضوع کے متعلق کوئی حدیث آئی تو اس کو درج فرمایا یہی وجہ ہے کہ بعض عناوین کے تحت تین تین سو صحابہ سے روایات جمع کیں حضرت کا اکثر وقت دارالتصنیف میں بسر ہوتا تھا صبح سے رات گئے تک دارالتصنیف جو کہ جامعہ کے دفتر کے اوپر تھا اس میں کام میں مشغول رہتے ایک مرتبہ بندہ نے ڈاکٹر صاحبؒ سے پوچھا کہ اب تک کتنے صفحات تحریر فرما چکے ہیں تو فرمایا سترہ ہزار صفحات لکھ چکا ہوں۔

اس کام کے علاوہ عربی سے اردو میں تراجم کا بھی بہت سلیقہ اورشوق تھا اس لیے بیسیوں نہایت مفید اوراصلاحی عربی رسائل اورکتب کے تراجم آپ کے قلم سے شائع ہوچکے ہیں ہمارے دور میں ڈاکٹر صاحبؒ صرف مشکوٰۃ جلد اول کا سبق پڑھاتے تھے اوران کا یہ سبق بہت مشہور تھا بعد میں مشکوٰۃ کے ساتھ نحو میر بھی پڑھانا شروع کردی تھی چنانچہ چھوٹے بھائی مفتی منیر احمد نے نحو میر بھی ان سے پڑھی تھی۔

آپ بڑی بارعب شخصیت کے مالک تھے آپ جب گھر سے دارالتصنیف تشریف لاتے یادارالتصنیف سے گھر جاتے تو جامعہ میں ایک دم سناٹا چھاجاتا تھا ادھر ادھر گھومنے والے طلباء درسگاہوں میں گھس جاتے تھے ان کے درس میں طلباء کی حاضری پوری رہتی تھی معمولی اعذار پر کسی کو چھٹی کرنے کی مجال نہیں ہوتی تھی حضرت بہت ذیرک اورثاقب ذہن کے مالک تھے اگر طالب علم کسی سوچ میں گم ہوجاتا تو فوراً پکڑ لیتے تھے جب تک وہ غلطی کا اقرار نہ کرلیتا چھوڑتے نہیں تھے اگر وہ کہتا کہ میں ذہنی طور پر حاضر تھا تو پوچھتے میں نے کیا کہا ایسا طالب علم شاید ہی کوئی بتاسکا ہو اعتراف کرنے پر جان چھوٹتی خود فرمایا کرتے تھے کہ طالب علمی میں بس سٹاپ پر ہم باہم یہ مقابلہ کرتے تھے کہ بس کی

آواز سے اس کا نمبر بتاؤ۔

بہت ذاکر شاغل آدمی تھی عصر سے مغرب تک ذکر اور مراقبے میں گزارتے تھے سلسلہ رائے پوری سے تعلق تھا حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری کی وفات کے بعد ہمارے حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے پاس حاضر ہوتے تھے اور عام طور پر عصر کے بعد تشریف لاتے اور مغرب تک حضرت کے حجرہ خاص میں ایک کونے میں خاموش بیٹھے رہتے تھے اور حضرت والا سے عرض کر دیا تھا کہ میرے بارے میں کسی کو بتایا نہ جائے تا کہ استفادہ میں کوئی مخل نہ ہو۔

حضرت مفتی احمدالرحمٰن صاحب کی اچانک وفات کے بعد آپ مہتمم بنے اور حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحبؒ کی رحلت کے بعد شیخ الحدیث بنے تقریباً سات سال تک ان دونوں منصبوں پر کام کرتے ہوئے شعیہ ملعون فرقے کے ہاتھوں بڑی بے دردی سے شہید کر دیئے گئے آپ کے ساتھ مفتی عبدالسمیع صاحب بھی شہید ہو گئے اناللہ وناالیہ راجعون۔ آپ کی قبر مبارک جامعہ کے احاطہ میں ہے۔

مفتی عبدالسمیع صاحب شہیدؒ

مفتی عبدالسمیع صاحب شہیدؒ سندھ سے تعلق رکھتے تھے ہم جب درجہ رابعہ میں پہنچے تو ان کو وسطانی دارالاقامہ کا ناظم بنایا گیا بہت مضبوط استعداد کے عالم تھے ان کا صرف ونحو کا سبق بہت مشہور تھا بہت ذیرک اور ذہین اور تنظیمی مزاج کے آدمی تھے ان کی ہر وقت یہ کوشش ہوتی تھی کہ طلباء کے تعلیمی معیار کو اچھے سے اچھا بنایا جائے اور اس کے لیے نئی نئی اصلاحات اور قوانین بناتے رہتے تھے جو اگر چہ ہم طلباء کو گراں گزرتے تھے لیکن حقیقت میں بہت مفید تھے رات بارہ بارہ بجے تک طلباء کی نگرانی کرتے تھے ان کی کوشش اور مشورے سے جامعہ کی طرف سے ٹرسٹ بنایا گیا تھا جس کے تحت کراچی کے دور دراز کے علاقوں کی مساجد کو رجسٹرڈ کیا گیا اور انہیں تحفظ دیا اور اس کے لیے وہ محلّہ محلّہ گئے اور اس سے اہل علاقہ کی عوام کی مسلکی لحاظ سے تحفظ ملا۔ الحمدللہ آج تک

اس کے اثرات موجود ہیں حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحبؒ کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون

دیگوں کا قصہ

جامعہ میں یہ اصول تھا کہ اگر کسی کو طلباء کے لیے کھانا وغیرہ بھجوانا ہو تو دو تین دن پہلے اطلاع کرنی ہوتی اور ۱۲ بجے سے پہلے یا عصر سے پہلے پہنچانا ہوتا تھا لیکن اگر کوئی اچانک لے کر آتا یا اس وقت کے بعد لے کر آتا تو وہ واپس کر دیا جاتا اس زمانے میں ناظم مطبخ مولانا مفتی ولی درویش صاحبؒ تھے جو پٹھان اور سخت تھے۔

ایک رات عشاء کے بعد ایک شخص کورنگی ٹاؤن سے چار دیگیں لایا مطبخ وغیرہ میں گیا تو کسی نے اس کی نہیں سنی ناظم مطبخ جلدی سو جاتے تھے تو وہ بہت پریشان ہوا ادھر ادھر پھر رہا تھا درجہ مشکوٰۃ کی درسگاہ شرقی دروازے کے قریب تھی ایک طالب علم اس کو میرے پاس لے آیا تو وہ بہت منتیں کرنے لگا کہ آپ یہ دیگیں رکھ لیں میں بہت دور سے لایا ہوں بریانی اور زردہ کا سن کر سب کے منہ میں پانی آ گیا اور سب میرے پیچھے پڑ گئے کہ آپ کچھ کریں میں نے کہا کہ ناظم مطبخ بہت سخت ہیں شکایت ہوگئی تو بہت گوشمالی ہوگی لیکن ساتھیوں کا اصرار برابر جاری رہا تو میں نے اس شخص سے کہا کہ آپ گیٹ سے باہر دیگیں اتار دیں اور صبح خالی دیگیں وہیں سے لے جائیں تو وہ بہت خوش ہوا میں نے تین چار پٹھان ساتھیوں سے کہا یہ دیگیں محتاط طریقے سے میرے کمرے میں پہنچا دو چنانچہ انہوں نے کمرے میں پہنچا کر اوپر رضائیاں ڈال دیں اور تالا لگا دیا ۱۲ بجے رات عام طور پر مطالعہ و تکرار سے دارالاقامہ میں جانے کا وقت ہوتا تھا جب بندہ بارہ بجے اپنے کمرے میں پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دیکچیوں اور پتیلوں کی لائن لگی ہوئی تھی کمرہ کھلتے ہی برتنوں کے وارث بھی پہنچ گئے سب پر ایک شرط لگائی کہ شور نہیں ہوگا خیر طلباء نے بڑی خاموشی سے بریانی اور زردے سے استفادہ کیا اور دیگیں خالی ہوتے ہی گیٹ سے باہر رکھ دی گئیں چنانچہ صبح صبح وہ شخص دیگیں لے گیا۔

ہدایہ اخرین کا سبق

ہمیں ھدایہ جلد ثالث کا سبق حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحبؒ نے پڑھایا تھا جن کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے اور ہدایہ جلد رابع کا سبق حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم نے پڑھایا تھا مفتی صاحب اس کی تدریس میں بڑے ماہر تھے ہدایہ رابع کتاب الرھن کی وجہ سے اگر چہ مشکل سمجھی جاتی ہے لیکن مفتی صاحب ایک ایک مسئلے کو سمجھا کر کتاب مکمل کراتے تھے۔

مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم

یہ بھی جامعہ کے فاضل اور حضرت بنوریؒ کے شاگرد تھے بہت ذکی ذہین اور ذی استعداد تھے اور عجیب وغریب طبیعت کے مالک تھے بہت حاضر جواب تھے اور شاعرانہ ذوق بھی رکھتے تھے ان کا شاعری مجموعہ " قراردل " کے نام سے چھپ چکا ہے ایک مرتبہ کراچی یونیورسٹی گئے وہاں لائبریری سے کچھ استفادہ کرنا تھا وہاں کے کچھ پروفیسر صاحبان نے عام مولوی صاحب سمجھ کر سوال وجواب شروع کردیئے حضرت نے بڑے دندان شکن جواب دیئے اور آخر میں فرمایا کہ تم لوگوں میں اتنی بھی لیاقت نہیں ہے کہ جو دوا یورپ والوں نے ٹھنڈے ملک کو سامنے رکھ کر بنائی ہے تم اسے اپنے گرم ملک کے مطابق تبدیل کرسکو وہ دوا انہی اجزاء پر یہاں بنائی جاتی ہے جس سے کس قدر صحتوں کو نقصان پہنچ رہا ہے اور ہم نے دین کے ہر ہر مسئلہ کو معلوم کیا اور نئے پیش آنے والے مسائل کا حل بتایا ہے جبکہ وہ مسائل اور حوادثات پیغمبر علیہ السلام کے دور میں نہیں تھے تم لوگ ہمارے ساتھ کیا موازنہ کرتے ہو بس انہیں چپ شاہ کا روزہ لگ گیا۔

انگریزی پر بھی مہارت رکھتے تھے اس لیے جنوبی افریقہ کے مشہور ومعروف ادارہ جامعہ زکریا کی انتظامیہ نے حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ سے درخواست کی تھی کہ انہیں جنوبی افریقہ بھیج دیا جائے چنانچہ آپ جنوبی افریقہ منتقل ہوگئے۔

آپ شیخ الحدیث اور رئیس دارالافتاء کی حیثیت سے آج تک وہیں کام کررہے

ہیں حضرت مفتی صاحب کا اصلاحی تعلق مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ سے تھا جو کہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے اوران سے خلافت بھی پائی ان کی وفات کے بعد ہمارے حضرت والا سے رجوع فرمایا۔

تھائی لینڈ کے طالب علم کی وفات

ہمارے دور میں تھائی لینڈ کا ایک طالب علم ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اورکم عمری میں تھائی لینڈ میں انجینئر نگ کی ڈگری حاصل کر چکا تھا جذب الٰہی جامعہ میں حفظ القرآن کے لیے لے آیا اس کے والدین تو چاہتے تھے کہ وہ نوکری کرے لیکن اس نے والدین کی منت سماجت کر کے اس بات کی اجازت لے لی کہ نوکری سے پہلے قرآن مجید حفظ کرلوں والدین نے اجازت دے دی اور یہ کراچی جامعہ میں داخل ہو گئے ہم نے رات دن اس کو کلاس کے وقت کے علاوہ ہر وقت مسجد میں موجود پایا نیند آتی تو تپائی پر سر رکھ کر سو جاتا ہم لوگ جب بھی مسجد میں جاتے تو وہ قرآن مجید کے ساتھ مشغول ہوتا دو سال میں اس نے مع گردان قرآن مجید مکمل کرلیا ہماری بھی اس سے کبھی کبھار ملاقات ہوتی بہت خوش تھا بلکہ اس کی ختم قرآن کی تقریب بھی ہم طلباء ہی نے کی اس کے واپس جانے میں چند دن باقی تھے کہ عصر کے وقت دماغ کی شریان پھٹ گئی اورعشاء سے پہلے انتقال ہوگیا اساتذہ اور طلباء کو بے حد صدمہ اور افسوس ہوا اس کے والدین کو اطلاع کی گئی ان پر یہ خبر بجلی بن کر گری اور انہیں بے ہوشی کے دورے پڑنے لگے والدین کے اصرار پر اس کی میت جامعہ کی طرف سے تھائی لینڈ روانہ کی گئی اللہ تعالیٰ بے حساب مغفرت فرمائے۔ آمین

افریقی طالب علم

افریقہ کے ملک موزمبیق کا ایک حبشی طالب علم مولوی عبدالقادر جامعہ میں داخل ہوا جب وہ آیا تو اس کی عمر گیارہ سال تھی بہت ہی غریب گھرانے کا بچہ تھا بندہ کے جامعہ داخل ہونے سے پہلے آیا ہوا تھا گیارہ سال جامعہ میں رہا اوراس دوران گھر واپس نہیں

گیا جامعہ میں اس نے قرآن مجید حفظ کیا پھر اردو سیکھی اور عالم کورس شروع کیا بندہ سے ایک یا دو سال پہلے فارغ ہوا فراغت کے بعد جامعہ کی طرف سے اس کی واپسی کی ٹکٹ کا بندوبست کیا گیا اتنے طویل عرصے کے بعد گھر جانے پر وہ اس قدر خوش تھا کہ ہر ہر ادا یہاں تک کہ چال ڈھال اس کی غمازی کرتی تھی ادہر والدین اپنے لخت جگر کو دیکھنے اور ملنے کے لیے بے تاب تھے روانگی سے چند یوم پہلے ان کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا جوں ہی یہ خبر جامعہ میں پہنچی تو وہ شدت غم سے بے ہوش ہو گیا اور پورا جامعہ ہی اس پر سوگوار تھا اس صدمے سے جانبر ہونے کے لیے اس کو بہت دن لگ گئے جب حوصلے میں ہوا تو حضرت مہتمم صاحب نے اسے پہلے عمرے کے لیے بھیجا اور پھر وہاں سے افریقہ بھیجا۔

آج کل ماشاءاللہ اپنی قوم میں بڑے وسیع پیمانے پر علمی اور تبلیغی کام کر رہے ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے یہی وہ قربانیاں اور دلخراش واقعات ہیں جن کے صدقے میں علوم اسلام کا سورج نصف النہار پر رہتا ہے۔

جامع مسجد جامعہ محمودیہ بفرزون کراچی میں خطابت

شہید صحابہؓ جرنیل اہل سنت حضرت مولانا اعظم طارق شہید بندہ سے تقریباً ایک سال پہلے جامعہ سے فارغ ہوئے فراغت کے بعد انہوں نے اپنے بڑے اخیافی بھائی مولانا محمد احمد مدنی کے مدرسہ جامعہ محمودیہ بفرزون کراچی کی جامع مسجد میں خطابت شروع کر دی ایک سال کے بعد ناگن چورنگی پر جہاں آج کل صدیق اکبر مسجد ہے مولانا کو مسجد کے لیے جگہ ملی اور انہوں نے فوری طور پر کچی مسجد بنا کر امامت خطابت شروع کر دی تو جامعہ محمودیہ کے لیے خطیب کی اشد ضرورت تھی مولانا اس غرض کے لیے جامعہ تشریف لائے اور اساتذہ کرام سے اس سلسلہ میں بات کی چھوٹے بھائی مفتی منیر احمد اخون کے شریک درس مولوی محمد رفیق انور ٹوبہ ٹیک سنگھ والے مولانا اعظم طارق صاحبؒ سے پہلے سے متعارف تھے اس نے میرے بارے میں بتایا تو مولانا نے مجھ

سے ملاقات کی اور خطابت کے لیے فرمایا بندہ تعلیمی مشغولیت کی وجہ سے امامت خطابت اور ٹیوشن سے سخت احتراز کرتا تھا لیکن انہوں نے بہت اصرار کیا اور بندہ کو اس کام کے لیے آمادہ کر لیا بندہ نے ایک شرط لگائی کہ آنا جانا رکشہ پر ہوگا اس پر وہ راضی ہو گئے۔

بندہ جمعۃ المبارک کو صبح دس بجے حضرت والا کی خدمت میں گلشن اقبال چلا جاتا اور وہاں سے فارغ ہو کر جامعہ محمودیہ بفرزون پہنچ جاتا جو کچھ حضرت والا سے سنتا وہ وہاں بیان کر دیتا ابتداء میں مسجد میں صرف دو صفیں ہوتی تھیں پھر الحمدللہ اتنا رش بڑھا کہ جامعہ کے صحن میں ٹینٹ لگانا پڑتا تھا اور جمعہ کی آمدن بھی اچھی خاصی ہونے لگی۔

جمعہ کی نماز کے بعد مولانا اعظم طارق صاحبؒ صدیق اکبر مسجد سے جمعہ پڑھا کر تشریف لے آتے تھے ہم دونوں مل کر دال اور گرم گرم روٹیاں کھاتے تھے اور مولانا میرے اکرام میں بوتل بھی منگوا لیتے اس کے بعد مولانا شیعہ مذہب کی مشہور کتاب اصول کافی نوجوانوں کو پڑھاتے اور شیعہ مذہب کے بارے میں انہیں آگاہ کرتے اور میں رکشہ پر جامعہ واپس آجاتا۔

یہ معمول دورہ حدیث کی سہ ماہی تک رہا پھر تعلیمی مشغولیت کی وجہ سے اسے چھوڑنا پڑا اگرچہ مولانا مرحوم اوران کے بھائی مولانا محمد احمد مدنی صاحب کافی عرصہ تک اصرار کرتے رہے لیکن بندہ نے معذرت کر لی۔

اہل محلّہ نے یہ پیش کش بھی کی تھی کہ آپ فارغ ہو کر یہیں کام کریں ہم آپ کو رہائش کے لیے مکان اور معقول تنخواہ دیں گے لیکن بندہ نے عرض کیا کہ مجھے واپس جا کر والد مرحوم کے ساتھ کام کرنا ہے۔

کئی بار جامع مسجد صدیق اکبر میں بھی مولانا کی غیر موجودگی میں جمعہ پڑھانے کا موقعہ ملا اور مولانا مرحوم کی کوشش سے وہ آج بھی کراچی میں اہل سنت والجماعت کا مرکز سمجھا جاتا ہے شیعہ اور رفض کے خلاف وہاں سے بہت کچھ کام ہوا اللہ تعالیٰ شرف قبولیت بخشے۔آمین

حکیم نھوں میاں صاحبؒ کی آمد

امام ربانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پوتے حکیم نھوں میاں صاحبؒ جامعہ تشریف لائے اور دارالحدیث میں حضرت کا وعظ ہوا اگرچہ ان کی شہرت حکیم کے نام سے تھی لیکن ان کے بیان میں دادا کا رنگ بھی چھلکتا تھا انہوں نے اپنے بیان میں ایک بات فرمائی جو بندہ کو یاد رہ گئی فرمایا امام مالکؒ کا قول ہے

"ومن تفقّه ولم يتصوّف فقد تقشف"

(جس نے علم شریعت تو حاصل کیا لیکن علم طریقت وتصوف حاصل نہیں کیا تو خشک ملا ہوگیا)

"ومن تصوف ولم يتفقّه فقد تذندق"

(جس نے علم طریقت وتصوف تو حاصل کیا لیکن علم شریعت حاصل نہیں کیا تو وہ زندیق ہوگیا)

"ومن جمع بينهما فقد تحقّق"

(اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہوگیا)

تقریباً ایک گھنٹہ حضرت نے بیان فرمایا۔

مفتی اعظم ہند فقیہہ وقت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کی زیارت

حضرت مفتی صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی اور ہندوستان کے مفتی اعظم تھے اور امام ربانی شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے ان کا علم کے ساتھ روحانی پایہ اس قدر بلند تھا کہ حکیم الامت تھانویؒ کے آخری خلیفہ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق شاہ صاحبؒ نے آپ سے رجوع فرمایا تھا۔

آخری عمر میں حضرت چھ ماہ افریقہ کے ممالک میں گزارتے اور چھ ماہ ہندوستان میں اور افریقہ میں بھی زیادہ وقت جنوبی افریقہ میں بسر ہوتا تھا اور جوہانسبرگ سے چند میل کے فاصلے پر جنگل میں کالوں کی بستی کے قریب ایک دومنزلہ مکان تھا جو حضرت

کے قیام کے دوران خانقاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور حضرت اسی جنگل میں ہی قیام فرماتے تھے اور اس وقت جنگل میں منگل کا سماں ہوتا تھا اور وہاں حضرت کے قیام کی وجہ سے بہت کثرت سے افریقی لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے اور حضرت مفتی صاحب کا طرز یہ تھا کہ ان میں جو باصلاحیت اور سمجھدار لوگ ہوتے انہیں اسلام کی بنیادی اور اہم باتیں چند دن اپنے پاس رکھ کر سکھاتے اور پھر انہیں مبلغ بنا کر بستیوں میں بھیج دیتے اور ان کے لیے سواری کے طور پر سائیکل کا انتظام فرماتے وہ لوگ اسلام کی ترغیب دے کر اپنے لوگوں کو حضرت کی خدمت میں لاتے اور مشرف بہ اسلام ہوتے۔

حضرت مفتی صاحب کی زیارت

بندہ کے ساتھ جنوبی افریقہ کے بہت سے طالب علم پڑھتے تھے ان سے معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب جنوبی افریقہ سے ہندوستان جاتے ہوئے کراچی ائیر پورٹ پر چند گھنٹے قیام فرمائیں گے اور افریقی طالب علم ان کی ملاقات کے لیے تیاری کر رہے تھے چونکہ بندہ نے حضرت مفتی صاحب کا تذکرہ سنا ہوا تھا اس لیے زیارت کا بے حد شوق تھا تو بندہ نے بھی ان دوستوں سے عرض کیا کہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ جاؤنگا جس دن حضرت کی کراچی ائیر پورٹ پر آمد تھی ہم وقت سے پہلے ہی ائیر پورٹ پہنچ گئے جہاز وقت مقررہ پر لینڈ ہو گیا تھا اور یہ دوپہر کا وقت تھا حضرت مفتی صاحب وی آئی پی لاؤنج میں تشریف لائے اور ہمیں بھی حضرت کی ملاقات اور زیارت کی اجازت مل گئی اور لاؤنج میں ایک طرف چادر بچھا کر حضرت تشریف فرما ہو گئے اور ایک چھوٹا سا حلقہ لگ گیا حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں افریقہ میں بہت سی ایسی جگہوں پر گیا جہاں کالے ہی تھے اور وہ اردو زبان بالکل ہی نہیں جانتے تھے لیکن جب میں بیان کرتا تو ان پر کیفیات طاری ہو جاتیں اور وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے اور بغیر سمجھے ان پر کیفیات طاری ہو جاتیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عشق بے زبان ہوتا ہے یعنی اس کو زبان کی

احتیاج نہیں ہے۔

مختصر مجلس کے بعد حضرت نے فرمایا تم میں سے کوئی ظہر کی نماز پڑھائے کسی کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی تو احقر نے آگے بڑھ کر ظہر کی نماز کی امامت کرائی تو اس طرح حضرت مفتی صاحب سے دعا لینے کا موقعہ ملا گھنٹہ ڈیڑھ حضرت کی صحبت میں رہ کر جامعہ واپس آ گئے۔

حضرت مفتی صاحب نے ۱۹۹۷ء میں جنوبی افریقہ میں انتقال فرمایا اور حضرت کا ذوق یہ تھا کہ کوئی چیز اپنی ملکیت میں نہیں رکھتے تھے مرض الوفات میں ارشاد فرمایا کہ میری ملکیت میں کوئی چیز نہیں ہے سوائے ان چند روپوں کے جو میں نے اپنے کفن دفن کے لیے رکھے ہوئے ہیں وفات کے بعد آپ کی تدفین پنڈور فیملی کے قبرستان میں ہوئی۔

حضرت کی وفات کے بعد ۱۹۹۷ء میں بندہ کا جنوبی افریقہ کا سفر ہوا اس وقت ہمارے حضرت والا شیخ العرب والعجم حضرت مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب بھی جنوبی افریقہ میں تھے میں نے اپنے ہم درس اور خاص دوست مولانا حبیب احمد مردانی جو کہ جنوبی افریقہ میں رابطۃ العالم الاسلام کی طرف سے متعین ہیں ان کے ہمراہ حضرت مفتی صاحب کی مرقد مبارک پر حاضری دی اور پھر حضرت کی اس خانقاہ کی زیارت کے لیے جنگل میں گئے واقعی حیرت ہوتی تھی کہ شہر کی آسائش اور سہولیات چھوڑ کر حضرت اس جنگل میں قیام فرماتے تھے ہم جب وہاں پہنچے تو وہاں افریقی لوگوں کی تعلیم وتربیت کا نظم اب بھی قائم تھا ابھی ہم بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان مبلغ تین نوجوان افریقیوں کو لے آیا کہ انہوں نے اسلام قبول کرنا ہے تو مولانا حبیب احمد مردانی اور وہاں کے ناظم صاحب نے کہا کہ آپ انہیں کلمہ پڑھائیں تو بندہ نے جس جگہ مفتی صاحب تشریف فرما ہوتے تھے وہاں بیٹھ کر کلمہ پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔

وفات کے بعد مفتی صاحب کی کرامت

دوستوں نے بتایا جس رات حضرت کو دفن کیا گیا قریبی مرکزی گرجے کا لاٹ پادری وسط رات میں کسی کام سے نکلا تو جب وہ مسلمانوں کے قریبی قبرستان کی سڑک سے گزرا تو اس نے دیکھا کہ ایک قبر میں سے نور نکل کر آسمان کی طرف جارہا ہے اور سفید لباس میں ملبوس اور سر پر سفید پگڑیاں باندھے ہوئے لوگ قبرستان کا پہرہ دے رہے ہیں تو صبح کو اس نے کسی مسلمان سے پوچھا کہ یہاں کون دفن ہوا ہے تو مسلمان نے مفتی صاحب کے بارے میں بتایا یہ منظر اس کی ہدایت کا ذریعہ بنا اور اس نے کلمہ پڑھ لیا۔

خدا رحمت کنند ایں پاک طینیت را

مولوی الیاس پٹیل برطانوی

اس سال ہمارے درجہ میں برطانیہ کے مولوی الیاس پٹیل صاحب داخل ہوئے یہ ہندوستان میں جلال آباد میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بڑے خلیفہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کے مدرسہ میں جلالین شریف تک پڑھ کر آئے تھے ان کا لباس وٹوپی دیکھتے ہی اندازہ ہوگیا کہ جلال آباد سے آئے ہیں خاموش طبع اور شریف النفس تھے شروع ہی سے ان سے دوستی ہوگئی وہ مطالعہ وتکرار بھی میرے ساتھ ہی کرتے تھے ان سے مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کے حالات وواقعات سننے کو ملتے تھے انہوں نے حضرت جلال آبادی کے کشف وکرامات کی عجیب عجیب باتیں سنائیں بہت اچھے دوستوں میں سے تھے فراغت کے بعد برطانیہ کے شہر بلیک برن میں فی سبیل اللہ دین کی خدمت کرتے ہیں اور ساتھ کاروبار کرتے ہیں جب بھی برطانیہ جانا ہوتا ہے تو ان کے ہاں ایک دن قیام کا موقعہ ملتا ہے برطانیہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب واڈی والا خلیفہ اجل حضرت حافظ غلام حبیب صاحبؒ چکوال والے کے بڑے داماد ہیں۔

درجہ سابعہ سہ ماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ سابعہ ششماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ سابعہ سالانہ امتحان کا نتیجہ

دورہ حدیث ۰۵۔۱۴۰۶ھ بمطابق ۸۶۔۱۹۸۵ء

احقر کا جامعہ میں یہ آٹھواں اور آخری سال تھا علمی اور روحانی اعتبار سے یہ سب سے اہم سال ہوتا ہے جس میں چوبیس گھنٹے پیغمبر علیہ السلام کے الفاظ مبارکہ کی صحبت طالب علم کو میسر ہوتی ہے بقول فخر المحدثین حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے حدیث کے طالب علم کو صحابہ کرام کی نسبت حاصل ہوتی ہے اور پھر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

اهل الحديث هم اهل النبي وان لم

يصحبوا نفسه انفاسه صحبوا

دورہ حدیث میں ہم ایک سو ساٹھ شرکاء تھے ان میں درجہ اولٰی کے رفقاء میں سے جو کہ اولٰی میں ۲۷ تھے ان میں دورہ حدیث میں صرف ۱۴ ساتھی پہنچے تھے۔

دورہ حدیث کے اساتذہ

دورہ حدیث میں پانچ اساتذہ سے گیارہ کتابیں پڑھیں۔

(۱) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ سے بخاری شریف مکمل، ترمذی شریف مکمل، اور شمائل ترمذی پڑھی۔

(۲) امام التفسیر حضرت مولانا ادریس صاحب میرٹھیؒ سے مسلم شریف جلد اول ۔سنن نسائی، سنن ابن ماجہ پڑھی۔

(۳) حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحبؒ سے طحاوی شریف اور موطین پڑھی۔

(۴) حضرت مولانا بدیع الزمان صاحبؒ سے ابوداؤد شریف مکمل پڑھی۔

(۵) امام المجاہدین حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب مہتمم جامعہ سے مسلم شریف جلد دوئم پڑھی۔

دورہ حدیث کے اسباق صبح سات بجے سے شروع ہو کر ایک بجے تک اور ظہر سے عصر تک ہوتے تھے پہلا گھنٹہ مسلم جلد دوئم ، دوسرا ترمذی شریف، تیسرا مسلم جلد اول،

چوتھا ابوداؤد شریف، پانچواں بخاری شریف جلد اول اور ظہر کے بعد چھٹا گھنٹہ طحاوی شریف اور ساتواں گھنٹہ بخاری جلد دوئم تو اس طرح مفتی اعظم مفتی ولی حسن صاحبؒ دورہ حدیث میں تین گھنٹے پڑھاتے تھے۔

فقیہہ العصر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کی شخصیت

حضرت مفتی صاحبؒ کا تعلق ہندوستان کے علاقہ ٹونک سے تھا اور آپ کے آباؤ اجداد بڑے بڑے علمی مناسب پر فائز رہے اور آپ کے والد گرامی مولانا انور حسن ٹونکیؒ خود بہت بڑے عالم تھے اور حضرت سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ تھے۔

حضرت مفتی صاحب نے قرآن اپنے والد صاحب سے پڑھا بارہ سال کے تھے کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا پھر چار سال تک اپنے چچا کے ساتھ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں رہے اور تعلیم حاصل کرتے رہے پھر مظاہر العلوم سہارنپور میں علم حاصل کیا اور آخر میں دو سال ازہر الہند دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

سہارنپور میں

ایک مرتبہ احقر سے حضرت نے پوچھا تمہارا تعلق کس علاقے سے ہے تو میں نے عرض کیا بہاول نگر سے تو فرمایا کہ وہاں کے ایک مولانا غلام احمد خان صاحب ہوتے تھے جو مظاہر العلوم میں میرے داخلے کے وقت ناظم کتب خانہ تھے تم انہیں جانتے ہو میں نے عرض کیا وہ میرے خالو تھے ۱۹۸۲ء میں انتقال فرما چکے ہیں فرمایا کہ وہ بہت سخت طبیعت کے تھے کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے میں نواب ٹانک کی سفارش پر مظاہر العلوم میں داخل ہوا تھا اور مجھے اپنے آباؤ اجداد کا بھی کچھ ناز تھا انہوں نے مجھے داخلہ کے وقت

کتب خانہ سے پرانی کتابیں جاری کردیں تو میں نے واپس کردیں اور کہا کہ مجھے نئی کتابیں چاہیے تو مجھ سے پوچھا کہاں سے آیا ہے؟ میں نے کہا کہ ٹونک سے تو فرمایا یہاں نوابی نہیں چلے گی تمہاری باری میں جو کتابیں حصے میں آئی ہیں وہی لینی ہونگی میں نے مہتمم صاحب کی سفارش بھی کرائی لیکن پھر بھی نہ مانے اس وقت سے وہ مجھے یاد ہیں

پاکستان آمد

پچاس کی دہائی میں آپ ہجرت کر کے ٹونک سے کراچی تشریف لائے ایک مرتبہ احقر سے فرمایا کہ میں جب نیا نیا کراچی آیا تو بہت پریشانی تھی بڑی تگ ودو کے بعد ایک جگہ پر بچوں کو قاعدہ پڑھانے کی ٹیوشن ملی جب میں پہلے دن پڑھانے گیا تو ان کی ماں بھی اوٹ سے سن رہی تھی جب میں پڑھا چکا تو اس نے کہا مولوی صاحب تمہیں بچّے کروانے نہیں آتے کل سے مت آنا مجھے بہت دکھ ہوا خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ اگلے دن ہی مفتی شفیع صاحبؒ نے مجھے تلاش کروایا اور پھر چند دن بعد دارالعلوم نانک واڑا میں مختصر المعانی جیسے اسباق پڑھا رہا تھا۔

جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں

۱۹۵۶ء میں غالباً حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ آپ کو جامعہ میں لے آئے اور دارالافتاء کا ذمہ دار بنایا اور آپ کو فقیہہ العصر کا خطاب دیا اور ہدایہ آخرین کے اسباق آپ کے پاس ہوتے تھے تخصص فی الفقہ کرنے والے طلباء کو بھی ان اسباق کے پڑھنے کا پابند کیا جاتا تھا۔

بخاری شریف کی تدریس

۱۹۷۷ء میں حضرت بنوریؒ کی وفات کے بعد شیخ الحدیث کے منصب کے لیے بہت سوچ وبچار کی گئی اس کی تفصیل احقر کو حضرت والد صاحبؒ کے دوست اور حضرت بنوریؒ کے ماموں حضرت مولانا حبیب اللہ بنوریؒ شیخ الحدیث جامعہ صادقیہ بہاول پور

نے بتائی انہوں نے فرمایا کہ جامعہ اسلامیہ میں شیخ الحدیث کے منصب کے لیے اجلاس ہوا جس میں میں بھی شریک تھا اس میں بہت سی آراء آئیں بعض نے کہا ایسا آدمی ہو جو فصیح اللسان ہو بعض نے کہا کہ اس میں خطیبانہ رنگ ہونا چاہیے وغیرہ وغیرہ تو میں نے عرض کیا کہ یہ منصب صرف علمی نہیں ہے بلکہ روحانی بھی ہے لہذا اس منصب پر ایسا شخص ہونا چاہیے کہ جس کا علم بھی قابل اعتماد ہو اور روحانیت بھی قابل اعتبار ہو ایک مرتبہ میں جامعہ میں آیا تو حضرت بنوریؒ نے فرمایا میں آج تمہیں اپنے جامعہ کا ولی دکھاتا ہوں اور مجھے دارالافتاء میں لے گئے جہاں ایک شخص قراقلی ٹوپی پہنے ہوئے فتاویٰ کا جواب لکھ رہا تھا ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ میرے مدرسے کے ولی ہیں اور ان کا نام بھی ولی حسن ہے تو میری رائے سے سب نے اتفاق کیا اور حضرت مفتی ولی حسنؒ کو شیخ الحدیث مقرر کر دیا۔

لیکن آپ پر اس منصب کا اس قدر رحجاب تھا کہ دس بارہ دن تک سبق نہیں پڑھایا یہاں تک کہ حضرت بنوریؒ خواب میں آئے اور حکماً فرمایا کہ بخاری کا سبق شروع کرو تب جا کر بخاری کا سبق شروع فرمایا حضرت مفتی صاحب صبح کے آخری گھنٹے میں بخاری شریف پڑھاتے تھے ڈیڑھ سے دو گھنٹے تک سبق ہوتا تھا اتنے طویل درس کے باوجود طلباء کو کوئی اکتاہٹ یا تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی تھی اور حضرت بھی سلاست اور روانی سے سبق پڑھاتے تھے اور احادیث مبارکہ کی تہہ میں چھپے ہوئے علمی، روحانی اور فقہی نکات اور موتی طلباء کے سامنے اس طرح بکھیرتے چلے جاتے کہ اعلیٰ استعداد رکھنے والا طالب علم اور ادنی استعداد رکھنے والے طلباء اپنے اپنے ظرف کے مطابق آسانی سے فائدہ اٹھا لیتے تھے خصوصاً معارض اور مختلف فیہ احادیث کو بڑی آسانی سے تطبیق دے دیتے تھے اور ایسی توجیہہ فرماتے تھے کہ سارے اشکال حل ہو جاتے تھے دوران درس بڑی ظریفانہ باتیں بھی فرماتے جس سے درسگاہ کشت وزعفران بن جاتی تمام طلباء پر نظر رکھتے اگر کوئی سو جاتا تو فوراً اس کو متنبہ فرماتے اور حضرت کا تکیہ کلام تھا ''سن

دوست، سن دوست'' سال کے آخری دو مہینوں میں مغرب کے بعد بھی سبق ہوتا تھا۔

احقر کا اعزاز

احقر درس گاہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کے دائیں طرف بیٹھتا تھا مائیک لگانا اور کتاب کھول کر دینے کی ذمہ داری بندہ پر تھی جس سال حضرت نے ہمیں بخاری شریف پڑھائی اس سال بے خوابی کے مرض کا حملہ ہوا جس کی وجہ سے حافظے پر اثر تھا لہٰذا ائمہ کے اقوال میں کبھی خلط ہو جاتا تھا تو حضرت نے کتب خانہ سے لامع الدراری جو کہ حضرت گنگوہیؒ کی بخاری پر تقریر ہے اور حاشیہ حضرت مولانا شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا لکھا ہوا ہے اس کا ایک نسخہ بندہ کے لیے جاری کروایا اور مجھے پابند کیا کہ آئندہ کا سبق لامع الدراری سے مطالعہ کر کے آؤں حضرت مفتی صاحب نے اگرچہ تمام شروحات بخاری کا باریک بینی سے مطالعہ کیا ہوا تھا لیکن آخری عمر میں لامع الدراری ہی مطالعہ فرماتے تھے اگر دوران درس کسی قول میں اشتباہ ہو جاتا تو بلا تکلف بندہ کو مخاطب کر کے پوچھتے کس کا قول ہے؟ تو بندہ عرض کر دیتا اس طرح حضرت استاد کی برکت سے لامع الدراری طالب علمی میں مطالعہ کی

ایک مرتبہ حضرت نے کسی ترجمۃ الباب پر بڑی تفصیلی گفتگو فرمائی جو اہم اور بہت مغلق اور مشکل بحث تھی طلباء نے درخواست کی کہ دوبارہ پڑھا دیں تو حضرت مفتی صاحبؒ نے مائیک میرے سامنے کر دیا اور فرمایا تم پڑھا دو میں نے وہ بحث آدھے گھنٹے میں پڑھا دی اور اس روز کافی مہمان علماء بھی آئے ہوئے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کا خواب

بندہ کی فراغت کے بعد اگلے سال حضرت مفتی صاحب نے دورہ حدیث کے طلباء کو خواب سنایا جو ایک طالب علم نے خط کے ذریعہ بہاول نگر بھیجا حضرت مفتی صاحب نے فرمایا آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ امام بخاری یہاں دارالحدیث میں بخاری شریف پڑھا رہے ہیں اور میرے سمیت بہت سے اکابر مجمعے میں موجود ہیں

اورامام بخاری کے دائیں طرف ایک طالب علم جس کا نام جلیل احمد تھا وہ بیٹھا ہے امام بخاری کو جب کسی جگہ پر اشکال ہوتا ہے تو اس سے پوچھتے ہیں۔

احقر اس خواب کی بابت عرض کرتا ہے کہ میرے لیے اس میں بڑی سعادت اور خوش خبری ہے لیکن اس میں دراصل مفتی صاحب کے مقام کو بیان فرمایا گیا ہے کہ مفتی صاحب اپنے زمانے کے امام بخاری تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت کے زمانے میں کراچی میں دو چار جگہ کے علاوہ دورہ حدیث نہیں ہوتا تھا اور کسی کو بخاری شریف پڑھانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی اور حضرت کی وفات کے بعد ہر جگہ بخاری شریف شروع ہوگئی۔

درس میں مجذوب کی آمد

حضرت مفتی صاحب کے درس بخاری میں حضرت مدنیؒ کے ایک شاگرد جو کہ مجذوب تھے کبھی کبھی آجایا کرتے تھے ان کی آمد پر حضرت مفتی صاحب سبق فوراً روک دیتے وہ حضرت مدنی کی آواز میں تقریر سناتے تھے اس پر حضرت بہت ہنستے وہ دیوان متنبّی کا یہ شعر اکثر پڑھتے تھے ؎

عذل العوازل حول قلبی التائہ
وھوی الاحبة منہ فی سودآئہ

اور پھر مفتی صاحب سے پیسے مانگتے اگر حضرت کے پاس ہوتے تو دے دیتے ورنہ طالب علم ان کو کچھ دیدیتے پھر وہ جاتے ہوئے گیٹ کے پاس جو طالب علم ملتا وہ سارے پیسے اس کو دیدیتے پورے سال ان کے آنے کا یہ معمول رہا۔

ضبط تقریر بخاری

حضرت مفتی صاحب کی تقریر بخاری بہت سے طلباء ضبط کرتے تھے اس سال مدینہ یونیورسٹی کے دو طالب علم ایک امریکی نژاد شیخ محمد ہاشم سلمہ جو صرف انگریزی اور عربی سمجھتے تھے دوسرے شیخ بلال کلام سلمہ جو مفتی عبداللہ کلام مرحوم کے بھائی تھے شامل درس تھے ان کی ایماء پر بندہ حضرت مفتی صاحب کی تقریر بخاری عربی میں ضبط کرتا تھا

جس کے بعض اجزاء اب بھی موجود ہیں یہ حضرات اس سے استفادہ کرتے تھے آجکل یہ دونوں حضرات کراچی تبلیغی جماعت کے اکابرین اور عربی مدارس (جس میں عربی میں طریقہ تدریس ہے) کی اہم شخصیات ہیں بخاری شریف کی عبارت عام طور پر مولانا محمد عثمان صاحب پڑھا کرتے تھے جو کراچی کے تبلیغی جماعت کے اہم رکن بھائی کبیر صاحب کے چھوٹے بیٹے تھے اور آجکل مدینہ شریف میں تبلیغی جماعت والوں کے مدرسہ کے ذمہ دار اور شیخ الحدیث ہیں کبھی کبھی عبارت پڑھنے کی سعادت بندہ بھی حاصل کر لیتا تھا۔

درس ترمذی

ترمذی شریف کا سبق حضرت مفتی صاحب پہلے گھنٹے میں پڑھاتے تھے پہلا گھنٹہ جامعہ کے شروع ہونے کے اعتبار سے ہوتا تھا ورنہ فجر کے فوراً بعد مسلم شریف جلد اول کا سبق ہوتا تھا ترمذی شریف بھی حضرت مفتی صاحب بڑی تفصیل سے پڑھاتے تھے اور حضرت بنوریؒ نے اس کے لیے آپ کو خاص تربیت دی تھی اور حضرت بنوریؒ نے ترمذی کے سبق میں آپ کو سماعت پابند کیا تھا اور حضرت بنوریؒ نے آپ سے فرمایا تھا کہ میں نے معارف السنن آپ کے لیے لکھی ہے اس لیے ترمذی شریف کا سبق حضرت بنوریؒ کی زندگی میں شروع فرما دیا تھا۔

سال کے شروع ہی میں دورہ حدیث کے طلباء کو معارف السنن جو حضرت بنوریؒ کی ترمذی شریف پر مایہ ناز شرح ہے اور اس کی چھ جلدیں ہیں ہدیۃً دی جاتی تھیں یہ کتاب الحج تک چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور بدقسمتی سے مکمل نہ ہوسکی اگر مکمل ہوجاتی تو ترمذی شریف پر کسی شرح کی ضرورت نہ رہتی۔

بندہ نے یہ شرح حضرت مفتی صاحب کی زیرِنگرانی دورہ حدیث کے سال دو مرتبہ بالاستیعاب مطالعہ کی اور حضرت بنوریؒ اور حضرت مفتی صاحبؒ کی برکت سے بہت آسان ہوگئی۔

یہ حضرت مفتی صاحبؒ کی نظر عنایت تربیت اور توجہ کا اثر ہے کہ احقر فراغت کے بعد سے ترمذی شریف اور حضرت والد صاحبؒ کی رحلت کے بعد سے بخاری شریف پڑھا رہا ہے۔

شانِ فقاہت

حضرت مفتی صاحب فقیہہ النفس تھے اس لیے علماء اور عوام الناس نے آپ کو مفتی اعظم پاکستان کا لقب دیا تھا سب سے پہلے یہ لقب پاکستان بننے کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو ملا۔

حضرت مفتی صاحب فقہ کے اصول وکلیات کے ماہر تو تھے ہی لیکن حضرت کا اصل کمال جزئیات کی مہارت تھا دنیا بھر کے مفتی حضرات جزئیات کے دلائل کے لئے حضرت مفتی صاحب سے رجوع کرتے تھے اور حضرت بلاتکلف حوالہ بتادیتے تھے اور حضرت نے خود ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے پوری عالمگیری اس طرح مطالعہ کی کہ مجھے حفظ ہوگئی۔

متعدد بارہم نے دیکھا کہ حضرت مفتی تقی صاحب مدظلہ ،حضرت مفتی رفیع صاحب مدظلہ،حضرت مفتی رشیداحمد صاحبؒ ،حضرت مفتی وجیہ الدین صاحبؒ اور دیگر بہت مفتیان اہم مسائل کی مشاورت کے لیے جامعہ دارالافتاء میں آپ کے پاس تشریف لاتے تھے اور کئی کئی گھنٹے تک بحث مباحثہ ہوتا رہتا تھا۔

شانِ فنائیت اور جذب

حضرت مفتی صاحب پر فنائیت کا اس قدر غلبہ تھا کہ عام آدمی ان کو دیکھ کر ذرا بھی اندازہ نہیں کرسکتا تھا کہ آپ مفتی اعظم اور شیخ الحدیث ہیں بلکہ اپنی کم مائیگی اور بے شانی کے لیے ایسے ایسے لفظ استعمال کرجاتے کہ آدمی ورطہ حیرت میں پڑ جاتا جذب کی شان ایسی تھی کہ کسی ہوٹل پر بیٹھ کر چائے پی رہے ہیں اور اخبار مطالعہ کررہے ہیں جب تک مطلع نہ کیا جاتا تو آپ کو وقت کا پتہ نہ چلتا آپ کی چال ڈھال،لباس اور اٹھنے بیٹھنے میں

بے نفسی صاف نظر آتی تھی۔

ایک مرتبہ جمعہ کی نماز سے پہلے جمعہ کے انتظار میں دارالافتاء میں تشریف فرما تھے ایک گدا گر آیا اور کہا کہ مجھے اپنی قمیص دیدو تو حضرت نے قمیص اتار کر دیدی چونکہ حضرت بنیان استعمال نہیں کرتے تھے جسم ننگا ہو گیا تو رومال لپیٹ کر بیٹھ گئے ادھر جمعہ کا وقت قریب ہو رہا تھا تو ایک طالب علم کو آواز دی اور اسے جلدی گھر بھیجا کہ وہاں سے قمیص لے آؤ وہ دوڑ کر گیا اور قمیص لے آیا۔

جب تک حضرت کی والدہ حیات تھیں تو ساری تنخواہ ان کو دے دیتے اور روزانہ ان سے پان کا خرچ لے لیتے اس لیے حضرت کے پاس جیب میں پیسے وغیرہ نہیں ہوتے تھے اور والدہ کی وفات کے بعد پھر شاید یہ معمول اہلیہ کے ساتھ بھی تھا۔

احقر دوران سال حضرت کی معیت اور صحبت کی وجہ سے دل میں اس قدر رفناء کی کیفیات محسوس کرتا تھا کہ طلباء کی جوتیوں کو بھی اپنے سے اچھا سمجھتا تھا اور پورے سال ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم کی بے اکرامی نہیں ہوئی اور پھر جونہی بخاری شریف کا سبق ختم ہوا اور امتحان کی تیاری میں لگے تو دل نے صاف تغیر محسوس کیا کسی نے کیا خوب کیا ہے ؎

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیے لاکھوں
اس دل میں یااللہ کیا آگ لگی ہو گی

بیعت وارشاد

حضرت مفتی صاحب کا پہلے بیعت کا تعلق ھالے جی شریف سندھ کے بزرگوں کے ساتھ تھا اس کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ سے رجوع فرمایا تھا اور حضرت شیخ الحدیث نے ـــــہ ء جنوبی افریقہ کے شہر اسٹینگر کی جامع مسجد میں رمضان المبارک میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ آسانی سے کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے آپ سے زیادہ تر وہ طلبا ہی بیعت تھے جن کی سفارش بندہ نے کی تھی حضرت مولانا کے متوسلین میں رئیس المجاہدین مولانا

مسعود اظہر سلمہ اور ہمارے رفیق درس مفتی تنویر صاحب سلمہ سرفہرست ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے بدھ والے دن عصر کے بعد اپنے گھر پر مجلس وعظ وارشاد بھی شروع فرمائی تھی جس میں تشنگان شراب محبت الٰہیہ حاضر ہوکر اپنی پیاس بجھاتے تھے اور بگڑے تگڑے قلوب راہ مولا میں تکڑے ہوجاتے تھے یہ سلسلہ آپ پر فالج حملہ تک رہا۔

ورع اور احتیاط

حضرت مفتی صاحب مسائل میں بہت زیادہ محتاط تھے ہر کام میں ورع اور تقویٰ کو اختیار کرتے تھے احقر حضرت کے ساتھ بہت سے ختمات مشکوۃ، علمی وروحانی اجتماعات اور نجی محافل میں حاضر ہوا تو حضرت نے جہاں بیان فرمایا وہاں سے پانی بھی نہیں پیا حالانکہ وہ کھانے پینے اور بہت سی دوسری چیزوں کے لیے اصرار کرتے تھے لیکن حضرت عذر کرکے نکل آتے اگر چائے وغیرہ کا زیادہ تقاضا ہوتا تو کسی شاگرد کی مسجد میں چلے جاتے اور وہاں سے چائے پیتے بندہ نے ایک دفعہ پوچھا حضرت آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی ’’ان اجری الا علی اللہ‘‘ اور فرمایا کہ انبیاء علیہ السلام کی یہی سنت ہے۔

اگر حضرت کو کسی جگہ کھانے کی دعوت دی جاتی اور ہم خدام ساتھ ہوتے تو فرما دیتے میں اکیلا مدعو ہوں آپ لوگوں کی دعوت نہیں ہے اس لیے اپنے کھانے کا خود بندوبست کر لینا ایک مرتبہ جامعہ کی شاخ گلشن عمر میں حضرت مفتی صاحب کی دعوت تھی مہتمم جامعہ مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ اور بھی اساتذہ مدعو تھے میں اور مفتی تنویر احمد حضرت مفتی صاحب کو لے کر بخاری شریف کے درس کے بعد سہراب گوٹھ گلشن عمر پہنچے حضرت نے ہمیں پہلے فرما دیا تھا کہ مجھے گیٹ پر چھوڑ کر تم چلے جانا اور ایک گھنٹہ بعد لے لینا ہم جوں ہی حضرت کو مدرسہ کے گیٹ پر اتار کر گاڑی موڑنے لگے تو میز بانوں میں سے کسی نے دیکھ لیا کہ خدام واپس جا رہے ہیں تو وہ دوڑا ہوا ہمارے پاس آیا اور ہمیں کہا کہ آپ

لوگ بھی کھانے میں شرکت کریں ہم نے عذر کیا جب ان کا اصرار بڑھا تو ہم نے کہا کہ حضرت مفتی صاحب نے منع کیا ہے ہم ہرگز نہیں جائیں گے اس نے کہا کہ آپ لوگ ذرا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں اس نے اندر جا کر اطلاع دی حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب مہتمم جامعہ پہلے سے تشریف فرما تھے ان کے علم میں بات آئی تو انہوں نے پہلے حضرت مفتی صاحب سے اجازت لی اور پھر خود باہر تشریف لائے اور ہمیں آواز دی میں فوراً گاڑی سے اتر کر حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا آپ لوگ اندر آجاؤ اب مفتی صاحب نے اجازت دیدی ہے تو ہم گاڑی کھڑی کر کے دعوت میں شریک ہوئے اس طرح لوگ بڑی بڑی رقوم آپ کی خدمت میں حاضر کرتے جو لاکھ لاکھ اور پچاس پچاس ہزار تک ہوتی تو فوراً اسے جامعہ میں یا ختم نبوت کے دفتر میں جمع کروا دیتے۔

کلمہ حق

حضرت مفتی صاحب کی شخصیت خالصتاً علمی اور روحانی تھی اور حضرت کی مشغولیت بھی شب و روز انہیں کاموں میں تھی لیکن آپ کی جرأت اور بے باکی اور اظہار حق میں شجاعت کا پتہ اس وقت لگا جب ۱۹۸۳ء میں شریعت کورٹ اسلام آباد فل بنچ نے ایک فتویٰ جاری کیا جس کے تحت تمام سرکاری جگہوں پر تعمیر شدہ مساجد جو حکومت کی اجازت کے بغیر تعمیر ہوئیں تھیں ان کو گرانے کا جواز اور حکم تھا یہ حکم نامہ اخبار میں آیا اور اس کا نوٹیفیکیشن بھی جاری ہوا اس فتویٰ کے زد میں پورے ملک میں اور خاص طور پر کراچی کی ہزاروں مسجدیں آتی تھیں۔

اس کے خلاف حضرت مفتی صاحب نے فتویٰ جاری کیا جو بینات کے ایڈیٹر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھیؒ نے بینات میں شائع کیا اور مفتی جمیل خان صاحبؒ نے روزنامہ جنگ میں شائع کرادیا جس پر شریعت کورٹ نے توہین عدالت کا مقدمہ ان سب حضرات پر درج کردیا جس کی پہلی پیشی ۱۹۸۴ء کو کراچی میں

پڑی جس میں عدالت نے مفتی صاحب سے معافی مانگنے کا کہا جس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا میں دیوبند کا فرزند ہوں ہم لوگ انگریز اور انگریزی طرز کی عدالتوں سے معافی مانگنا اپنی توہین سمجھتے ہیں اس پر جج صاحبان بہت غصے ہوئے اور اگلی پیشی اسلام آباد ڈالی دی گئی چنانچہ ۲۵اپریل ۱۹۸۴ء کو حضرت مفتی صاحب مع علماء، طلباء اورعوام الناس کے جم غفیر کے ساتھ شریعت کورٹ اسلام آباد میں تشریف لے گئے اور بہت ہی مؤثر اور مدلل تقریر فرمائی جس پر عدالت نے توہین عدالت کا مقدمہ ختم کردیا اور حکمنامہ بھی واپس لے لیا اسی دن رات کو بذریعہ جہاز کراچی پہنچے تو آپ کا بڑا شاندار استقبال کیا گیا جامعہ میں مقدمہ کی کارگزاری سناتے ہوئے حضرت نے فرمایا میں نے یہ تین آیات عدالت میں تلاوت کی تھیں

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ.

ترجمہ۔اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔(سورۃ مائدہ آیت ۴۴)

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلَـٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ.

ترجمہ۔اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل ستم ڈھا رہے ہیں۔(سورۃ مائدہ آیت ۴۵)

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

ترجمہ۔اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں۔(سورۃ مائدہ آیت ۴۷)

ان آیات کی روشنی میں ایسی عدالتوں کو شریعت کی روشنی میں نااہل قرار دیا تھا۔

درس قرآن

حضرت مفتی صاحب نے جامعہ اسلامیہ کی نیوٹاؤن مسجد میں قرآن مجید کا درس بھی

فجر کے بعد شروع کیا تھا جو تقریباً اڑھائی ماہ چلتا رہا تقریباً سورۃ بقرہ مکمل ہوئی تھی حضرت کا درس قرآن حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دھلویؒ کے طرز پر نکات اور حکمتوں سے بھرپور ہوتا تھا اور تقریباً ہر پہلو سے آیات مبارکہ پر بحث فرماتے تھے احقر نے وہ ضبط بھی کیا تھا جو اپنی غفلت سے ضائع ہو گیا۔

مشکوٰۃ کے سال جامعہ میں مجلس ذکر

جامعہ میں حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے تین خلفاء حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ، حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ شہید اور حضرت مولانا یحییٰ مدنی دامت برکاتہم نے باہمی مشورہ سے جمعہ کے دن عصر کے بعد دارالحدیث میں مجلس ذکر شروع کرائی تھی بندہ پابندی سے اس میں حاضر ہوا کرتا تھا مولانا یحییٰ مدنی صاحب دامت برکاتہم پہلے آپ بیتی سے کچھ پڑھ کر سناتے تھے اور پھر سب حضرات اپنا اپنا ذکر کرتے تھے اور مغرب سے پہلے دعا ہو جاتی تھی۔

حضرت مفتی صاحب کی خدمت کی سعادت

احقر ۱۹۷۸ء میں جب جامعہ کی پرنور فضاؤں میں داخل ہوا تو طلباء کی زبانوں پر جامعہ کی جن عظیم المرتبت شخصیات کا تذکرہ کثرت سے سنا ان میں سرفہرست سیدی مخدومی حضرت مفتی ولی حسن صاحبؒ کی ذات اقدس تھی گویا کہ درجہ اولیٰ ہی سے قلب و جان میں آپ کی محبت سمائی تھی حضرت کو جامعہ میں آتے جاتے دیکھتے کبھی مصافحہ بھی کرتے کبھی دارالحدیث کے قریب کان لگا کر آپ کی تقریر بھی سنتے لیکن جب یہ دیکھتے کہ آپ کے قرب اور استفادہ میں کئی سال حائل ہیں تو اندر ہی اندر تڑپ کر رہ جاتے اور یہ تمنا ہوتی کہ کسی طرح یہ فاصلے سمٹ جائیں۔

پھر الحمدللہ اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے وہ دن بھی آیا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں دورہ حدیث میں حاضر تھے۔

احقر نے حضرت کی خدمت کو اپنے لیے لازم کر لیا تھا اور حضرت نے بھی اپنی

شفقت خاص سے اس ناکارہ کو خدمت کے لیے قبول فرمالیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کا وہ قرب نصیب کیا کہ بندہ کا وجود حضرت مفتی صاحب کی موجودگی کی علامت بن گیا لوگ مجھے دیکھتے ہی پوچھتے حضرت مفتی صاحب آئے ہوئے ہیں پورے سال حضرت کی جوتی جب حضرت کہیں تشریف فرما ہوتے یا مسجد میں تشریف لے جاتے تو بندہ کے رومال میں ہوتی تھی اور حضرت کہیں بھی تشریف لے جاتے حضرت کی گاڑی (کیری ڈبہ) جوان کے بیٹوں نے لیکر دی تھی اس کی ڈرائیونگ بندہ کے شریک درس، گہرے دوست اور حضرت کے متوسل مفتی تنویر احمد صاحب سلمہ کرتے حضرت فرنٹ سیٹ پر تشریف فرما ہوتے اور بندہ پچھلی سیٹ پر ہوتا اندرون کراچی کا شاید ہی کوئی سفر ہوگا جس میں ہم دونوں ساتھ نہ ہوں اپنا آرام اور راحت حضرت کی خدمت کے لیے تج دیا تھا۔

حضرت کے گھریلو کام کاج بھی بندہ کے سپرد ہوتے تھے مختلف اشیاء لانے کے لیے اکثر حضرت کے گھر جایا کرتا تھا متعدد بار کدو کا تیل نکلوانے کے لیے ایمپریس مارکیٹ اور جونا مارکیٹ جانا ہوتا جہاں کولھوں میں بیل کی جگہ آدمی جوتے جاتے تھے اور حضرت کی مالش کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی باقی جسم وغیرہ دبانے کی خدمت حضرت کسی سے نہیں لیتے تھے۔

نئے گھر پر جنات کا قبضہ

حضرت کی رہائش جامعہ کے قریب ایک فلیٹ میں تھی پھر حضرتؒ کے صاحبزادگان نے جن میں تین ڈاکٹر ہیں پٹیل پاڑہ میں کوٹھی نما دو منزلہ مکان تعمیر کیا تعمیر کے بعد کچھ عرصہ خالی پڑا رہا جس پر جنات نے قبضہ کرلیا اور وہاں پر کام کرنے والے مستری مزدوروں کو آخر میں بہت پریشانی ہوئی اس سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب لالوکھیت میں ایک عامل کے پاس تشریف لے گئے جو حضرت کے دیرینہ دوست تھے احقر بھی ساتھ تھا تو حضرت مفتی صاحب نے اس سے اس بات کا ذکر کیا تو اس نے

اگلے دن آ کر گھر کا جائزہ لینے کا وعدہ کیا حضرت مفتی صاحب نے مجھے اور مفتی تنویر صاحب کو ان کے تعاون کے لیے پابند کیا اگلے دن میں اور مفتی تنویر صاحب انہیں لالو کھیت سے مکان پر لے آئے بندہ نے عامل صاحب سے مل کر ہر ہر کمرے کا جائزہ لیا اور انہوں نے یہ انکشاف کیا کہ جنات کا بہت اثر ہے اور ااس کے لیے ان کو ہر کمرے میں تعویز جلانے ہونگے ہم انہیں واپس پہنچانے آئے تو انہوں نے وہ تعویز ہمارے حوالے کر دیے اور ہم نے جامعہ میں لا کر حضرت کو ساری صورت حال بتائی اور تعویز پیش کیے تو آپ نے فرمایا جلیل یہ کام تم کرو گے چنانچہ بندہ رات کو دس بجے کچھ طلباء کو ساتھ لیکر جاتا تھا اور انہیں مکان سے باہر کھڑا کر دیتا تھا اور خود مکان میں چلا جاتا تھا جس میں سخت اندھیرا ہوتا تھا چونکہ ابھی بجلی کا کنکشن چالو نہیں ہوا تھا اور ساتھیوں سے کہہ جاتا تھا اگر چیخ کی آواز آئے تو اندر آجانا ورنہ باہر رہنا اس طرح سات دن تک سات کمروں میں تعویز جلائے اور پھر عامل نے آ کر دوبارہ جائزہ لیا اور مفتی صاحب کو بتایا کہ اب مکان بالکل صحیح ہے۔

نئے مکان میں منتقلی

جب نیا مکان مکمل تیار ہوگیا تو حضرت نے مجھے حکم فرمایا کہ چند ساتھیوں کو ساتھ لے کر سامان فلیٹ سے مکان میں منتقل کرو تو میں بیس پچیس تگڑے تگڑے ساتھے لے کر فلیٹ پر پہنچا اور سارا سامان ایک رات میں نئے مکان میں منتقل کر دیا اور جیسے اماں جان (استانی صاحبہ) کی ہدایت تھی ویسے کمروں میں سامان آراستہ کر دیا اور تہہ خانے میں حضرت مفتی صاحب کا کتب خانہ جوڑ دیا۔

پرانے مکان میں وظیفہ

جب فلیٹ خالی ہوگیا تو حضرت نے اس کو فروختگی کے لیے رکھا لیکن وہ بک نہیں رہا تھا تو حضرت مفتی صاحب نے دوبارہ مجھے اس عامل کے پاس بھیجا تو اس نے کہا اس فلیٹ میں اکتالیس ہزار مرتبہ بسم اللہ کا ختم کروایا جائے تو یہ ڈیوٹی بھی حضرت نے میری

لگائی تو میں ساتھیوں کو لے کر فلیٹ پر حاضر ہوا اور ہم نے وظیفہ ختم کیا جس کے چند دن بعد فلیٹ بہترین قیمت کے ساتھ فروخت ہوگیا تو حضرت مفتی صاحب بہت خوش ہوئے اور بطور خاص دورہ حدیث میں اس کا ذکر فرمایا۔

اماں جان (اہلیہ مفتی صاحب) کی طرف سے دعوت

چند دن بعد حضرت مفتی صاحب نے بخاری کے گھنٹہ میں سبق شروع ہونے سے پہلے مجھے فرمایا کہ سجاد کی اماں نے کہا ہے کہ جن طلباء نے سامان وغیرہ منتقل کیا ہے ان سب کی گھر پر دعوت ہے چنانچہ میں پچیس تیس ساتھیوں کو لے کر عشاء کے بعد حضرت کے نئے مکان پر حاضر ہوگیا اور حضرت مفتی صاحب کی موجودگی میں حضرت کے زیر سایہ بابرکت دعوت نوش کی۔الحمدللّٰہ الذی بنعمۃ تتم الصالحات

ایام فتوحات

احقر نے اپنے شیخ اور مربی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم سے بالکل آغاز سلوک میں دو اہم باتیں سیکھیں تھیں ایک یہ کہ بزرگوں کے ایام فتوحات نہ دیکھو ایام مجاہدہ دیکھو اور اس کی اتباع کرو اور دوسرا کبھی اللہ والوں سے بدگمانی نہ کرو۔

حضرت مفتی صاحب نے جب نیا مکان بنایا تو ایک دن ہمیں حکم فرمایا کہ کہیں چلنا ہے ہم جامعہ سے عصر کے بعد نکلے حضرت ہمیں لالوکھیت کے گنجان علاقے میں لے گئے اور ایک چھوٹی سی گلی کے اندر گاڑی لے جانے کے لیے فرمایا اور ایک خستہ سے مکان کے سامنے گاڑی رکوائی حضرت کے پاس چابی تھی تالا کھول کر ہم اندر گئے تو وہ چھوٹا سا مکان تھا جس کی چھتیں ٹین کی تھیں اور چھت اتنی نیچی تھی کہ کھڑے ہوتو چھت کو ہاتھ لگتا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ اس مکان میں میں نے بیس سال سے زائد عرصہ بسر کیا ہے اور ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں میں نے پوری عالمگیری مطالعہ کی ہے فرمایا میں یہاں سے پیدل نیوٹاؤن جاتا تھا جو تقریباً ۲ کلومیٹر فاصلہ بنتا ہے پھر ہم وہاں سے واپس آ گئے۔

میں نے مفتی تنویر صاحب سے کہا کہ حضرت مفتی صاحب نے ہم خادموں کو بدگمانی سے بچانے کے لیے یہ کیا ہے کہ کہیں ایام فتوحات پر نظر نہ رہے بلکہ ایام مجاہدہ بھی دیکھ لیں۔

بہاول پور میں علاج کے سلسلے میں مفتی صاحب کی آمد

حضرت مفتی صاحب ہر سال مدرسہ عربیہ رائیونڈ کے امتحان کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ حضرت کو بے خوابی کی بیماری لاحق ہوگئی تھی رائیونڈ کے کسی بزرگ نے بہاولپور کے حکیم دہلوی صاحب کا بتایا جن کا مطب اور رہائش بہاولپور کے میڈیکل کالج کے سامنے تھی بندہ کی فراغت کے اگلے سال حضرت مفتی صاحب شروع سال میں بہاولپور حکیم صاحب کے پاس علاج کے سلسلے میں تشریف لائے اور کراچی سے بندہ کو حکم فرمایا کہ بہاولپور خدمت کے لیے حاضر ہوجاؤں چنانچہ میں بہاولپور پہنچ گیا دس دن حضرت کی خدمت میں رہا میں اکیلا ہی خدمت گزار تھا رات کو مجھے حضرت ہی کے کمرے میں سونا ہوتا تھا کیونکہ حضرت اکیلے نہیں سوتے تھے دن میں پنجاب بھر کے علماء، صلحاء اور عوام الناس آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہتے تھے استراحت کے اوقات میں میں قطعاً نہیں ملنے دیتا تھا جس پر بعض نے میری شکایت بھی کی کہ چوکیدار سخت ہے اس پر حضرت نے کچھ نہیں فرمایا بلکہ خوش ہوئے۔

عشاء کے بعد بعض میڈیکل کالج کے طالب علم آجاتے تھے دوا کی وجہ سے حضرت جلدی سو جاتے تھے تو میں ان طلباء کے ساتھ گھوم پھر بھی آتا تھا۔

حکیم صاحب کھانے میں دیسی گھی اور زعفران استعمال کرتے تھے اور آٹا بھی پانی کی بجائے دیسی گھی میں گوندھتے تھے تو حضرت تھوڑا سا تناول فرماتے اور باقی مجھے دے دیتے لیکن وہ اتنی قوی غذا تھی کہ میرا خود پیٹ چل پڑا بہرحال دس دن قیام فرما کر آپ کراچی تشریف لے گئے اور بندہ واپس بہاول نگر آ گیا۔

حزب البحر اور تعویزات کی اجازت

حضرت مفتی صاحب کا مغرب کے بعد حزب البحر پڑھنے کا معمول تھا اکثر جامعہ کی مسجد میں حضرت مغرب کی سنت اور نوافل کے بعد حزب البحر پڑھتے تھے اور بندہ حضرت کی جوتی لے کر پیچھے بیٹھا رہتا تھا کبھی جلدی اور کبھی دیر سے فارغ ہوتے تھے حضرت مفتی صاحب نے بندہ کو بھی حزب البحر کی اجازت مرحمت فرمائی جس کی زکوٰۃ بندہ نے فراغت کے بعد گھر آ کر ادا کی۔

ایک دن میں حضرت کے گھر پر حضرت کی خدمت میں تھا تو آپ نے فرمایا تعویزات لکھنے کا شوق ہے تو میں نے عرض کیا اگر آپ اجازت دیدیں گے تو یہ بھی کرلیں گے تو آپ نے عملیات کشمیری کی اجازت مرحمت فرمائی اور چند تعویزات اپنے دست مبارک سے بنا کر مع اجازت عطا فرمادیے جو الحمدللہ بہت مجربات میں سے ہیں اور شاید حضرت کے تلامذہ میں سے یہ فیض احقر ہی کے پاس ہے۔

چہل قاف کی اجازت

حضرت مفتی صاحب نے بندہ کو چہل قاف کی بھی اجازت دی اور گیارہ دن تک روزانہ عشاء کے بعد گیارہ سو مرتبہ پڑھنے کا فرمایا حضرت نے جو چہل قاف مجھے یاد کرائے تھے اس کی ترتیب یہ ہے۔

کَفَاکَ رَبُّکَ کَمْ یَکْفِیْکَ وَاکِفَۃً کِفْکَا فَهَا کَکَمِیْنٍ کَانَ مِنْ کَلَکَ تَکِرٌّ کَرًّا کَکَرِّ الْکَرِّ فِیْ کَبِدٍ تَحْکِیْ مُشَکْشَکَۃً کَلُکْلُکٍ لَکَکَ کَفَاکَ مَابِی کَفَاکَ الکَافُ کُرْبَتَهٗ یَاکَوْکَباً کُنْتَ تَحْکِیْ کَوْکَبَ الْفَلَکَ.

عکس تعویزات بدست حضرت مفتی صاحبؒ

حضرت مفتی صاحبؒ اور شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی ملاقات

ان دونوں اکابر اور مشائخ کی ملاقات کا ذریعہ بھی بندہ بنا قصہ کچھ یوں ہے کہ حضرت مفتی صاحب گلشن اقبال میں کسی صاحب سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے دوران گفتگو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کا بھی تذکرہ ہوا ان صاحب نے کچھ عدم مناسبت کی باتیں کی وہاں سے فراغت کے بعد میں نے عرض کیا کہ آپ کی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا نہیں تو میں نے عرض کیا کہ اگر آپ ملاقات پسند فرمائیں تو وہ قریب ہی رہتے ہیں تو آپ باخوشی تیار ہو گئے تو میں نے مفتی تنویر احمد سے جو گاڑی چلا رہے تھے کہا کہ آپ فلاں راستے سے گاڑی لے کر آئیں میں درمیان کے راستے سے جا کر حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم کو اطلاع کرتا ہوں یہ عصر کے بعد کا وقت تھا بندہ دوڑتا ہوا خانقاہ پہنچا حضرت والا اندر تھے تو میں نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضرت والا جلدی سے باہر تشریف لائے مجھے دیکھ کر فرمایا خیریت تو ہے کیسے آئے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت مفتی صاحب ملاقات کے لیے تشریف لا رہے ہیں تو حضرت والا بہت خوش ہوئے اور باہر دروازے پر آ کر ان کا استقبال کیا اور دونوں بزرگ کافی دیر آپس میں گفتگو فرماتے رہے اور ہم لوگ ذرا فاصلے پر بیٹھے رہے چائے وغیرہ سے حضرت مفتی صاحب کی تواضع کی گئی اور یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضرت حکیم صاحب کے بارے میں بعض حلقوں میں غلط فہمی پائی جاتی تھی اور اس میں جامعہ کے بھی بہت سے افراد تھے تو اس ملاقات سے فضاء بہت صاف ہو گئی اور حضرت مفتی صاحب نے واپسی پر گاڑی میں فرمایا کہ یہ تو اپنے آدمی ہیں اور اپنے اکابر کے فیض یافتہ ہیں اور پھر مفتی احمد الرحمٰن صاحب کو بھی اس ملاقات کی تفصیل بتائی مفتی صاحب کی اس ملاقات سے الحمدللہ بہت کچھ شر اور فتنے کا دفیعہ ہوا اور حضرت شیخ دامت برکاتہم کی دعائیں ملیں۔

مرض اور وفات

۱۹۸۹ء میں حضرت مفتی صاحب پر فالج کا حملہ ہوا اس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہو گئے پھر رفتہ رفتہ ہوش وحواس بھی کھو بیٹھے بندہ اس دوران عیادت کے لیے حاضر ہوا لیکن آپ نے نہیں پہچانا تقریباً پانچ چھ سال بیمار رہ کر ۱۹۹۵ء میں رمضان المبارک میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

خدا رحمت کنند ایں پاک طینیت را

حضرت مفتی صاحب کی برکت

ایک مرتبہ جمعرات کو حضرت مفتی صاحب کے ساتھ عصر کے بعد ایک تقریب میں شمولیت کے لیے گئے مغرب کے فوراً بعد حضرت کا بیان تھا جیسے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مفتی صاحب جہاں بیان فرماتے تھے وہاں پانی بھی نہ پیتے تھے وہاں اگرچہ کھانے کا انتظام ہوتا تھا لیکن حضرت مفتی صاحب فوراً نکل آتے حضرت کو گھر پہنچا کر جب اپنے کمرے میں آیا جو کہ قدیمی دارالاقامہ کا اٹھارہ نمبر کمرہ تھا بھوک بہت لگی ہوئی تھی اور امید یہ تھی کہ کمرے میں کھانا چھوٹے بھائیوں نے مطبخ سے لیکر رکھا ہوگا جب کمرے میں پہنچا دھوئے ہوئے برتن اوندھے پڑے ہوئے تھے بھائی سارا کھانا کھا کر سیر کو نکلے ہوئے تھے جیب میں ہاتھ مارا تو کوئی پیسہ پائی نہ تھی دائیں بائیں کمروں میں جھانک کر دیکھا کہ کوئی ساتھی مل جائے جس سے قرض لے لیں لیکن سب کمرے بند تھے تو میں جامعہ کے مطبخ کے پچھلی طرف جہاں سوکھے ٹکڑے جمع کیے جاتے تھے وہاں آیا کہ بچی کھچی روٹیاں پانی کے ساتھ نگل لی جائیں اور میں پہلے بھی کئی مرتبہ اس طرح کر چکا تھا لیکن سوکھے ٹکڑے بھی نہیں تھے تو سخت پریشانی ہوئی اور بھوک برداشت سے باہر ہو رہی تھی کمرے میں واپس آ گیا اور بستر پر دراز ہو گیا اچانک دل میں خیال آیا کہ اس بے سروسامانی کے عالم میں جب سوکھے ٹکڑے بھی دسترس میں نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کیوں نہ نجم اسنیک کے چکن تکے مانگے جائیں نجم اسنیک جامعہ کے دروازے

پر چکن تکے کی بڑی مشہور دوکان ہے آٹھ سال کے قیام میں تکے دیکھے اور سونگھے ہی تھے کھانے کا ابھی تک موقع نہیں ملا تھا میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر عشاء کی اذان ہوگئی میں مسجد میں جانے کے لیے جب نیچے اترا تو سامنے دفتر کے دروازے پر مہتمم جامعہ حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب کھڑے ادھر ادھر کسی کو دیکھ رہے تھے مجھے دیکھا تو فوراً بلا لیا اور فرمایا دو تین طالب علم اور لے آؤ اور اگر کچھ کھانا ہو تو کھا لینا ورنہ برتن سمیٹ کر دفتر صاف کر دینا بلوچستان کے وزیر مہمان آئے ہوئے ہیں ہم نماز پڑھ کر آتے ہیں میں فوراً غیر ملکی دارالاقامہ میں گیا کیونکہ پاکستانی طلباء عام طور پر جمعرات کو نہیں ہوتے تھے تو وہاں سے تین چار افریقی حبشی طالب علموں کو لیا اور دفتر میں آ گیا جب ہم دفتر میں داخل ہوئے تو قدرت خداوندی دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا انجم اسنیک کے چکن تکوں کی لائن لگی ہوئی تھی وہ غریب بھی میری طرح بھوکے تھے تو سب نے خوب ڈٹ کر کھایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور مہمانوں کے آنے سے پہلے پہلے دفتر تیار کر دیا یہ سب مفتی صاحبؒ کی برکت تھی۔

خدمت اور تعلیم

احقر نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی اساتذہ کی خدمت کے ساتھ ساتھ تعلیم کو بھی پورا پورا وقت دیا جائے کیونکہ میں نے بہت سے طلباء کو دیکھا جو خدمت میں لگے تو تعلیم سے غافل ہوگئے اگر تعلیم میں مشغول ہوئے تو خدمت سے محروم رہے۔

اگرچہ اس پر پورا اترنا کافی مشکل محسوس ہوتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دونوں مقاصد میں کامیابی عطا فرمائی خاص طور پر دورہ حدیث میں اکثر شام کی طرف حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ کہیں نہ کہیں جانا ہوتا تھا اس لیے مطالعہ اور تکرار کا ناغہ ہو جایا کرتا تھا تو میں ان اوقات کو نوٹ کر لیا کرتا تھا اور چھٹی والے دن اتنے گھنٹے مطالعہ کیا کرتا تھا تاکہ کمی پوری ہو جائے چھٹی والے دن اکثر طلباء سیر و سیاحت یا تبلیغی جماعت یا عزیز و اقارب کے ہاں چلے جایا کرتے تھے میں کمرے میں اکیلا ہی ہوا کرتا تھا تو رات ایک ایک دو دو بجے تک اسباق کا مطالعہ کر کے کمی کو پوری کرنے کی کوشش

کرتا تھا میں سمجھتا ہوں یہ سمجھ اور ہمت بھی خدمت کی برکت تھی۔

نوربخشی (شیعہ طالب علم)

درجہ ثالثہ میں بلتستان کا ایک طالبعلم محمد علی داخل ہوا وہ دورہ حدیث تک ہمارے ساتھ رہا اس کو منطق اور فلسفے سے بہت شغف تھا چونکہ مجھے بھی منطق کے ساتھ مناسبت تھی اسی وجہ سے اکثر مجھ سے اس موضوع پر بحث کرتا تھا ایک سال ہمارے رہائشی کمرے میں بھی ہمارے ساتھ رہا اس کا ایک لوہے کا صندوق تھا جس میں بڑی پرانی منطق، فلسفے کی کتابیں تھیں وہ ہمیشہ اس کو تالا لگائے رکھتا تھا کئی دفعہ دیکھنے کی کوشش کی لیکن اس نے موقعہ نہیں دیا بہت ذی استعداد تھا دورہ حدیث کی سہ ماہی سے پہلے بلتستان سے اس کے نام ایک خط آیا جس پر اس کے لیے بڑے القاب لکھے ہوئے تھے اور وہ وہ القاب تھے جو شیعہ ذاکروں کے لیے استعمال ہوتے ہیں اس زمانے میں طلباء کے خطوط کی باقاعدہ چھان بین ہوتی تھی ناظم دارالاقامہ مفتی عبدالسمیع شہیدؒ کو کچھ شک گزرا تو انہوں نے خط کھول کر پڑھا تو اس سے پتہ چلا کہ یہ نوربخشی شیعہ ہے اور کراچی کی کسی امام بارگاہ میں جمعہ بھی پڑھاتا ہے چنانچہ اس کو دفتر طلب کیا گیا تو اس نے اقرار کرلیا اس کے بعد اس کا اخراج کردیا گیا۔

حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحبؒ نے دورہ حدیث کے طلباء کو جمع کرکے خوب ڈانٹا اور کہا کہ اتنے سال تک تم لوگوں میں کیسے چھپا رہا یہ تم لوگوں میں کمی کی علامت ہے تمہاری کسی خطاء اور تقصیر کی وجہ سے یہ نجس تم میں اتنا وقت رہا لہذا سب دو دو رکعت توبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور سب طالب علموں کو مسجد بھیج دیا۔

امام الحرمین رئیس ائمۃ الحرم الشیخ عبداللہ ابن سبیل حفظہ اللہ کی جامعہ آمد

دورہ حدیث کے سال امام الحرمین شیخ عبداللہ ابن سبیل دامت برکاتہم نے جامعہ

کا دورہ فرمایا ان کی آمد سے پہلے استقبال کی خوب تیاریاں کی گئیں مرکزی گیٹ پر ان کا شاندار استقبال کیا گیا ان کے ہمراہ سعودی قونصلیٹ اور پاکستانی حکام تھے علماء اور طلباء کے علاوہ عوام الناس کے بہت بڑی تعداد تھی پہلے انہیں جامعہ کے دفتر میں لایا گیا پھر مسجد میں خطاب کے لیے تشریف لے گئے پہلے ناظم تعلیمات ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب دامت برکاتہم نے عربی میں جامعہ کا تعارف اور خدمات پر روشنی ڈالی اس کے بعد امام صاحب کا بیان ہوا جس کا ڈاکٹر صاحب نے اردو میں ترجمہ کیا ان کی آمد سے چند دن پہلے ہی چھوٹے بھائی خلیق احمد اخون سلمہ نے قرآن مجید حفظ مکمل کیا تھا میں نے آمین کے سلسلے میں حضرت ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی تھی کہ امام صاحب کے سامنے ہو جائے غور وخوض کے بعد درخواست قبول فرمالی گئی چنانچہ اس دن امام الحرمین کے سامنے دو بچوں جن میں خلیق احمد اخون دوسرا برطانیہ کے طالب علم نے قرآن مجید کی آخری آیات پڑھ کر قرآن مجید مکمل کیا اس کے بعد امام صاحب نے دعا کرائی۔

دعا کے بعد دارالحدیث میں مہمانوں کے لیے دوپہر کے کھانے کا انتظام تھا بریانی اور قورمے کے علاوہ عربوں کی خاص ڈش رز بخاری اور لحم مندی بھی تیار کروائے گئے تھے کھانے کی تقسیم پر میری ڈیوٹی تھی اور کھلانے پر بھی دورہ حدیث کے ساتھی تھے جو میں نے ہی مقرر کیے تھے کھانے کے بعد ظہر کی نماز کے لیے امام صاحب کو مسجد میں لے جانے کے لیے استادوں نے مجھے اور ایک اور ساتھی کو مقرر کیا تھا کہ انہیں با حفاظت مسجد میں لے جائیں کیونکہ رش بہت تھا زیارت اور مصافحے والے لوگ ٹوٹے پڑ رہے تھے چنانچہ میں اور ساتھی امام صاحب کو اپنے پہلو میں لے کر مسجد کی طرف روانہ ہوئے امام صاحب بہت چھوٹے قد کے ہیں ہم دونوں ساتھی جب ان کے لئے جا رہے تھے اور اپنے پہلو میں ہم نے ان کو چھپایا ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر حیران ہو رہے تھے کہ علم او رتقویٰ اور حرمین کی نسبت نے اس چھوٹے سے قد کے انسان کو کیا مقام

عطا فرمایا ہے حالانکہ امام صاحب عرب بھی نہیں ہیں بلکہ بخاری النسل ہیں حضرت امام صاحب نے ظہر کی نماز قصر پڑھائی اور پھر جامعہ سے تشریف لے گئے۔

امام الحرمین کی نظر شفقت

امام صاحب کو رخصت کر کے جب ہم خدمت گزار واپس آئے تا کہ دارالحدیث سے برتن اور دوسری چیزیں سمیٹی جائیں تو مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ مہتمم جامعہ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اس برتن میں پورا مرغ مسلم ہے جس میں سے امام صاحب نے کھایا ہے اور یہ فرما گئے ہیں کہ بچا ہوا مرغ ان طلباء کو دیا جائے جو خدمت کر رہے ہیں ہم امام صاحب کی نظر شفقت اور عنایت پر حیران ہو گئے اور اس کو اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھی اور اس تبرک کو ساتھیوں میں تقسیم کر دیا جو ہڈیوں سمیت کھا گئے۔

اختتام بخاری شریف

حضرت بنوریؒ نے جامعہ میں اختتام بخاری شریف کا کبھی اہتمام نہیں فرمایا اور نہ ہی کبھی دستار بندی کی جب بھی دستار بندی کا مطالبہ کیا جاتا تو حضرت بنوریؒ فرما دیتے میں سیدنا صدیق اکبرؓ کے مذہب پر ہوں جنھوں نے آپ ﷺ سے استفسار پر عرض کیا تھا اَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَیْتُ کہ میں اسی کو سناتا ہوں جس سے مناجات کرتا ہوں اور یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جب آپ ﷺ رات کو مسجد نبوی میں تشریف لے گئے تو سیدنا صدیق اکبرؓ کو تہجد کی نماز میں آہستہ قرأت کرتے سنا حضرت بنوریؒ فرماتے تھے جس کے لیے مدرسہ بنایا ہے بس اسی کو دکھانا مقصود ہے۔

اختتام بخاری شریف میں بھی جب بخاری شریف ختم ہوتی تو جو بھی بزرگ آ جاتے وہی ختم کروا دیتے پہلے سے کوئی تعین اور اعلان نہیں ہوتا تھا۔

ہمارے درجہ کے طلباء نے مشورہ کیا کہ اختتام بخاری شریف اہتمام سے کیا جائے تو ہم لوگ ایک وفد بنا کر مفتی احمد الرحمٰن صاحب مہتمم جامعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بخاری شریف کی تقریب اور دستار بندی کا مطالبہ رکھا دستار بندی کی تو انہوں نے

فوراً نفی فرمادی اگرچہ ہم نے اصرار کیا کہ ہم پگڑیاں اپنی لے آتے ہیں آپ باندھ دیں لیکن وہ اس پر بھی راضی نہیں ہوئے اور تقریب کے سلسلے میں غور کرنے کا فرمایا دو چار روز کے بعد پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مہتمم صاحب نے کچھ آمادگی کا اظہار کیا اور اختتام بخاری شریف کا وقت مقرر فرمادیا اور دوست احباب اور عزیز و اقارب کو دعوت دینے کی اجازت دیدی تقریباً چھ سو آدمیوں کو مدعو کیا بڑی پر وقار تقریب ہوئی حضرت مفتی ولی حسنؒ نے بخاری شریف ختم کروائی اور مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے بیان فرمایا اس کے بعد دارالحدیث میں سب کے لیے ضیافت کا انتظام تھا۔

بہاول نگر سے اس تقریب میں بڑے بھائی حافظ سراج احمد اخون صاحب اور متوقع سسر مولانا محمد ایوب صاحب نے شرکت کی۔

وفاق المدارس کا امتحان

جامعہ میں ہر امتحان خواہ وہ سہ ماہی یا ششماہی ہو اس کی تیاری کا بڑا ماحول اور اہتمام تھا ایک ماہ پہلے ہی طلباء تیاری شروع کردیتے تھے طلباء کی اکثریت فکر مند نظر آتی تھی جامعہ کا اپنا امتحان بھی بہت مشکل اور معیاری ہوتا تھا لیکن دورہ حدیث میں وفاق المدارس کے امتحان سے پہلی مرتبہ واسطہ پڑ رہا تھا اس وقت صرف دورہ حدیث کا امتحان وفاق لیتا تھا اس لیے بہت فکر اور خوف سا تھا حالانکہ تیاری کے اعتبار سے کوئی فکر کی بات نہیں تھی لیکن طرز امتحان کی وجہ سے فکر تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر عربی میں پرچہ حل کیا جائے تو ہر پرچے پر دس نمبر زائد ملتے ہیں اس سلسلے میں دوستوں سے مشورہ کیا کہ عربی میں پرچے حل کرنے چاہئیں یا اردو میں چونکہ یہ ہم سب کا پہلا امتحان اور تجربہ تھا اور اس سلسلے میں کوئی خاص معلومات نہیں تھیں تو سب نے یہ مشورہ دیا کہ آپ اردو میں حل کریں کیونکہ آپ کی اردو فصیح ہے شاید عربی میں فصیح نہ لکھ سکیں اگرچہ بندہ کا دل یہ چاہتا تھا کہ عربی میں لکھوں امتحان شروع ہوا پہلے پرچے میں حاضری ہوئی مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ مہتمم باب العلوم کہروڑ پکا نگران اعلیٰ تھے اور معاون نگران دارالعلوم کورنگی

کے اساتذہ تھے دارالعلوم کے اساتذہ ہمارے ایک ایک طالب علم کا بہت غور سے جائزہ لے رہے تھے پہلے تو ان کے رویہ پر حیرت ہوئی لیکن بعد میں یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ اپنے طلباء کے ساتھ تقابل کر رہے تھے جب پرچہ جمع کرانے کے لیے گئے تو وہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ کسی نے عربی میں پرچہ نہیں لکھا اس لیے خطرے کی کوئی بات نہیں مجھے بے حد افسوس ہوا کہ میں نے عربی میں پرچہ حل کیوں نہیں کیا اور آ کر ساتھیوں سے بھی یہ کہا اگلے دن سے پرچے عربی میں شروع کر دیئے تو دیکھا کہ دارالعلوم کے نگرانوں کے چہروں پر پریشانی تھی امتحانات مکمل ہو گئے جب نتیجہ سامنے آیا وہ پہلا پرچہ عربی میں نہ لکھنے کی وجہ سے اول پوزیشن والے سے گیارہ نمبر کا فرق ہو گیا اول پوزیشن دارالعلوم کے مولوی نورالبشر برمی کی اور دو پوزیشنیں جامعہ کی تھیں جن میں دوسری پوزیشن بندہ کی تھی اور تیسری پوزیشن ہمارے ساتھی مولوی محمد طاہر کی تھی۔

بخاری شریف کا سوالیہ پرچہ

اس سال بخاری شریف کا سوالیہ پرچہ حضرت مفتی ولی حسن صاحبؒ نے بنایا تھا پرچہ بنوانے کے لیے ناظم وفاق مولانا مفتی سید انور شاہ صاحب بنفس نفیس کراچی پہنچے تھے اور حضرت مفتی صاحب سے پرچہ بنانے کی درخواست کی اگرچہ آپ کو پہلے سے بھی اطلاع کر دی گئی تھی آپ کتب خانے میں تشریف فرما ہوئے دروازے پر سخت پہرہ لگا دیا گیا آپ نے تقریباً تین گھنٹے میں پیپر تیار فرمایا پہلے مسودہ تیار فرمایا پھر تصحیح کر کے ناظم وفاق کے حوالے کر دیا اور مسودہ حضرت مفتی صاحب خود اپنے ہاتھ میں لے کر جامعہ کے مطبخ میں گئے اور اپنے سامنے تنور میں ڈالا اور ہم خدام کو اشارۃً بھی کوئی بات نہیں بتائی یہی وہ امانت اور دیانت ہے جس پر وفاق المدارس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

بخاری شریف کا پرچہ

چونکہ اس سال بخاری شریف کا پرچہ استاد گرامی حضرت مفتی ولی حسن صاحبؒ نے بنایا تھا اور ابواب بخاری کی تشریحات میں حضرت کا اپنا ایک خاص رنگ تھا اس لیے

دوسرے مدارس کے طلباء جامعہ میں آ کر یہ معلومات لیتے تھے کہ مفتی صاحب کی خاص جگہیں کون کون سی ہیں اور خاص طور پر جس صبح کو بخاری شریف کا پرچہ تھا جامعہ میں دارالعلوم کراچی اور جامعہ فاروقیہ کے بہت طلباء اس ٹوہ میں پھر رہے تھے اور خاص طور پر بندہ کی تکرار کی نشست کا انتظار کر رہے تھے کیونکہ ان کو پتہ چلا کہ میں حضرت کا خادم خاص ہوں یار لوگوں نے یہ بات بندہ کو بتائی تو مشورہ یہ ہوا کہ رات دس بجے کے بعد تکرار کریں گے تو رات دس بجے سے دو بجے تک تکرار کرایا جس میں تقریباً اسی (۸۰) جگہ سے تکرار کرایا سو میں سے اسی طلباء تکرار میں شریک تھے اور الحمدللہ بخاری شریف میں ہمارے تمام طلباء نے اچھے نمبر لیے اور بندہ کے نمبر بخاری شریف میں پورے پاکستان میں سب سے زیادہ تھے۔

نتیجہ

وفاق المدارس کا جب نتیجہ آیا تو بندہ بہاول نگر آیا ہوا تھا تقریباً دن کے دس بجے حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ گھر کے ایک چھوٹے کمرے میں بیٹھا تھا تو ایک تار گھر پر پہنچی جو ہمارے شریک درس جنوبی افریقہ کے طالب علم مولوی عبدالخالق صاحب نے بھیجی تھی۔

اس تار میں وفاق المدارس کے امتحان میں دوسری پوزیشن لینے پر مبارک باد کا ذکر تھا میں نے حضرت والد صاحب کو نتیجہ بتایا تو جذبات شکر سے ان پر گریہ طاری ہو گیا کافی دیر تک روتے رہے اور شکر کرتے رہے۔

درجہ دورہ حدیث سہ ماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ دورہ حدیث ششماہی امتحان کا نتیجہ

درجہ دورہ حدیث سالانہ امتحان کا نتیجہ

دورہ ردفرق باطلہ

ہماری فراغت سے ایک سال پہلے حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب مہتمم جامعہ نے باطل فرقوں کے تعارف اور رد کے سلسلے میں ایک مہینے کا دورہ شروع کرایا تھا اور دورہ حدیث کی سند کو اس کے ساتھ مشروط کر دیا تھا وفاق کے امتحان کے بعد بندہ گھر گیا تقریباً ایک ہفتہ گھر رہا اس دوران بڑے بھائی ڈاکٹر جمیل صاحب کی شادی تھی اس میں خدمات انجام دیں جس رات کو ولیمہ تھا اسی رات ہی چار بجے کراچی روانہ ہو گیا حیدر آباد ٹرین خراب ہوگئی بڑی مشکل سے بس اسٹینڈ پہنچا اور بذریعہ بس کراچی پہنچا یہ دورہ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم مولانا عبدالرحیم اشغر صاحب ،ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم ،مولانا امین محمد صفدر صاحبؒ اور مولانا شورکوٹی دامت برکاتہم نے کرایا تقریباً نصف رمضان تک یہ چلتا رہا اس کے بعد گھر بہاول نگر واپسی ہوئی۔

بہاول نگر اسٹیشن پر استقبال

جب بندہ فارغ التحصیل ہوکر بہاول نگر بذریعہ ٹرین آیا تو اسٹیشن پر بڑے بھائی حافظ سراج احمد اخون مدظلہ کی سرپرستی میں کافی تعداد میں طلباء اور علماء استقبال کے لیے موجود تھے اور بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ مجھے گھر واقع جامع العلوم عیدگاہ بہاول نگر لے کر آئے اللہ تعالیٰ ان حضرات کی محبتیں قبول فرمائے۔آمین

جامعہ کا ماحول

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سے علیحدگی کے بعد کراچی میں مدرسہ کے لیے جگہ تلاش کی اور اس سلسلے میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور وہاں استخارہ کیا خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے مشہور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا عبدالغفور مدنیؒ سے مشورہ کا حکم فرمایا تو حضرت مدنی

ؒ کے مشورے اور رائے سے نیوٹاؤن مسجد کے متصل ۱۹۵۳ء میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی جو بعد میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے نام سے پورے عالم میں مشہور ہوا۔

حضرت بنوریؒ نے جس اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ اس ادارے کی بنیاد رکھی تھی اور جن مجاہدات اور تکالیف اور محنت اور تندہی کے ساتھ اسے پروان چڑھایا تھا اس کے انوار و برکات آج تک جاری اور ساری ہیں جب بندہ جامعہ میں داخل ہوا تو جامعہ کے عروج کا زمانہ تھا اور جامعہ کا ماحول خالصتاً علمی اور روحانی تھا نیوٹاؤن مسجد اور جامعہ کے اتصال نے اسے دارالعلم اور دارالعمل بنادیا تھا طلباء جو درسگاہوں میں پڑھتے اور مسجد میں جاکر اس پر عمل کرتے طلباء کی ایک بڑی تعداد تہجد، تلاوت، اشراق چاشت اور اوابین میں مشغول رہتی اس ماحول میں آتے ہی طالب علم کی اصلاح شروع ہوجاتی اور وہ خود بخود آخرت کی طرف جھکنے لگتا اور جامعہ میں ایک نور کی چادر پھیلی نظر آتی۔

اور علمی ماحول اس قدر بلند تھا کہ اس ماحول میں درسگاہوں کے علاوہ جو باتیں کان میں پڑتیں اور چلتے پھرتے معلوم ہوتیں وہ بھی اس قدر بلند اور اہم ہوتیں جو دوسری جگہ کے عام علماء کے علم میں بھی نہ ہوتیں یہی وجہ ہے کہ دوسرے اداروں کے وہ طلباء جو اپنے اداروں میں اگلی صفوں میں سمجھے جاتے اگر وہ جامعہ میں داخل ہوجاتے تو انہیں پچھلی صفوں میں جگہ ملتی۔

اساتذہ کے گرمی وسردی، بارش وآندھی میں درس کی پابندی اور اخلاص، محنت اور للّٰہیت کی وجہ سے بہت جلد طلباء میں علمی ذوق پیدا ہوجاتا تھا اور علم وعمل میں آگے بڑھنے کا جذبہ اور مسابقت اور درسی اور خارجی کتابوں کے مطالعے کا ذوق شوق پیدا ہوجاتا تھا اساتذہ اکرام چھوٹے چھوٹے اعمال جو تعلیمی مشغولیت میں حارج نہیں ہوتے تھے وہ طلباء کو بتلاتے رہتے بلکہ کبھی کبھی پوچھتے کہ اس پر عمل کرتے ہو کہ نہیں اس کی وجہ سے طلباء میں عمل کا ذوق شوق پیدا ہوتا تھا۔

نظم وضبط

جامعہ میں ہر شعبہ کے لیے اساتذہ میں سے الگ الگ ناظم مقرر تھے جو بہت فکرمندی اور دردمندی کے ساتھ اپنے فریضے کو انجام دیتے تھے خصوصاً دارالاقامہ کے ناظم حضرات طلباء کی بڑی کڑی نگرانی کرتے تھے اس کے لیے رات دن اور وقت بے وقت دارالاقامہ میں چکر لگاتے تھے اور ایک ایک طالب علم کی خبر گیری کرتے تھے جمعۃ المبارک کی مغرب سے لے کر جمعرات کی عصر تک طالب علم کو تعلیمی مشغلے کے علاوہ کوئی ہوش نہیں ہوتا تھا رات کو کسی وقت بھی دارالاقامہ میں حاضری کی گھنٹی بج جاتی تھی جس میں غیر حاضری پر کڑی سزا ملتی تھی گھنٹی بجتے ہی تمام طلباء خواہ وہ درسگاہ یا مسجد میں مطالعہ و تکرار میں مشغول ہوتے فوری طور پر اپنے اپنے کمروں میں پہنچ جاتے اس سلسلے میں کوئی عذر مسموع نہیں ہوتا تھا طلباء کے اخلاق کی بہت نگرانی کی جاتی تھی درس میں بلا عذر اور بلا اطلاع تین دن مسلسل غیر حاضری پر اخراج ہوجاتا تھا پھر بڑی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اجازت ہوتی تھی اور جب تک داخلہ بحال نہ ہوتا مطبخ سے کھانا بھی ختم ہوجاتا تھا اور دارالاقامہ سے رہائش بھی بند ہوجاتی تھی مسجد میں مسافروں کی طرح وقت گزارنا پڑتا تھا غرض یہ کہ ہر اعتبار سے طالب علم کو حسن ادب میں درجہ کمال تک پہنچایا جاتا تھا۔

اعتکاف کی سزا

جامعہ میں کسی بھی جرم پر جیسے غیر حاضری وغیرہ پر مالی جرمانہ نہیں لگایا جاتا تھا بلکہ عبادات کی شکل میں سزا ملتی تھی چنانچہ دارالاقامہ میں غیر حاضری پر جمعہ کے دن اعتکاف کی سزا ملتی تھی سزا یافتہ طلباء جمعرات کی مغرب سے مسجد میں اعتکاف کی نیت سے داخل ہوجاتے ایک دن کا روزہ رکھتے اور پورا جمعہ کا دن مسجد میں گزارتے شام کو جامعہ کی طرف سے اجتماعی افطار ہوتا جن میں اکثر مہتمم جامعہ مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ خود تشریف لاتے اور طلباء کے ساتھ افطار فرماتے اور پھر مغرب کی نماز کے بعد طالب علموں کو بیس بیس رکعات پڑھنی پڑتیں۔

ایک مرتبہ بندہ دارالاقامہ کی حاضری میں صرف دس منٹ لیٹ ہوا کیونکہ مسجد میں مطالعہ میں مشغول تھا تو ناظم صاحب نے غیر حاضری لگادی ناظم صاحب نے غیر حاضری ختم نہیں کی باوجود کہ میں پہنچ گیا تھا کہ اس کا فیصلہ مہتمم صاحب کریں گے اگلے دن میں دفتر میں حاضر ہوا اور درخواست پیش کی تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ اعتکاف کرنا سزا تھوڑی ہے یہ تو عبادت ہے تمہارے اعتکاف کرنے سے دوسرے طلباء کو فائدہ ہوگا چنانچہ اعتکاف کرنا پڑا۔

اس وقت دارالاقامہ کے ناظموں میں سے دو ناظم بہت معروف تھے ایک مفتی عبدالسمیع صاحب شہیدؒ اور دوسرے مفتی ولی محمد درویش صاحبؒ اور ان سب کے سرخیل مولانا عبدالقیوم صاحب چترالیؒ تھے اور ہفتہ میں ایک مرتبہ حضرت مفتی احمدالرحمٰن صاحبؒ کے ساتھ تمام ناظموں کا اجلاس ضرور ہوتا تھا جس سے طالب علموں کے معاملات پر غور وخوض ہوتا تھا۔

دارالاقامہ میں مجالس وعظ

حضرت مفتی احمدالرحمٰن صاحب نے الگ الگ دارالاقاموں میں مجالس پندونصیحت منعقد کرنا شروع کی تھیں اس وقت جامعہ میں چار دارالاقامہ تھے جن میں ایک غیر ملکی اور تین پاکستانی تھے تو مہینے میں ایک مرتبہ ہر دارالاقامہ میں طلباء کو کسی بڑے کمرے میں جمع کیا جاتا اور حضرت مفتی صاحب خود تشریف لاتے اور وعظ ونصیحت فرماتے طلباء باقاعدہ اس دن دارالاقامہ وغیرہ کی صفائی کرتے اور حضرت مفتی صاحب اور اساتذہ کا استقبال کرتے اور مجلس کے بعد درویشانہ دعوت بھی کرتے اس سے طلباء کو جامعہ کے منتظمین کے ساتھ بڑا قرب محسوس ہوتا اور وہ جامعہ کے اصول وضوابط پر خوشی خوشی عمل کرتے۔

نظام تعلیم اور امتحان

ہمارے دور میں حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب ناظم تعلیمات تھے تعلیمی

معاملات کے لیے ایک تعلیمی کمیٹی بنی ہوئی تھی جو غالبًا چار رکنی تھی اساتذہ کرام بڑی پابندی سے اسباق میں تشریف لاتے تھے حالانکہ اکثر اساتذہ کی رہائش کراچی کے مختلف علاقوں میں تھی ان میں بعض پیدل بعض سائیکل پر اور بعض بس ویگن پر آتے تھے لیکن وقت پر پہنچ جایا کرتے تھے اساتذہ کی تقریر ضبط کرنے اور تکرار کا بہت رواج تھا اساتذہ کرام تعلیم کے ساتھ ساتھ ترغیب کا بھی اہتمام کرتے تھے جس سے ذوق وشوق بڑھتا تھا جامعہ کا ہر امتحان بہت اہتمام سے لیا جاتا تھا اور سوالات اس قسم کے بنائے جاتے تھے کہ اس میں پورا نصاب آجاتا تھا سہ ماہی، ششماہی میں نمایاں پوزیشن لینے والوں کو بہت قیمتی کتابیں انعام میں دی جاتیں تھی سال بھر حاضر رہنے والے طلباء کو سال کے آخر میں نقدی کی صورت میں انعام دیا جاتا تھا ہر کتاب کے نصاب کو مکمل کرایا جاتا تھا چھوٹی چھوٹی کتابوں میں تو کئی بار دہرائی بھی کرادی جاتی تھی۔

ہمارے دور میں اردو شروحات کا سیلاب نیا نیا شروع ہوا تھا جس کا زور بعد میں ساری استعداد بہا کر لے گیا بعض اساتذہ ان کے سخت خلاف تھے کہیں درسگاہ میں دیکھ لیتے تو ضرب یضرب کا باب کھل جاتا حضرت والد صاحبؒ کی نصیحت کی وجہ سے بندہ نے کبھی اردو شروحات استعمال نہیں کیں والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ علم کو اردو تراجم نے تباہ کیا ہے اور ایک قصہ بھی سنایا کرتے تھے کہ جب میں دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا تھا تو وہاں کے منشی صاحب کے پاس بخاری شریف مترجم تھی ہم جب وظیفہ لینے جاتے تو وہ کہتا کہ حضرت مدنی کی بخاری شریف میں کیوں شہرت ہے وہ تو مجھے بھی آتی ہے تو ہم اس کی نادانی پر ہنسا کرتے تھے۔

غیر ملکی طلباء کا نصاب

حضرت بنوریؒ نے غیر ملکی طلباء کے لیے چھ سالہ نصاب بھی جامعہ میں جاری کیا تھا لیکن وہ اختیاری تھا غیر ملکی طلباء کو اختیار تھا کہ وہ آٹھ سالہ نصاب پڑھیں یا چھ سالہ۔ ہمارے ساتھ بہت سے غیر ملکی طلباء جو درجہ اولیٰ میں تھے وہ بعد میں چھ سالہ نصاب

کر کے ہم سے پہلے فارغ التحصیل ہو گئے لیکن وفاق المدارس کے مکمل درجات میں اجراء کے بعد غالباً یہ ترتیب بند کر دی گئی ہے اوراس کی جگہ عربی شعبہ جاری کر دیا گیا ہے جس میں عربی میں تدریس ہوتی ہے یہ شعبہ ہماری فراغت کے بعد جاری ہوا۔

قیام وطعام

جامعہ کے مرکز میں تین عمارات ہیں ان میں ایک قدیمی دارالاقامہ کہلاتی ہے دوسری وسطانی اور تیسری جنوبی دارالاقامہ اور یہ تینوں عمارات دودومنزلہ ہیں قدیمی دارالاقامہ کے سامنے والے کمرے اساتذہ کی رہائشگاہیں ہیں اورایک طرف مطبخ اوراس کے ساتھ مطعم ہے اور باقی نیچے اوپر طلباء کی رہائشیں ہیں وسطانی دارالاقامہ میں سب سے نیچے دارالحدیث دفتر اورکتب خانہ ہے اورپہلی منزل پردارالتصنیف اوردرسگاہیں ہیں اوردوسری منزل پرطلباء کی رہائشیں ہیں اورجنوبی دارالاقامہ میں سب سے نیچے دارالافتاء دفتر بینات اور ہمارے دور میں دفترختم نبوت بھی اس میں تھا اب اس کی جگہ درسگاہیں ہیں اور پہلی منزل پر غیرملکی طلباء کے لیے دارالاقامہ ہے اور دوسری منزل پر پاکستانی طلباء کی رہائشیں ہیں اوراس کے ایک طرف سب سے اوپر ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحبؒ کا گھر تھا اس کے نیچے حضرت مولانا ادریس صاحب کی قیام گاہ تھی اور اس کے ساتھ ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب کی رہائش گاہ ہے۔

احقر نے آٹھ سال میں پانچ سال جنوبی دارالاقامہ میں ایک سال وسطانی میں اوردوسال قدیمی دارالاقامہ میں گزارے اس وقت جامعہ میں درجہ کتب میں ایک ہزار طلباء تھے اور رہائش گاہیں کم تھیں ایک ایک کمرے میں دس سے چودہ طالب علموں کو ٹھہرایا جاتا تھا اور ہر طالب علم کو دو سے اڑھائی فٹ کی جگہ ناپ کر دی جاتی تھی بقرہ عید تک کافی تنگی رہتی بقرہ عید کے تعطیلات میں کئی طلباء واپس نہ آتے تو کچھ وسعت پیدا ہو جاتی دارالاقاموں میں سوئی گیس کا انتظام تھا جس پر طلباء چائے ناشتہ وغیرہ بنا لیتے تھے۔

دارالاقامہ اس طرح بنائے گئے تھے کہ ہر دارالاقامہ کا ایک مرکزی دروازہ تھا جو لوہے کی گرل کا بنا ہوا تھا تعلیمی اوقات میں اور تکرار ومطالعہ کے اوقات میں تالا لگادیا جاتا تھا پہلے بجلی بھی بند کردی جاتی تھی لیکن مریض طلباء کو تکلیف ہوتی تھی پھر بجلی کھول دی گئی تعلیم شروع ہوتے ہی پندرہ منٹ بعد تالا لگ جاتا تھا اور چھٹی کے وقت کھل جاتا تھا اسی طرح مغرب کے پندرہ منٹ بعد بند کردیا جاتا تھا اور عشاء کے وقت کھلتا پھر عشاء کی نماز کے بعد رات کو ساڑھے بجے کھلتا ناظم حضرت رات کو جب طلباء سورہے ہوتے اس وقت بھی چکر لگاتے تھے اندر سے بھی دروازہ بند کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

ہم لوگ بھی کبھی کبھی چھٹی کے وقت دیسی گھی سے سالن بناتے تھے پورا دارالاقامہ خوشبو سے مہک اٹھتا تھا اور کئی طلباء زبردستی مہمان بن جاتے تھے اس لیے بندہ کے پاس ایک گھر جتنے برتن تھے اکثر ہمارے دسترخوان پر بہت سے ساتھی جمع ہوجاتے تھے والدہ مرحومہ پورا سال گھی بھیجتی رہتی تھیں۔

احقر دارالاقامہ کے طلباء کی خبرگیری بھی رکھتا تھا اگر کوئی بیمار ہوجاتا تو اسے ڈاکٹر وغیرہ کے پاس بھی لے جاتا تھا اور اس زمانے میں ہم طلباء لوگ دو ڈاکٹروں کے پاس زیادہ جاتے تھے کیونکہ دونوں سستے تھے اور طلباء کی رعایت کرتے تھے ایک ڈاکٹر عثمانی صاحب جو جامعہ ہی کی دوکان میں تھے اور دوسرے گولی مار میں ایک ڈاکٹر صاحب تھے میں اکثر طلباء کو عصر کے بعد ان کے پاس لے جاتا اور علاج معالجہ کراتا ہمارے آخری دور میں جامعہ میں ایک ڈاکٹر کا انتظام کردیا گیا تھا جو عصر تا عشاء بیٹھتا تھا۔

اس لیے الحمدللہ جامعہ کے اکثر طلباء بندہ سے متعارف اور محبت رکھتے تھے

طعام

جامعہ میں دو وقت کھانا دیا جاتا تھا دوپہر کو ۱۲ بجے اور شام کو عصر کے بعد ناشتہ طلباء اپنے وسائل سے کرتے تھے جب تہی دستی ہوتی تو بغیر ناشتہ کے ہی کام چلتا جامعہ میں

دو وقت اکثر بکرے کا گوشت پکتا تھا اور ایک وقت میں تقریباً سات بکرے خرچ ہوتے تھے کبھی کبھی دال بھی پکتی تھی جس پر ہم پنجاب کے طلباء خوش ہوتے تھے اور پٹھان طلباء کو مشکل ہوتی تھی ایک دفعہ مسلسل ایک مہینہ دال پکی چونکہ گوشت کا انتظام نہیں ہو پا رہا تھا تو حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحبؒ نے طلباء کو جمع کر کے وعظ و نصیحت فرمائی اور توبہ استغفار کا حکم فرمایا پھر الحمدللہ اس کے بعد گوشت دوبارہ شروع ہو گیا۔

طلباء کو کھانا مطعم میں بٹھا کر کھلایا جاتا تھا بیماری وغیرہ یا عذر کی وجہ سے بعض کو کمرے میں بھی کھانا لے جانے کی اجازت مل جاتی تھی بندہ نے آٹھ سالہ دور میں اکثر کمرے میں کھانا منظور کرایا ہے اور اس کا ذائقہ بہتر بنانے کے لیے دیسی گھی کا تڑکا لگا لیا کرتے تھے کھانا لانے کی ڈیوٹی اکثر مفتی منیر احمد اخون کی ہوتی تھی اور برتن وغیرہ صاف کرنا مفتی خلیق احمد اخون کے ذمہ ہوتا تھا تڑکا لگانا اور سالن پکانا بندہ خود کرتا تھا باقی خلیق احمد اخون کرتا اس زمانے میں ناظم مطبخ مولانا عبدالقیوم چترالی صاحبؒ اور مفتی ولی محمد درویش صاحبؒ تھے۔

جس دن وظیفہ ملتا تھا تو ذائقہ بدلنے کے لیے طلباء ہوٹلوں پر بھی روٹی کھاتے نظر آتے تھے ہمارے دور میں غیر ملکی طلباء میں پٹیل پاڑہ کی چکن کڑاہی بڑی مشہور تھی افریقہ و برطانیہ کے طلباء بڑے شوق سے کھاتے تھے ہم نے بھی متعدد بار استفادہ کیا ہے جمعرات کو اکثر دعوتیں آجاتیں تھیں جن میں زیادہ تر بریانی ہوتی تھی مطعم میں کھانے کے دوران طلباء کی ناظم کڑی نگرانی کرتے تھے اگر روٹی بیچ سے کھا کر کنارے چھوڑ دیتے تو اسے طالب علم کے گلے میں ہار بنا کر ڈال دیا جاتا تھا۔

تبلیغی جماعت میں تشکیلات

جامعہ میں ہر پیر کو عشاء سے پہلے گشت ہوتا تھا اور عشاء کے بعد بیان ہوتا تھا جن میں دوران سال طلباء کی ایک دن اور سال کے آخر میں چلے کی اور فارغ التحصیل طلباء کی ایک سال کی تشکیل ہوتی تھی ابتداء میں رات مکی مسجد جو کہ مرکز تھا وہاں گزار کر فجر کے

بعد کسی مسجد میں جاتے اور عصر کے بعد وہاں سے واپسی ہوتی لیکن بعد میں براہ راست جمعرات کی عصر کے بعد مقررہ مسجد میں بھیج دیا جاتا وہاں رات اور جمعہ کا دن گزار کر واپس ہوتے متعدد باران تشکیلات میں جانا ہوا۔

ایک مرتبہ ہم طالبعلموں کی تشکیل کراچی سے متصل پہاڑی علاقے میں کر دی گئی رات ہم نے مکی مسجد میں گزاری اور اشراق کے بعد روانہ ہوئے بڑی مشکل سے جمعہ سے گھنٹہ پہلے اس مسجد میں پہنچے جمعہ کے بعد بیان وغیرہ کی ترتیب سے فارغ ہو کر کھانے کی فکر کی وہ ایسی جگہ تھی جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملتی تھی کافی بھاگ دوڑ کی لیکن کوئی چیز ہتھے نہ چڑھی اور ہم لوگوں کو بھوک بھی بہت لگی ہوئی تھی سوچ و بچار کے بعد ایک گھر والے کی منت کر کے روٹیاں پکوائیں ریڑھی سے تریں اور ککڑیاں خرید لیں اور چائے کے کھوکھے سے دہی مل گئی اور نمک مرچ ملا کر ایسی رغبت سے کھایا جیسے مرغ مسلم کھا رہے ہوں رات بہت دیر سے جامعہ پہنچے اس کے بعد تشکیل سے پہلے مرکز والوں سے پوچھ لیتے کہ وہاں اکرام ہوگا کہ نہیں وہ بہت ہنستے تھے اس کارگزاری کے بعد اکرام والی جگہ پر تشکیل کرتے تھے۔

جب کبھی مولانا فاروق احمد صاحب جو کہ جامعہ کے فاضل تھے پیر کو بیان کے لیے آتے اس دن تقریباً سارا جامعہ ہی ان کا بیان سنتا اور خوب تشکیلات ہوتیں ایک مرتبہ تشکیل شروع ہوئی تو ایک طالبعلم نے اٹھ کر کہا کہ ایک سال تو تشکیل والے نے سمجھا کہ یہ اس سال فارغ ہونے والا ہے تو پوچھا کہ کون سا درجہ ہے کہا اعدادیہ میں پڑھتا ہوں تو مجمع خوب ہنسا۔

تفریحی مشاغل

جامعہ کی جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے طلباء کے کھیل اور ورزش کے لیے کوئی میدان وغیرہ نہیں ہے البتہ دو چار فرلانگ کے فاصلے پر فٹبال وغیرہ کے گراونڈ ہیں اس لیے طلباء کھیلنے کودنے کا شوق ہر جمعہ کی صبح ہی کو پورا کرتے تھے کیونکہ عصر کے بعد جامعہ کی طرف

سے کھانے کا وقت ہوتا تھا اور ویسے وقت بھی کم ہوتا تھا کھانے کے بعد جو وقت بچتا وہ چائے پینے ٹہلنے میں گزار دیتے اور مغرب کی نماز جامعہ میں آکر پڑھتے۔

ورزش

فجر سے قبل قائداعظم کے مزار کے قریب شمال مغرب میں طیبہ مسجد کے ساتھ ایک بہت بڑی چورنگی ہے جس میں گھاس اور درخت وغیرہ لگے ہوئے ہیں گویا کہ ایک چھوٹا سا پارک ہے تو ورزش کے لیے فجر سے پہلے وہاں جاتے تھے اور کافی طلباء ہوتے وہاں مختلف ورزشیں کرتے فجر کی نماز جامعہ میں یا طیبہ مسجد میں ادا کرتے یہ جامعہ سے تقریباً دوفرلانگ کے فاصلے پر ہے بعض طلباء فجر کے بعد ورزش کے لیے جاتے اور عصر کے بعد بھی بندہ اور مولانا ایوب ولی پٹیل صاحب برطانوی، چھوٹے بھائی مفتی تنویر احمد اخون محمدی مسجد کے قریب واقع ہوٹل پر سپیشل دودھ پتی پی کر اس چورنگی میں چلے جاتے تھے کچھ تفریح کر کے اکثر نماز مغرب جامعہ میں اور کبھی کبھار طیبہ مسجد میں یا عثمانیہ مسجد میں ادا کرتے تھے۔

فٹبال کھیلنا

سکول کے زمانے سے ہی ہم سب بھائی فٹبال کھیلنے کے شوقین تھے اور حضرت والد صاحبؒ اس پر ہماری حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے کیونکہ ان کا نظریہ تھا کہ صحتمند عقل کے لیے صحت مند جسم ضروری ہے اور اس کی مجھے خاص تاکید فرمائی تھی جامعہ میں غیرملکی طلباء زیادہ تر فٹبال کھیلتے تھے اور وہ یہ شوق جمعۃ المبارک کو فجر کے بعد یا تو کشمیر گراؤنڈ میں جا کر پورا کرتے تھے یا جامعہ کے شمال میں کالونی کے درمیان بچوں کے کھیلنے کی جگہ تھی وہاں کھیلتے تھے بندہ جب نیا نیا گیا تو غیرملکی اپنے ساتھ کسی پاکستانی کو نہیں کھلاتے تھے لیکن ایک دومرتبہ جب موقعہ ملا تو کھیل میں مہارت دیکھ کر اپنی ٹیم کا ممبر بنالیا آٹھ سالہ دور میں طلبا نے کئی مرتبہ ٹورنامنٹ بھی کرائے جس کے میچ صرف جمعہ کو ہوتے تھے بندہ فجر کے بعد فٹبال کھیل کر واپس آتا اور پھر گلشن اقبال حضرت والا حکیم صاحب

دامت برکاتہم کی خدمت میں ۹ بجے حاضر ہو جاتا یہاں ۹ سے ۱۰ بجے تک مجلس ہوتی تھی

جن کا قصہ

ایک مرتبہ جمعہ کے دن فجر کی نماز پڑھ کر میں نیوٹاؤن مسجد میں سو گیا نیند کا سخت تقاضا تھا میں ستون کے پیچھے سو گیا مسجد بالکل خالی تھی کچھ دیر بعد مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرا پاؤں ہلا رہا ہے مجھے یہ خیال ہوا کہ کوئی ساتھی ہے جو فٹبال کے لیے اٹھا رہا ہے تو میں نے نیم غنودگی میں کہا یار تم چلو میں آتا ہوں میں پھر سو گیا تھوڑی دیر بعد پھر زور سے پاؤں ہلایا گیا تو میں نے غصے سے کہا کہ آتا ہوں پھر سو گیا اب تو کسی نے میری دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور گھسیٹتے ہوئے ایک دو صف پیچھے لے گیا میں بیدار ہو چکا تھا اور دیکھ رہا تھا لیکن گھسیٹنے والا نظر نہیں آ رہا تھا میں سمجھ گیا کہ جنات ہیں میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ و میں نے آپ کی جگہ خالی کر دی ہے اس نے میری ٹانگیں چھوڑ دیں پھر تو ایسا بھاگا کہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اس کے بعد کبھی اکیلا مسجد میں نہیں سویا۔

سمندر کی سیر

کبھی کبھار چھٹی کے دن سمندر کی سیر کے لیے بھی چلے جاتے تھے زیادہ تر کیماڑی اور وہاں سے کشتی کے ذریعے منوڑہ جاتے تھے اور خدا کی عظیم الشان قدرت کا نظارہ کرتے تھے چونکہ اس جگہ پر لوگ دن میں جاتے تھے اس لیے یہ ہمارے حال کے زیادہ مناسب جگہ تھی اور کلفٹن کے مشاغل رات کو ہوتے تھے اس لیے طالب علمی میں وہاں جانا نہیں ہوا۔

بندہ کو شروع ہی سے مچھلی شکار کا بہت شوق تھا سکول کے زمانے میں بھی بہاول نگر کے قریب دریائے ستلج پر یہ شوق پورا کیا کرتا تھا ایک دو دفعہ اس شوق میں جان جاتے جاتے بچی۔

ایک دن سمندر پر بھی یہ شوق پورا کرنے کی سوجھی کسی تہوار کی چھٹی تھی ہم چند دوست کیماڑی پہنچے وہاں سے مچھلی شکار کا ساز و سامان خریدا اور جس طرف لوگ مچھلی

شکار کر رہے تھے اس علاقے میں چلے گئے وہاں شکار کرنے کا عجیب وغریب طرز دیکھا کہ بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھانے کے لیے سینکڑوں کی تعداد میں سمندر کے کنارے کی طرف آتیں تھیں اوران کی پیٹھ نظر آرہی ہوتی تھیں تو شکاری لوگ خاص قسم کا کنڈا پھینکتے جب اس کو کھینچتے تو پیٹھ میں پھنس جاتا اور وہ اسکو کھینچ لیتے بعض نے تو ہمارے سامنے ٹوکریاں بھرلیں ہمارے لیے یہ طرز بالکل نیا تھا اب اس طرح کا ساز وسامان مہیا کیا ساتھیوں نے میرے ذمہ لگایا کہ آپ شکار کریں مجھے اس کا تجربہ نہیں تھا میں نے ایک بلند جگہ پر کھڑے ہوکر جب کنڈا پھینکا تو اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور سمندر میں جا گرا جہاں پتھروں کی وجہ سے جسم کافی زخمی ہوگیا ساتھیوں نے پھر باہر نکالا زخم وغیرہ صاف کیے شکار سے توبہ کرتے ہوئے واپس چلے جس طرف پتھر نہیں تھے ہم اس طرف چلے گئے راستے میں ہم نے آکٹوپس کا بچہ دیکھا جس کا جسم ایک مربع فٹ تھا اوراس کی بے شمار ٹانگیں تھیں اور شکار پکڑنے کے لیے حرکت کررہا تھا پھر وہاں سیکچھ دور کتے دیکھے جو سمندر میں سے کچھ نکالنے کی کوشش کررہے تھے تو ہم اس طرف گئے کتوں کو بھگایا تو دیکھا پرانا جال ہے اوراس میں مچھلیاں پھنسی ہوئی ہیں ہم سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے من وسلویٰ ہے اس میں سے مچھلیاں نکالیں جو دوتین کلو تک ہوگئیں وہ لے کر جامعہ لوٹے اور شام کو ان سے دعوت شیراز اڑائی۔

اونٹ پر نماز

مشکوٰۃ کے سال جب یہ حدیث مبارکہ پڑھی کہ پیغمبر علیہ السلام نے سواری پر نفلی نماز پڑھی تو اس سنت پر عمل کرنے کا شدید داعیہ پیدا ہوا اور جوں ہی موقعہ ملا میں اور مولانا ایوب ولی پٹیل صاحب سمندر پر پہنچ گئے جہاں اونٹوں کی سواری مل جایا کرتی تھی وہاں الگ الگ اونٹوں پر سوار ہوئے ہم نے اونٹ والے کو کہا کہ اونٹ کو قبلہ رخ کردو جب ہم نماز شروع کردیں ہمیں سیر کراؤ اس طرح ہم نے اونٹ پر اشارے سے نفلی نماز پڑھی اوراس حدیث مبارکہ پر عمل کیا۔

مفتی منیر احمد اخون صاحب و مفتی خلیق احمد اخون صاحب

دونوں بھائیوں نے بندہ کی فراغت کے بعد ایک سال ہی جامعہ میں بسر کیا اور گھر واپس آ گئے مفتی منیر احمد اخون نے بہاول نگر میں خامسہ ،سادسہ کے اسباق پڑھے اور جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں شیخ نذیر احمد صاحبؒ سے مشکوٰۃ شریف پڑھی اور ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء کو پھر جامعہ اسلامیہ کراچی سے دورہ حدیث کیا اس وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ تھے پھر وہیں مفتی صاحب کے زیر سایہ تخصص فی الفقہ کیا اور آج کل نیویارک امریکہ میں وسیع خدمات انجام دے رہے ہیں

اور مفتی خلیق احمد اخون نے جامعہ میں قرآن مجید مکمل کیا بہاول نگر آ کر ایک سال گردان کی اور مفتی منیر احمد اخون کے ساتھ جامعہ امدادیہ میں جا کر درجہ اولیٰ پڑھا ایک سال کے بعد واپس بہاول نگر آ کر مشکوٰۃ تک کے اسباق پڑھے زیادہ تر کتابیں حضرت والد صاحب اور بندہ سے پڑھیں پھر ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۴ء جامعہ اسلامیہ کراچی سے دورہ حدیث کیا اور مولانا مفتی شیخ حبیب اللہ صاحب سے ایک سال میں تخصص کیا اور آج کل بہاول نگر میں حدیث کے سبق کے ساتھ ساتھ دارالافتاء اور تخصص فی الفقہ کراتے ہیں یہ دونوں بھائی حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے فرزندان نسبتی ہیں۔

چند رفقائے درس

۱......مولانا عبدالخالق صاحب کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ
۲......مولانا ظہیر احمد صاحب راگی جوہانسبرگ جنوبی افریقہ
۳......مولانا نذیر یعقوب صاحب لونات موزمبیق افریقہ
۴......مولانا محمد اسماعیل مُلّا صاحب جنوبی افریقہ
۵......مولانا محمد ابراہیم بھاجی جنوبی افریقہ
۶......مولانا حبیب احمد صاحب مردانی جنوبی افریقہ
۷......مولانا احمد کترادہ صاحب جنوبی افریقہ
۸......مولانا شفیق احمد حاجی صاحب جنوبی افریقہ
۹......مولانا ایوب ولی پٹیل صاحب پریسٹن برطانیہ
۱۰......مولانا محمد الیاس پٹیل صاحب بلیک برن برطانیہ
۱۱......مفتی محمد اسماعیل صاحب وانیہ بولٹن برطانیہ
۱۲......مفتی عبدالرشید صاحب بنگلہ دیش
۱۳......مولانا محمد حسن صاحب بنگلہ دیش
۱۴......مفتی عبدالقادر صاحب بنگلہ دیش
۱۵......مولانا شفیق احمد صاحب کراچی
۱۶......مولانا محمد عثمان صاحب کراچی
۱۷......مولانا ڈاکٹر محمد ثانی صاحب کراچی
۱۸......مولانا ہدایت اللہ صاحب کراچی
۱۹......مفتی تنویر احمد صاحب کراچی
۲۰......مولانا ریاض احمد صاحب کراچی
۲۱......مولانا خالد امین صاحب کراچی

۲۲......مولانا ہارون امین صاحب کراچی

۲۳......مولانا اسداللہ صاحب کراچی

۲۴......مولانا سید امتیاز صاحب کراچی

۲۵......مولانا عبدالجلیل صاحب برادر کلام مفتی تنویر احمد صاحب کراچی

۲۶......مولانا خطیب الرحمٰن صاحب آزاد کشمیر

۲۷......مولانا عبدالحلیم صاحب بلتستانی

۲۸......مولانا ریاض احمد صاحب ملتانی

۲۹......مولانا عبدالودود صاحب چترالی

۳۰......مولانا بلال احمد کلام صاحب برادر کلام مفتی عبداللہ کلام شہید

۳۱......قاری عبدالمالک عباسی سکندر پور مرحوم (ہری پور ہزارہ)

۳۲......مولانا عبدالحفیظ صاحب عباسی اسلام آباد

۳۳......مولانا عبدالحق صاحب پشاور

۳۴......مولانا عبدالمبین صاحب سوات

۳۵......مولانا عبدالحئی صاحب دین پوری (خان پور)

۳۶......مولانا فیض الرحمٰن صاحب رحیم یار خان

۳۷......مولانا اسعد صاحب علی پوری

۳۸......مولانا اسعد زکریا صاحب گلبرگ

۳۹......مولانا عبیدالرحمٰن صفی صاحب بہاولپور

۴۰......مولانا عبدالقادر صاحب ایران

۴۱......مفتی محمد رضوی صاحب سری لنکا

۴۲......مولانا شیخ محمد ہاشم صاحب امریکہ

سند الحدیث الشریف للصحیح للبخاریؒ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللّٰھم صلّ علی محمدنِ النبیّ الامّیّ وعلی آله وسلّم تسلیماً. قال جلیل احمد بن نیاز محمد الترکستانی الختنی حدثنی ابی الشیخ المُفتِی نِیَازمحمدؒ بن ثابت الختنیُ الترکستانیؒ و حَدَّثَنی استاذی الشَیۡخُ المُفتِی وَلِی حَسَنؒ قَالا حَدَّثَنا الشَّیَخُ سَیّدُ الطَّائِفَةِ اَلسَیِّدُ حُسَیۡن اَحۡمَد اَلۡمَدَنِیؒ قَالَ حَدَّثَنَا اَلشَّیۡخُ مَحۡمُوۡدُ حَسَن اَلدِّیۡوبَنۡدِیُؒ و قَال اَجَازَنِیُ الشیخ الکبیر المصلح العظیم عارف بالله الشاہ مولانا حکیم محمداختر حفظه الله تعالیٰ قال حدثنا الشیخ مولانا عبدالغنی پھولپوری قال حدثناالشیخ مولانا عبدالماجد جونپوریؒ قالا حدثنا الشیخ شَیۡخُ الۡاِسۡلَام رَشِیۡد اَحۡمَد اَلۡجَنۡجُوۡهَیُؒ والشیخ حجة الاسلام محمد قاسم النانوتویؒ قالا حدثنا الشیخ الشاہ عبدالغنیؒ المجددیُ قال حدثنا الشیخ الشاہ محمد اسحاقؒ الدهلویُ قال حدثنا الشیخ عبدالعزیزِ المحدثُ الدهلویؒ قال حدثنا امام التفسیر والحدیث الشاہ ولی اللّٰه المحدثُ الدهلویؒ قال اخبرنا الشیخ محمدُ بن ابراهیمَ الکردیُؒ المدنیُ قال اخبرنا والدی الشیخُ ابراهیمُ الکردیُ قال قراء ت علی الشیخ احمدَ القشاشیؒ قال اخبرنا احمدُ بن عبدِالقدوس الشناویؒ قال اخبرناالشیخ محمدُ ابن احمدَبن محمدِ الرملیُؒ عن الشیخ الزکریاَ بن محمدِ الانصاریؒ قال قراء ت علی الشیخ الحافظ احمدَ العسقلانیؒ عن الشیخ ابراهیمَ بن احمدَ التنوخیِؒ عن الشیخ احمدَ بن ابی طالبِ الحجارِؒ عن الشیخ الحسین بن المبارَکِ الزبیدیِ عن الشیخ ابی الوقتِ عبدالاول بن عیسیٰ السجزیِ الهرویِؒ عن الشیخ عبدِالرحمٰن الداؤدیِؒ عن الشیخ محمدٍ عبداللّٰه بن احمدَ السرخسیِؒ عن الشیخ محمدِ ابن یوسفَ الفربَریِؒ عن امیر المؤمنین فی الحدیث ابی عبداللّٰه محمدِ بن اسماعیل بن ابراهیمَ البخاریؒ رضی اللّٰهعنه وعنهم اجمعین.

شجرہ سلسلہ چشتیہ امدادیہ تھانویہ اختریہ

1۔﴿حبیب خدا سید الانبیاء راس الاتقیاء اما م الاولیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ﴾
2۔﴿شیر خدا حضرت سید نا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ وجہہ﴾
3۔﴿شاہ حسن بصریؒ﴾ 4۔﴿ شاہ عبد الواحد بن زیدؒ﴾ 5۔﴿شاہ فضیل بن عیاضؒ﴾
6۔﴿شاہ سلطان ابراہیم بن ادہمؒ﴾ 7۔﴿شاہ حذیفہؒ﴾ 8۔﴿شاہ ہُبیرہ بصریؒ﴾
9۔﴿شاہ حاجی ممشاد علو دینوریؒ﴾ 10۔﴿شاہ ابو اسحاق شامیؒ﴾ 11۔﴿شاہ ابو ابدالؒ﴾
12۔﴿شاہ ابو محمد چشتیؒ﴾ 13۔﴿شاہ ابو یوسف ناصرالدینؒ﴾
14۔﴿شاہ قطب الدین مودودؒ﴾ 15۔﴿شاہ حاجی شریف زندنیؒ﴾
16۔﴿شاہ عثمان ھرونیؒ﴾ 17۔﴿شاہ معین الدین سجزیؒ﴾ 18۔﴿شاہ قطب الدین بختیار کا کیؒ﴾
19۔﴿شاہ فرید الدین گنج شکرؒ﴾ 20۔﴿شاہ علی احمد صابر کلیریؒ﴾
21۔﴿شاہ شمس الدین ترکؒ﴾ 22۔﴿شاہ جلال الدین کبیر الاولیاؒ﴾
23۔ ﴿شاہ عبدالحق ردولویؒ﴾ 24۔﴿شاہ عارفؒ﴾ 25۔﴿شاہ محمدؒ﴾
26۔ ﴿شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ﴾ 27۔﴿شاہ جلال الدین تھانیسریؒ﴾
28۔﴿شاہ نظام الدین بلخیؒ﴾ 29۔ ﴿شاہ ابو سعیدؒ﴾ 30۔ ﴿شاہ محبّ اللہ الٰہ آبادی﴾
31۔﴿شاہ محمدیؒ﴾ 32۔ ﴿شاہ عضدالدینؒ﴾ 33۔﴿شاہ عبدالہادیؒ﴾
34۔﴿شاہ عبدالباریؒ﴾ 35۔﴿شاہ حاجی عبدالرحیمؒ ولایتی﴾
36۔﴿شاہ میاں جی نور محمدؒ﴾ 37۔﴿سید الطائفہ حضرت مولانا شاہ امداداللہ مہاجر مکیؒ﴾
38۔﴿حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ﴾
39۔﴿ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ﴾ 40۔﴿حضرت مولانا شاہ ابرار الحقؒ﴾
41۔ ﴿عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم﴾
42۔﴿مولانا شاہ جلیل احمد اخون دامت برکاتہم﴾